
ہندوستانی یا سوراج کے لیے ہندوستان میں ایک طرز کا واحد ماہواری مصور رسالہ
رئیس ہند
دہلی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۰۱

اشتہار

از عدالت جناب چودھری طفیل احمد صاحب بی اے۔ ایل۔ ایل۔ بی سب جج چھچھرولی ریاست کلسیہ

ذومن وخزانا ذات سینی ساکن سید پورہ بنام سرکار دولت مدار
سادھو ولد لکھا حال ملازم بھائی نراندر سنگھ رئیس چھبہ ضلع فیروزپور۔ منشی
نظیر احمد خاں ولد چھجو خاں نیاز محمد خاں واحمد خاں پسران وزیر خاں و محمد اکبر خاں ولد
منشی سوندھی خاں بذاۃ عبد المجید خاں۔ محمد شفیع خاں بذاۃ ولی سرپرست محمد غفار خاں
پسران عبد المجید خاں۔ شریف خاں ولد شبیر ثانی۔ رستم خاں و ولایت خاں و نور محمد خان پسران
کنور خاں حشمت خاں ولد خورشید خاں وعاد علی خاں۔ ولد شمشاد خاں۔ فیض الحسن
خاں ولد رحمت خاں۔ ومساۃ نیمن بیوہ رحمت خاں مذکور وسکندر خاں ورمضان خاں
بذاۃ ولی سرپرست سلطان خاں نابالغ برادر خورد پسران اصغر علی خاں ومنعم خاں ولد
ولی داد خاں قوم افغان سکنائے سید پورہ۔ بھو پسر راموں قوم سینی حال ملازم لالہ
جگن ناتھ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ۔ منشی رام کشن محرر چونگی پٹیالہ خاص۔ منشی رام چپڑاسی
محکمہ چونگی پٹیالہ۔ لیکھو پسر چھجو و نورا نابالغ بولایت مساۃ جیونی بیوہ دیا طلی پسر کاہنا
تیلو ورا مدیا جو عرصہ دراز سے غیر حاضر ہیں۔ سردار راجندر سنگھ صاحب رئیس سید پورہ۔ مدعا علیہم
دعویٰ دخل یابی اراضی موازی ۱۵ بیگہ ۱۵ بسوہ نمبر کھیوٹ $\frac{1}{1}$ $\frac{35}{39}$ کھتونی $\frac{5}{۔}$ تا $\frac{92}{۔}$
جمعی ۱۵ روپیہ سالانہ دگونہ (۳۰ روپیہ)

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہم کثیر التعداد ہیں اپر تعمیل ہونی مشکل ہے۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار مشتہر کیا جاتا ہے کہ مورخہ ۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت والا ہو کر جوابدہی مقدمہ کے ہو دیں بصورت عدم حاضری ان کے کارروائی یکطرفہ کی جاوے گی۔

آج بتاریخ ۲ ستمبر ۱۹۳۳ء کو میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ ۲ ستمبر ۱۹۳۳ء

(مہر عدالت سب جج صاحب) دستخط سب جج صاحب بحروف انگریزی

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں منشی کندن لال اڈیٹر پرنٹر پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا
منشی تیجونت رائے تیج سناہی پروپرائٹر



S. Shib Chand, Puri, retired Superintendent Police, Patiala.
The first Police Officer in Patiala State as author
of his own adventures of Police career.

ادم

دسترخوان

رئیس ہند

جلوس سیز دہمیں | آراستہ دار السلطنت دہلی منعقدہ ستمبر ۱۹۳۳ء | دربار اولین

ایم۔ بی۔ اچ۔ الیس۔ بیکنٹھ باشی

رئیس ہند

جلوس سیزدہم | منعقدہ دار السلطنت دہلی بابتہ ستمبر ۱۹۳۳ء | دربار اولین

رموز مصلحت رئیس

قدر دانی علم

جسے چور نہیں چرا سکتا۔ جو ہر وقت راحت کو بڑھاتا اور حاجت مندوں کو دینے سے ترقی پکڑتا اور جو ہزارہا سال میں بھی نابود نہیں ہو سکتا ایسا پوشیدہ خزانہ یعنی (علم) جس کے قبضہ میں ہے۔ اے شہنشاہ اس کے ساتھ تکبر سے مت پیش آ کیونکہ اس کے برابر جہاں میں کوئی نہیں ہے نہ اسے مال و زر کی پرواہ ہے اور نہ تیری بادشاہت اور حکومت کا کوئی خوف۔ شیخ سنائی

(بہتری ہری)

ہمارے قدیم سوراج

کپورتھلہ کا مدبر وزیراعظم اور زرپرست اخبارات

خان بہادر دیوان عبدالحمید خاں صاحب وزیراعظم کپورتھلہ پر اہل کپورتھلہ جس قدر ناز کریں بجا ہے رعایا کی خوش قسمتی ہے کہ ریاست کی باگ ایسی مدبر، نیک نفس، خیر اندیش، راست گو اور قابل شخصیت کے ہاتھ میں ہے۔ جب سے آپ نے قلمدان وزارت سنبھالا ہے۔ ریاست روزافزوں ترقی کر رہی ہے۔ آپکی خیر مجسم طبیعت ہر کسی سے خراج تحسین حاصل کر رہی ہے۔ آپ کا طرزِ عمل ہر طبقہ میں پسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ راستی آپ کا جوہر ہے۔ اور یہی ذریعہ کامیابی ہے ہے۔ صداقت عجب چیز ہے بعض اخبار نویسوں کو ریاست کپورتھلہ کا نظام خار کی طرح چبھتا ہے۔ اور وہ خواہ مخواہ طرح طرح کے بیہودہ بے بنیاد از سرتاپا غلط الزام لگاتے ہیں۔ مگر ان زرپرست حضرات کو سمجھ لینا چاہئے۔ کہ آسمان پر تھوکنا اپنے منہ پر تھوکنا ہے۔ وہ وقت گیا جب پبلک انکی تحریروں کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتی تھی، اب وہ خود اچھے بُرے میں امتیاز کر سکتی ہے۔ اور وہ اب خوب سمجھتی ہے۔ کہ ان کی تحریریں کہاں تک صداقت پر مبنی ہوتی ہیں

نواب رامپور اور کھلی چٹھی

دفتر ہذا میں ایک مطبوعہ کھلی چٹھی موسومہ نواب صاحب بہادر رامپور موصول ہوئی جسمیں نواب صاحب اور سید اولاد حسین پبلسٹی آفیسر کے خلاف نہایت سخت الزامات لگائے گئے ہیں ہم آئندہ اشاعت میں بعد تحقیق اس کا مفصل ذکر کریں گے۔

گرہستی اور مسٹر روشن لال جرنلسٹ

اگر کسی معمولی شخص کو کسی خاص وجہ سے کچھ شہرت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ فطرتاً اپنی حقیقت کو بھول کر مغرور ہو جاتا ہے چنانچہ یہی حالت حضرت گوردھن کی ہے جو گرہستی کی بڑھتی ہوئی اشاعت کو دیکھکر ہراک کے بے وجہ منہ آنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ گرہستی کے عورت نمبر میں زیر عنوان بزم گرہستی مسٹر روشن لال جرنلسٹ کے متعلق نوٹ پڑھا۔ جسکے لفظ لفظ سے تکبر۔ خود پسندی۔ نافہمی۔ بداخلاقی کی بو آتی ہے۔ اور یہ بداخلاقی کسی طرح بھی علمی مجالس میں بنظر استحسان نہیں دیکھی جاسکتی۔ ہم آیندہ اشاعت میں کل واقعات کو روشنی میں لائیں گے

"انصاف پسند"

ریاست کلسیہ کی خوش نظمی

پنجاب میں ریاست کلسیہ بھی ایک قابل تقلید ریاست ہے۔ جس کے انتظام کی باگ ڈور دیوان پنڈت مہاراج کشن صاحب جیسے خیر اندیش مدبر اور دور اندیش کے ہاتھ میں ہے۔ ہم رعایا کلسیہ کو خوش قسمت سمجھتے ہیں کہ انہیں ایسا دیوتا صفت وزیر اعظم ملا۔

اور ہم دیوان صاحب کو بھی تحفۂ مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ رعایا میں بھی آپ کی بہت نیک نامی ہے اور وہ آپکے طرز عمل سے بہت خوش ہے۔

مہنت ڈیرہ مگنی رام (پٹیالہ) کی اوباشیاں

دفتر ہذا میں آگیارام مہنت ڈیرہ مگنی رام جی واقع پٹیالہ کی اوباشیوں، بدچلنیوں کے مراسلات دھڑا دھڑ موصول ہو رہے ہیں جنہیں بعد تصدیق شائع کیا جائیگا۔

(ایڈیٹر)

فریاد مظلوم

شکایت زمانہ

؎ سیاہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے
کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا انساں سے رہتا ہے

فلک فتنہ پرور نے پہلے تو اچانک اور قبل از وقت سایہ پدری سے محروم کر دیا اور پھر مصائب کی بوچھاڑ سچ ہے مصیبت کبھی اکیلی نہیں آتی ؎

اے فلک ایسا کیا ہم نے ترا نقصان کیا
جو کمر باندھی ہے تو نے یوں ستانے کیلئے   سچ

وہ عشرتیں، وہ بے فکری کی زندگی اب خواب معلوم ہوتی ہے۔ وہ آرام و راحت، طرب و انبساط، بے فکری و آزادی، سب نقش موہوم ہیں معصومیت میں ہی دنیا داری کے جال میں پھنس گئے۔

ہائے نہ وہ اب عشرتیں رہیں، نہ وہ بے فکری کی زندگی۔ نہ وہ آرام رہے، نہ وہ آزادی۔ بلکہ مصائب امنڈ کر آگئیں۔ تفکرات نے ہر طرف سے آگھیرا۔ ہائے افسوس ؎

پدر چوں سایہ افگن بر سرم بود   شراب بے غمی در ساغرم بود

ہائے جہاں کبھی خواب میں بھی مصائب تفکرات کا خیال نہ آیا تھا۔ اب اُن سے ہی واسطہ پڑ گیا ؎

خواب میں بھی آجتک آیا نہ تھا جنکا خیال

اب انہیں سے اے خدا ہی میرا پالا پڑ گیا

شعر مندرج الصدر میں یعنی ؎ تیج

سیاہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہو

کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا انسان سو رہتا ہے

واقعی کسی نے کیا خوب حقیقی مصوری کی ہے چنانچہ ایسا ہی مجھ غریب ہوا جب انسان پر یکدم مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہو آسمان در پے آزار نظر آتا ہو۔ ہر طرف مایوسیوں ہی مایوسیوں سے پالا پڑ جاتا ہے تو دوست آشنا، شفیق، مہربان تو رہے ایک طرف، خویش واقارب اور خونی رشتے بھی "بے رخی" "بے تعلقی" "بے اعتنائی" "بے مہری" "بے مروتی" کا اظہار کر کے رفتہ رفتہ کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں میں کوئی ہی ایسا سورما ہوتا ہے۔ جو مصیبت اور آرام میں یکساں سلوک رکھے۔ بلکہ مصیبت میں اپنی ہمدردی اور جان نثاری کا نمایاں ثبوت دے اور "نو" کا ہندسہ ثابت ہو۔ ورنہ سب "آٹھ" کا ہندسہ ہیں ؎

کھل سجن ہت اشٹ لو انک سمان بچار

نو سجن اتھرا ہت اشٹ گھٹے بڑھے ہر بار

(ترجمہ :- اچھے اور برے دوست کی محبت "نو" اور "آٹھ" کے ہندسون کی مانند سمجھ کیونکہ "نو" کا ہندسہ جو سجن یعنی اچھے دوست سے منسوب کیا گیا ہے اگر اس کا پہاڑہ بلا یا جائے تو ہندسوں کی جمع ہر حالت میں "نو" ہی رہے گی مثلاً

پہاڑہ	۹۰	۸۱	۷۲	۶۳	۵۴	۴۵	۳۶	۲۷	۱۸	۹
جمع	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۹

ایسے ہی آٹھ کا ہندسہ کھل یعنی جو بڑے دوست سے متشابہ ہے اگر اس کا پہاڑہ بلایا جائے تو ہندسوں کی جمع گھٹتی بڑھتی رہے گی مثلاً

پہاڑہ	۸۰	۷۲	۶	۵۶	۴۸	۴۰	۳۲	۲۴	۱۶	۸
جمع	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۴	۵	۶	۷	۸

حاصل کلام۔ بھلے دوست کی دوستی مصیبت اور آرام میں ہمیشہ برابر رہتی ہے اور بڑے دوست کی دوستی کبھی ایک حالت پر نہیں رہتی یعنی جب فارغ البالی، راحت یا اور کوئی مطلب ہوتا ہے تو بڑے آدمیوں کی دوستی دمبدم بڑھتی جاتی ہے جب مطلب نکل جاتا ہے تنگدستی اور اور مصیبت آگھیرتی ہیں تو بڑے آدمیوں کی دوستی دن بدن گھٹنی شروع ہو جاتی ہے۔

تبصرہ۔ یہ تھی قدیم ہندی شاعری جس کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی شاعری بھی لگا نہیں کھا سکتی۔ ہندی شاعروں نے جس موضوع پر شہیب قلم دوڑایا اسے عرش پر پہنچا یا۔

دنیا ادب کی کسی شاعری کو ہندی شاعری کی ہوا تک نہیں لگی۔ ایسے مضامین اور تخیلیات تو کہاں سے پیدا کر سکتی ہیں)

اس کڑے وقت میں بعض صحاب نے تو بالکل آنکھیں پھیرلیں۔ جب اُن کے پاس جایا جاتا ہے تو وہ تجاہل عارفانہ سے کام لیکر فرماتے ہیں "اچھا کیا آپ ہی منشی بھگونت رائے کے فرزند ہیں" حالانکہ وہ پہلے ہی بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ خیر!

بعض والد مغفور کا بغض اور بدلہ ہمارے سے نکالنے کیلئے سینکڑوں

طریقوں سے زک اور تکلیف پہنچانے کی فکر میں ہیں یا ہماری کامیابی کے سدِ راہ ہوتے ہیں۔

مگران حضرات کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ وقت سب کے ساتھ آئیگا اور انہیں یا اُن کی اولاد کو بھی ایسے ہی دربدر بھٹکنا پڑیگا۔

اور بعض والد کیلاش مراتب کے احباب میں سے ایسے بھی فرشتہ خصلت، نیک سیرت، خوش اخلاق، صلح کل اور بلند حوصلہ ہیں کہ جو ان ایام مصیبت اور اس نازک وقت میں ہماری فلاح و بہبودی کے لئے سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ ہم ان کا شکریہ کس زبان سے ادا کریں۔ سر دست ہم اتنا کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اُن کا یہ احسان عظیم ہمیشہ کے لئے ہمارے سر خم کرنے کے لئے کافی ہوگا۔

دراصل مصیبت ہی معیار دوستی کی کسوٹی ہے۔ مصیبت میں ہی انسان یہ سمجھ سکتا ہے کہ صحیح معنوں میں میرا کون ہمدرد، جان نثار اور وفادار کہلانے کا مستحق ہے ؎

مصائب ہی میں یہ انسان سمجھ سکتا ہے اے ساحر
کہ میرا کون ہے غم خوار میرا کون دشمن ہے

ہر روز گلزار دنیا میں بے تعداد پھول کھلتے ہیں مرجھا جاتے ہیں۔ مگر ایسا پھول کوئی ہی کھلتا ہے جو صحیح طرح سے پھول کہلانے کا حق رکھتا ہو، اور اپنی خوشبو سے ایک عالم کو مہکا دے۔

باغ دنیا میں بے شمار پھل روز پکتے ہیں، جھڑتے ہیں استعمال ہوتے ہیں اور سڑتے ہیں مگر ایسا پھل کوئی ہی پکتا جو حقیقی طور پر ظاہری و باطنی خوبیوں کا مالک ہو۔ اور رنج و راحت میں یکساں فیض پہنچانے والا ہو۔

اے گلستان دنیا تو کس قدر شعبدہ باز ہے۔ میں نے تیری سیر کی۔ اور تجھے ظاہرہ خوبیوں اور دلفریبوں میں لاجواب دیکھا۔

نوخیز غنچوں، نیم واکلیوں، نوشگفتہ پھولوں اور عروسانِ چمن کو بھی ظاہرہ حسن و جمال، زیب و زیبایش میں یکتا پایا۔

میں نے باغ عالم کا پتہ پتہ گوشہ گوشہ غرض کہ ہر شئے چھان ماری مگر ہائے افسوس کوئی گل ایسا نہ ملا جسمیں بوئے وفا ہو۔ ظاہر و سب کچھ ہے مگر باطن کچھ بھی نہیں ؎

یارانِ این زمانہ ہمچوں گل انارند
پر رنگ آشنائی بوئے وفا ندارند

تیرے پھل دیکھنے میں نہایت خوش رنگ اور دلفریب معلوم ہوتے ہیں مگر درحقیقت وہ اپنی صفات سے مبرا ہوتے ہیں۔

انسان کو تیری ظاہرہ خوبصورتی، دلکشی، خوش ادائی، اور دلفریبی اپنی طرف کھینچنے میں متناطیس سے زیادہ اثر رکھتی ہے۔ انسان تو انسان حیوان تک تیرے دلکش مناظر کیف پرور نظارے دیکھکر تیرا دل سے والا و شیدا ہو جاتا ہے اور انہیں تجھ سے ایک قسم کی الفت سی ہو جاتی ہے۔ اور الفت ایسی شئے ہے کہ انسان راہ کے نشیب و فراز نہیں دیکھ سکتا یہ تیری ظاہرہ زیب و زینت، دلکشی دلفریبی کو دیکھکر سمجھتا ہے کہ بس اس سے بہتر کوئی شئے نہیں۔ مگر جب تجربہ ہوتا ہے۔ تو اسکی زبان سے یہ لفظ فضائے آسمان میں گونج اٹھتے ہیں "اے باغ دنیا تو بہت شعبدے باز ہے۔ تیری دلفریبیاں، خوش ادائیاں کس قدر چشم انسان کو محو حیرت بنائے ہوئے ہیں درحقیقت تیری دلفریبیاں، سحر طرازیاں چشم بینا کے لئے سرمۂ

عبرت میں تو درحل کاغذی پھولوں کی مانند ہے کہ دیکھنے میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا مگر سونگھنے سے زمین و آسمان کا۔ "تیج"

شائقین رئیس ہند کو خوشخبری

ہمارے دفتر میں صدہا ایسے خطوط موصول ہوتے ہیں جنہیں لکھا ہوتا ہے۔ کہ "ہم جناب کے رسالہ پڑھنے کے بہت شائق ہیں مگر افسوس ناداری کیوجہ سے یہ خواہش پوری نہیں ہوتی۔ آپکو نادار شائقین کیلئے چندہ کم کرنا چاہیے" ہم ملک کی اقتصادی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے اور شائقین کی استدعاؤں کو ملحوظ رکھتے ہوئے رسالہ کا چندہ بجائے آٹھ روپے سالانہ کے ساڑھے پانچ روپیہ سالانہ مقرر کرتے ہیں۔

امید ہے۔ کہ علم دوست اصحاب اس سنہری موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دینگے اور جلد ساڑھے پانچ روپے کا منی آرڈر روانہ فرماکر اپنے نام رسالہ جاری کرالیں گے۔

شرح اجرت اشتہارات

مدت	سالم صفحہ	نصف صفحہ	صفحہ ¼
ایکسال کیلئے	صـــہ ۵۰ /	معـــہ ۲۶ /	صـــہ ۱۵ /
۶ ماہ "	معـــہ ۲۸ /	صـــہ ۱۵ /	ہے /
۳ " "	صـــہ ۱۵ /	لعہ ۹ /	صہ ۵ /
ایک ماہ	معہ /	للعہ /	عا /

شرح چندہ سالانہ

تاجداران	خاص	معاونین و رؤسا نامدار	نادار عوام
عام ۱۰۰	سعہ /	صـــہ	صہ

رویائے صادقہ

پراچین آرین ویدونکی فضیلت

ایک دفعہ سکندر اعظم نے ٹکسیلا کے راجہ پورس پر فوج کشی کر کے اُسے شکست دی قدیم زمانے میں دستور تہا۔ کہ جب کوئی غنیم کسی ملک کو فتح کر لیا کرتا تھا۔ تو وہ اس ملک کی راج دہانی میں دربار عام منعقد کیا کرتا تھا جسمیں کل ملک کے صاحب دول ذی عزت وقابل قدر اشخاص شامل کئے جاتے تھے دربار میں علاوہ تقرر بازگذاری کے مفتوح بادشاہ اپنے ملک کے مشہور اور قابل قدر تحائف فاتح کے حضور پیش کیا کرتا تھا۔

چنانچہ سکندر نے حسب دستور دربار عام قایم کیا اور راجہ پورس سے بجز اور چیزوں کے تحائف مشہورہ بھی طلب کئے۔ راجہ پورس نے علاوہ تحائف پیش کرنے کے ایک ایسا ویدبھی پیش کیا۔ جو اپنی نظیر آپ تہا، جب وہ سکندر کے حضور پیش ہوا۔ تو سکندر نے کہا۔ کہ راجہ صاحب آپکی بہت تعریف کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آپ علم طبابت میں کمال رکھتے ہیں۔ پس آپ بتلائیے۔ کہ مجھے کیا مرض ہے۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ میں نبض دکھلاؤنگا نہ قارورہ۔ نہ حال واسباب بیماری ظاہر کرونگا۔

ویدجی یہ حکم سنکر اور شرائط کی پابندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے محو حیرت ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ سلامت سے عرض کی۔ کہ حضور میری آنکھوں کی طرف دیکھیں۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ ویدجی نے اپنے علم ویدک کے

۱۳۷۸۱۱

زور سے مرض کو سمجھ لیا۔ اور عرض کی۔ کہ جہاں پناہ میں نے مرض کی تشخیص کر لی ہو
بادشاہ نے فرمایا۔ کیا مرض ہے۔
وئید جی نے کہا۔ تخلیہ میں عرض کرسکتا ہوں۔
بادشاہ نے بطور آزمایش علیحدگی میں جاکر دریافت کیا۔ وئید جی نے عرض کیا۔ کہ آپکے مسانہ میں پتھری پیدا ہوگئی ہے۔
بادشاہ یہ سنکر حیران وششدر رہ گیا۔ اور اسکی بے نظیر وید ک کا قایل ہوکر فرمایا۔ کہ اچھا۔ اسکا علاج کرو۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ نہ میں کوئی دوا کھاؤنگا۔ اور نہ کوئی مالش یا ضماد کروں گا۔
وئید جی نے عرض کی۔ بہت خوب حضور کی مرض ایک ماہ تک جاتی رہے گی۔
بادشاہ نے فرمایا۔ اچھا۔ ہمارا کیمپ ایک ماہ تک یہیں رہیگا۔ آپ کو ایک ماہ کی مہلت دیجاتی ہے۔ اگر مجھکو شفا ہوگئی تو میں آپکے راجہ صاحب کا کل مفتوحہ علاقہ واپس کرکے خراج وغیرہ بھی معاف کردوں گا۔ اگر شفا نہ ہوئی تو آپکو قتل کردیا جائیگا۔
وید جی یہ حکم سنکر آداب بجالاکر حیرانی وپریشانی کی حالت میں گھر پہنچے دل میں کہا۔ کہ بادشاہ نہ تو کوئی دوا ہی کھاتا ہے۔ نہ لیپ وغیرہ کی اجازت دیتا ہے۔ شفا ہو۔ تو کیونکر ہو۔ اگر ایک ماہ تک میں بادشاہ کے علاج میں کامیاب نہ ہوسکا؛ تو جان کی خیر نہیں۔ کروں۔ تو کیا کروں۔ انہی ہی خیالات میں ایک دن رات مستغرق رہا۔ اچانک دل میں خیال آیا۔ کہ کیوں نہ اپنے گورو کے پاس جاکر یہ عقدۂ مالاینحل بیان کیا جائے۔ شاید وہاں ہی کوئی کامیابی کی صورت بن پڑے۔ ساتھ ہی یہ بھی خیال آیا۔ کہ گوروجی کو ملے برسوں گذر گئے

نہ معلوم۔ کہاں ہونگے۔ پاسورگ ہی سدھارے ہونگے۔ خیر۔ ویدجی کامیابی اور یاس کی دو متضاد حالتوں میں اپنے گوروجی کے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے ویدجی وہاں پہنچکر کیا دیکھتے ہیں۔ کہ گوروجی کی کٹیا کے آگے دُور دُور کے سینکڑوں مریض قطاریں باندہے بیٹھے ہیں۔ اور گوروجی یکے بعد دیگرے نبضیں دیکھتے جاتے ہیں وہ بھی دوسری قطار میں بیٹھ گئے۔ جب گوروجی نے ویدجی کی نبض دیکھی۔ تو اشارہ کرکے کہا۔ کہ کٹیا کے پاس بیٹھ جاؤ۔ مگر ویدجی بجائے اس جگہ بیٹھنے کے جہاں کہ گوروجی نے کہا تہا۔ تیسری قطار میں جا بیٹھے۔ جب پھر تیسری قطار میں گوروجی نے ویدجی کی نبض پر ہاتھ دہرا مسکرا کر فرمایا۔ کہ میں پہلے ہی تمہاری نبض دیکھ چکا ہوں۔ جاؤ کٹیا کے پاس بیٹھ جاؤ۔

جب گوروجی سب مریضوں کی نبضیں دیکھ چکے۔ تو اپنی جائے نشست پر بیٹھکر سب کے نسخے لکھدیئے۔ اور رخصت کردیا۔ پھر ویدجی سے مخاطب ہوکر کہا۔ آپ فلاں تو نہیں؟ جو میرے شاگرد تھے۔

ویدجی نے فوراً پاؤں پکڑ لئے۔ اور عرض کی آپ کو کیسے خبر لگی۔ گوروجی نے فرمایا کہ میں نے سُنا تہا۔ کہ ہمارے فلاں شاگرد نے سب غلطیاں کر رکھی ہیں۔ میں سمجھ گیا۔ کہ آپ وہی ہیں۔ کہو کیسے آئے۔

ویدجی نے عرض کی۔ گوروجی کیا کہوں۔ ایک مصیبت پڑی ہے۔ اس کے علاج کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

گوروجی بولے کیا معاملہ ہے۔

ویدجی نے تمام سرگذشت بیان کی۔

گوروجی نے کہا۔ کہ آپ فکر مت کریں۔ کھانا کھائیں۔ سب انتظام

ہوجائیگا۔

چونکہ گورو اور شش بہت دیر کے بعد ملے تھے اس لئے دو چار دن یونہیں گذر گئے۔ ویدجی نے کہا۔کہ گوروجی ایام مہلت کم ہوتے جارہے ہیں کیا آپنے کوئی ترکیب نکالی۔

گوروجی نے جواب میں کہا۔میں تدبیر کر رہا ہوں۔

اگلے روز گوروجی نے ایک دواؤں کا پنکھا طیار کرکے ویدجی کو دیکر کہا۔کہ جاؤ۔یہ پنکھا لے جاؤ۔جب بادشاہ کو گرمی لگے۔تو اس پنکھے سے ہوا کیجائے

ویدجی خوشی خوشی سکندر اعظم کے کیمپ کی طرف روانہ ہوئے۔اور اپنی حکمت عملی سے کہ ایک نفر کو کچھ لالچ دیکر گانٹھ لیا۔اور اسکو وہ پنکھا دیکر کہا۔کہ جب بادشاہ کو گرمی لگے۔تو اس پنکھے سے ہوا کرنا

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔بادشاہ کی مرض روز بروز کم ہونے لگی۔غرض کہ ایک ماہ میں بادشاہ بالکل اچھا ہوگیا۔اور بہت خوش ہوا۔وید کو حسب عدہ بہت انعام واکرام دینے کے علاوہ راجہ پورس کا کل مفتوحہ علاقہ بھی واپس کر دیا۔

جب سکندر کا کیمپ اٹھنے لگا۔تو راجہ پورس ملاقات کیلئے آیا واپسی علاقہ کا شکریہ ادا کیا۔اور عرض کی۔کہ کوئی خدمت میرے لایق فرمائیے بادشاہ سکندر نے کہا کہ میں آپ سے بہت خوش ہوں آپ اپنے وید کو ہمارے ساتھ بھیجدیں۔راجہ پورس نے کہا۔کہ اگرچہ وید مجھے جان سے عزیز ہے مگر مجھے آپکے فرمان کی مطابعت ہر طرح منظور ہے لے جائیے۔

بادشاہ نے وید کو ساتھ لیکر کوچ کیا۔اور کیمپ اگلے روز ایک دریا کے کنارے لگا۔

رات کو جب بادشاہ سو رہا تھا۔ تو مینڈکوں کی آواز سے وہ چونک پڑا بادشاہ نے مصاحب کو بلاکر کہا۔ کہ مینڈکوں کو شور مچانے سے بند کرو۔

بادشاہ کا حکم تھا۔ کہ اگر ۲ دفعہ میرے حکم دینے سے حکم کی تعمیل نہ ہوگی تو قتل کا حکم دیدیا جائیگا۔

مصاحب حیران تھا۔ کہ ایسے ناممکن حکم کی کیونکر تعمیل ہو اتنے میں بادشاہ نے پھر کہا: "مینڈکوں کو بند کرو"

دوبارہ حکم کا سننا تھا۔ کہ مصاحب کے ہوش جاتے رہے۔ فوراً اسی دید کو بلاکر کہا۔ کہ بادشاہ سلامت کا حکم ہے۔ کہ مینڈکوں کو بولنے سے بند کرو۔ ورنہ قتل کردیئے جاؤ گے۔

ویدجی نے بحر فکر میں غوطہ لگایا۔ اور جواب دیا۔ کہ دس بارہ بکرے کٹوا کر انکی انتڑیاں دریا کے کنارے گرادو۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مینڈک کھانے میں مشغول ہوگئے اور آواز آنی بند ہوگئی۔ بادشاہ سو گیا۔

بادشاہ نے صبح اٹھکر مصاحب سے دریافت کیا۔ کہ رات ہم نے مینڈکوں کو خاموش کرانے کا حکم دیا تھا۔ جس کی تعمیل ناممکن تھی۔ تم نے اسکی کس طرح تعمیل کی۔

مصاحب نے دست بستہ عرض کی۔ کہ جہاں پناہ یہ سب کچھ وید صاحب کی عقلمندی کا نتیجہ ہے۔ ویدجی نے مجھے صلاح دی۔ کہ دس بارہ بکروں کی انتڑیاں دریا کے کنارے گرادو۔ مینڈک اُن پر آلگے گے آواز آنی بند ہوجاویگی۔

بادشاہ نے ویدجی کو بلایا۔ اور کہا۔ کہ ہم آپ سے بہت خوش ہیں مانگو

کیا مانگتے ہو۔

ویدجی نے کہا۔ حضور کا دیا سب کچھ ہے۔

بادشاہ نے کہا۔ کہ اور کچھ مانگو۔

وید نے عرض کی۔ اگر حضور کچھ بخشنا ہی چاہتے ہیں۔ تو مجھے اپنے وطن جانیکی اجازت بخش دیں

بادشاہ نے کہا اور سب کچھ مانگ سکتے ہیں۔ مگر وطن جانیکی اجازت نہیں مل سکتی۔

"تنگ آمد بجنگ آمد" وید نے کہا۔ اگر آپ مجھے وطن جانے کی اجازت نہیں دینگے۔ تو آپکی جان کی خیر نہیں۔

بادشاہ یہ کیسے ؟

وید۔ بس ویدک کے زور سے جس طرح بغیر دوا پلائے اور مالش وضماد کئے بغیر حضور کی مرض کا علاج کیا تھا۔ اگر شک ہو۔ تو ایک عمر قیدی کو بلاکر آپ امتحان فرما سکتے ہیں۔

چنانچہ ایک عمر قیدی کو بلایا گیا۔ ویدجی نے اسکی نبض دیکھی اور ایک مصاحب سے کہا۔ کہ اسکو ۲ تولہ شربت نیلوفر پلادو۔ چنانچہ جب شربت پلایا گیا۔ تو وہ قیدی فوراً مر گیا۔

بادشاہ حیران تھا۔ کہ نہ تو وید نے زہر ہی دی۔ نہ کوئی مہلک دوائی فقط ۲ تولہ شربت نیلوفر پلانے کے لئے کہا ہے سو وہ بھی مصاحب نے اپنے پاس سے دیا ہے۔ وید نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔

پھر بادشاہ نے حیرانی کے لہجہ میں وید سے دریافت کیا۔ کہ اس قیدی کی ہلاکت میں کیا راز ہے۔

وید نے عرض کی۔ کہ اس کا سردی کا خلطہ اس قدر بڑھا ہوا تھا۔ کہ اگر اُسے ذرا بھی امداد دی جاتی تو فوراً وہ خلط سب خلطوں پر غالب آکر موت کا باعث ہوتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بادشاہ یہ سُنکر دنگ رہ گیا۔ اور طوعاً و کرہاً وید کو اپنے وطن جانیکی اجازت دیدی۔

وید آداب بجالاکر خوشی خوشی اپنے وطن چلا آیا۔

سچ ہے۔ الفت وطن اسی کا نام ہے۔ ایک محبِ وطن اپنے وطن کے مقابلہ میں بہشت کو ہیچ سمجھتا ہے۔ دنیا کے تمام آرام و آسائش اسکی نظروں میں کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ زمانہ بھر کے دھن دولت کو حقیر سمجھتا ہوے

حبِ وطن از ملک سلیماں خوشتر

خارِ وطن از سنبل و ریحاں خوشتر

یہ تھی قدیم آرین ویدک کی فضیلت۔ جس پر ہم جتنا ناز کریں۔ بجا ہے اسی لئے قدیم زمانہ میں بہت ہی کم مریض نظر آتے تھے۔ اور کوئی ہی اپنی عمر طبعی سے پہلے اس جہاں کو خیر باد کہتا تھا۔ چنانچہ اس بات کو خود یونانی سیاح میگھستینز نے اپنے سفرنامہ میں تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے۔ "کہ مجھے ہندوستان میں کوئی ہی مریض نظر آتا ہو۔ ورنہ سب دولت صحت سے مالامال ہیں۔ اور نہ ہی کوئی اپنی عمر طبعی سے پہلے اس جہاں سے کوچ کرتا ہے"۔ دراصل اب ہم قدیم طرز معاشرت اور اصول زندگی سے بالکل بیخبر ہیں۔ تب ہی طرح طرح کی مصیبتوں کا شکار ہو رہے ہیں۔

کاش ہم اپنی قدیم طرز معاشرت اور اصول زندگی کو سمجھیں اور پھر ان طرح طرح کی بلاؤں سے نجات حاصل کر کے شاہراہ ترقی پر گامزن ہوں آمین (تیج سنا ئی)

رئیس الکلام

ریاست پٹیالہ کے تاجداران روز قائمی ریاست سے خالص راجپوتی رسم ورواج کے پابند ہیں۔ چنانچہ جملہ ہندی تہوار بڑی صدق ارادت سے منائے جاتے ہیں۔ امسال دسہرہ کا دربار عام قلعہ معلیٰ میں بڑی شان سے منایا گیا راجہ ہر چند سنگھ اور سردار جے سنگھ سردار صاحبان ڈیوڑھی معلی نے مراسم درباری بخوبی ادا کرائیں۔

اس سال بہت سے شعرا کو شہرت قدر دانی دربار عالی میں کھینچ لائی تھی۔ اس مبارک تقریب پر جناب تیج سنامی خلعت الرشید سردار دیوان رائے بھگونت رائے بھارسنامی بیکنٹھ باشی نے اپنے پشتینی جذبات جان نثاری و وفاداری سے متاثر ہو کر اپنے والد بزرگوار کی طرح پہلی دفعہ قصیدہ پڑھا مضمون کی سادگی بلند آہنگی اور طرز بیان نے ایک خاص سماں پیدا کیا۔ سرکار والا نے بدست خاص قبول فرمایا۔ ہم جناب موصوف کو پہلی دفعہ ایسی غیر معمولی مقبولیت اور کامیابی پر صدق دل سے مبارکباد دیتے ہیں وہ قصیدہ جناب موصوف کی اجازت سے بڑی خوشی سے رئیس ہند کے دستر خوان پر سجایا جاتا ہے تاکہ علم دوست احباب بھی اس دعوت علمی سے بہرہ یاب ہو سکیں۔

(ایڈیٹر)

جذبات تیج

سچّے دل سے تو محافظ ہے ہر ایک انسان کا خون ہو تیری رگوں میں راجپوتی شان کا
ہے یہاں چرچا مساوی وید کا قرآن کا رعب سے تیرے مٹا ہو نام تک شیطان کا
تو مجسم دیوتا ہو حسن اور اخلاق کا
تو نے پٹیالہ میں گویا بیج بویا اتفاق کا

آپکی تقریر میں بہت ہی بڑی تاثیر ہے دشمن بے دل کے واسطے شمشیر ہے
دید تیری ہر مرض کے واسطے اکسیر ہے خوش بیانی سب دلوں کو کر رہی تسخیر ہے
بھوپ اندر سنگھ بہادر تا ابد زندہ رہیں
باغ عالم میں ہمیشہ دمبدم پھولیں پھلیں

گلستان پھولا پھلا دایم رہے فصل بہار دشمنان پھول ہوں دنیا میں خستہ اور خوار
خدمتوں میں تیری جسنے جان تک کر دی نثار یہ دعاگوئے قدیمی ہے اسیکی یادگار
عالموں کے قدرداں ہو نیک ہو فیاض ہو
ہر مرض کے تم مسیحا ہو بڑے نباض ہو

ہو مبارک یہ دسہرہ شہریار ذی وقار دولت و اقبال و شوکت ہو رہی ہیں سب نثار
ہے دعاگو تیج کرتا یہ دعا اب بار بار یہ رہیں قایم ہو جبتک دہر میں لیل و نہار
گلشن پژمردہ کو ہو اب تمنائے بہار
ہو نگاہ لطف شاہا ہمیں آجائے بہار

مندرجہ ذیل غزل جناب صابر میاں صاحب صابر سنامی کا نتیجہ فکر ہے۔ آپ سنام کے مشہور شاعروں میں سے ہیں سادگی اور روانی آپ کا جوہر ہے۔ ہم نہایت خوشی سے لسے دسترخوان پر سجاتے ہیں۔

تیج

زمزمۂ تغزل

کہانتک میرے زخموں کے لگائیگا مسیح ٹانکے　　کلیجے کے جگر کے دل کے، من کے جسم کی جاں کے
نہ چھیڑو ہمدمیں ہمکو کہ ہم تو خود ستائے ہیں　　الم کے درد کے، حسرت کے غم کے شب ہجراں کے
بہت ہی واسطے اسکو دیئے پر شمع نہ مانا　　خدا کے احمد مرسل کے، قرآں کے سلیماں کے
صنم جب بے نقاب آیا تو آیا داغ چہرہ پر　　ثریا کے ستاروں کے، مہر کے ماہتاباں کے
شب ہجراں میں بیتابی سے ہم نعرے لگاتے ہیں　　فغاں کے آہ کے فریاد کے، شیون کے سوزاں کے

صنم کے گیسوئے مشکیں سے جھونکے آتے ہیں صابر
ختن کے، عنبر کے مشک کے، سنبل کے ریحاں کے

شان تغزل

خیالِ یار اس دل کو کوئی دم شاد رہنے دے　　ستا اتنا نہ ہمکو اے کسی کی یاد رہنے دے
مرا دل ہے مری جاں ہے تجھکو کیا واسطہ ناصح　　مجھے برباد رہنے دے مجھکو ناشاد رہنے دے
ستانا ہم غریبوں کو نہیں اتنا فلک اچھا　　کوئی طرز جفا باقی ستم ایجاد رہنے دے
یہ دل قابو میں تیرے ہی میں رکھا ہوں گدا تیرا　　مجھے آباد کر دے یا یونہی برباد رہنے دے
کوئی حسرت نہیں نکلی میری حسرت بھرے دل سے　　میں غنچہ ہوں ابھی کچھ دن مجھے صیاد رہنے دے

ہیں تو سختیوں میں بھی تری اک لطف آتا ہو ضرورت لطف کی کیا ہو جفا بیداد رہنے دے
کسی کا دوش کیا ای دل یہ جب تیری شرارت ہو نہیں کہتا تجھو فریاد پھر فریاد رہنے دے
دل ناشاد روتا ہو ادائیں قتل کرتی ہیں نہ یہ ہی شاد رہنے دے نہ وہ ہی شاد رہنے دے
دل محبوب تو لیا اگل زمانہ کانپ اٹھا ہو اثر اپنا نہ دکھلا او رلے فریاد رہنے دے
یہ مانا تیری قسمت میں تو رونا ہو مگر اودل مجھے تو کوئی دم باغ جہاں میں شاد رہنے دے

تیرے دل سے نہیں بہتر، کوئی دل جب تُ مانے میں
تو دلکو کوئی تیرے تیج کیونکر شاد رہنے دے

(تیج سنامی)

اعلان

رسالہ رئیس ہند کے اگلے پرچہ کا نام بہار نمبر ہوگا۔ جسمیں سردار دیوان رائے بھگونت رائے بہار سنامی ایم اے، ایس ای، ایم پی ایچ ایس بیکنٹھ باشی کی علمی و ادبی، اصلاحی و مجلسی، تاریخی و تمدنی قابلیت پر روشنی ڈالی جائیگی۔ اور مرحوم کے سنہری کارنامے لاجواب تصنیفات و تالیفات کے مکمل ذکر کے علاوہ مغفور کے خاندانی اعزاز اور مختصر سوانح عمری کا بھی ذکر کیا جائیگا جو اصحاب کوئی مرثیہ یا تاریخ وفات وغیرہ بھیجنا چاہیں سو وہ ۱۹ ستمبر تک دفتر ہذا میں بھیجدیں۔ مرحوم نے اس جہان فانی سے ۲۲ اگست ۱۹۳۲ء کو رحلت فرمائی تھی۔

عدالتی اشتہارات درباروں کے پے در پے اصرار پر ہم نے عدالتی اشتہارات چھاپنے کا انتظام کرلیا ہے۔ اس لئے ہم اپنے درباروں سے نہایت ادب سے التجا کرتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے عدالتی اشتہارات دفتر ہذا میں ارسال فرمائیں

(ایڈیٹر)

مشاغل علمی و تقریظات

شان پولیس مصنفہ لالہ شب چند صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس ریاست پٹیالہ سائز ۲۲×۲۶/۸ حجم ۱۰۰ صفحہ مزین بہ چہار تصاویر لکھائی چھپائی کاغذ اور تیاری سب اعلیٰ قیمت دو روپیہ (عہ/

دنیا میں اسی انسان کا پیدا ہونا مبارک ہے جس کی پیدایش سے خاندان کی عظمت کو چار چاند لگیں۔ دنیا میں انسانی پیدائش کی روزانہ اوسط ہزاروں کی ہے۔ مگر وہ ہرگز ہرگز "حقیقی انسان" کہلانے کے مستحق نہیں۔

سردار شب چند صاحب (جنکی تصویر زیر صحیفہ ہے) سنام کے معزز آوری خاندان کے رکن ہیں آپکے مورث اعلیٰ بابا پاکھر مل جی نے شہنشاہ اکبر کے عہد میں فوجی جنگی خدمات نہایت دانشمندی سے انجام دیں۔ آپکے چند اور قابل احترام بزرگ ریاستہائے پٹیالہ، نابھہ، مالیر کوٹلہ میں دیوان۔ بخشی وغیرہ وغیرہ کے جلیل القدر عہدوں پر متمکن رہے۔ چنانچہ آپ بھی تعلیم و تربیت سے فارغ ہو کر یکم ساون سمت ۱۹۵۲ کو سارجنٹ بھرتی ہوئے۔ اس سے بڑھکر آپکی خداوند قابلیت بسلسلہ دیانتداری اعلیٰ کارگذاری۔ خاندانی مفوضہ ذہانت و ذکاوت و صداقت۔ انصاف پرور اور فرائض شناسی کی اور کیا روشن دلیل ہوسکتی ہے۔ کہ آپ معمولی کنسٹبل بھرتی ہو کر ترقی کرتے کرتے سپرنٹنڈنٹ پولیس کے معزز ترین اور ذمہ دار عہدہ تک پہونچ گئے۔

آپنے کامل تیس سال مدت ملازمت میں وہ وہ نازک واہم خدمات و کارنمایاں کئے۔ اور وہ وہ محو شدہ پرانے سنگین مقدمات برآمد کرائے۔ جسے ریاست بھر کے لوگ مدتوں تک فراموش نہیں کرسکتے اور جو ہمیشہ انکے دلوں میں آپ کی یاد

تازہ رکھیں گے۔ دوران تفتیش گولیوں کی بوچھاڑ میں سینہ سپر ہوکر قوی اور سفاک قاتلوں ڈاکوؤں سے ہنگامہ آرا رہ کران معرکوں میں آپنے شجاعت کے وہ جوہر دکھائے۔ جو محتاج بیاں نہیں۔ اور جو آپ کو آپکے معاصرین پولیس میں ممتاز بنائے ہوئے ہیں۔

آپکا بوجہ اعلیٰ کارگذاری انصاف پروری و بے تعصبی ہر طبقہ کے لوگوں کے دلوں میں احترام رہا ہے۔ شری حضور اٹل پرتاپی پرجا پالک مہاراجہ ادھیراج ہند رہادر دام حشمتہ نے آپکی اعلیٰ کارگذاری سے خوش ہوکر ازراہ قدردانی آپ کو ہزاروں روپیہ انعام و سارٹیفکٹ و خلعت ہا عطا فرمائے۔ اور بعد پنشن آپنے پولیس کی اصلاح و بہبودی کی غرض سے اس مقدس فرض کو محسوس فرمایا۔ جو آجتک کسی سپرنٹنڈنٹ پولیس توکیا کسی انسپکٹر جنرل کے خیال تک نہ بھی نہ آیا تھا۔

چنانچہ تین سال کی شب و روز کی محنت و مشقت تلاش و جستجو مستعدی و سرگرمی سے ایک ایسی کتاب شان پولیس لکھ ڈالی۔ جو آئندہ نسلوں کے لئے چراغ ہدایت بن کر اور گمراہیوں کو راہ راست پر لاکر پولیس کو صحیح معنوں میں محافظ امن کہلانے کی مستحق بنا دیگی۔

شان پولیس کی پہلی جلد ہمارے میز پر ہے جسکو مصنف کے تینتیس ۳۳ سالہ ملازمت پولیس کے تجربات کا نچوڑ کہنا بجا ہے اور یہ جس مقصد کو مدنظر رکھکر جس اصلاحی پیرائے میں لکھی گئی ہے۔ وہ قابل تحسین ہے یہ کتاب اہل پولیس کے لئے خصوصاً اور عوام الناس کیلئے عموماً نہایت سبق آموز اور مفید ہے۔ اور جس صداقت و صاف گوئی کو پیش نظر رکھکر جو آپ کا طرہ امتیاز ہے۔ دلیری و جرات سے آپنے پولیس کے حسن و قبح پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ قابل

ہزار ستائیش ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں پولیس کا وجود باعث رحمت ہی۔ پولیس کیوں بدنام ہے۔ رشوت۔ تشدد۔ بھرتی۔ جھوٹے مقدمات بنانا۔ مجرمان کی نگرانی کے طریقے۔ صاحبان انچارج تھانہ کے کام کی باتیں وغیرہ وغیرہ کے زیر عنوان جو بحث کی ہے۔ اصول بیان کئے ہیں۔ وہ قابل صد آفرین ہے۔ حقیقتاً ان اصولوں پر عمل کرکے پولیس صحیح معنوں میں پولیس بن سکتی ہے اور وہ بدنما داغ جو پولیس کے دامن پر لگے ہوئے ہیں۔ بہت جلد دور ہو سکتے ہیں۔ غرضکہ کتاب ظاہری و باطنی خوبیوں سے بھری پڑی ہے۔

شان پولیس حقیقتاً شان پولیس ہے۔ اور اسکے اصولوں پر قایم رہنے ہی بخوبی پولیس کی شان قایم رہ سکتی ہے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ مصنف اور اسکی تصنیف کو شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہو اور نوجوانان پولیس کی اصلاح و بہبودی کے لئے کارآمد اور مشعل ہدایت ثابت ہو۔

شان پولیس حصہ دوم و سوم بھی زیر طبع ہیں۔ ناظرین اس کی انتظار فرمائیں۔

ملنے کا پتہ

لالہ نند لال جینی بک سیلر

صدر بازار پٹیالہ

بہارِ خیالات

طلسماتِ عشق!

سحر اول

یکم جولائی کی رات ہے ۹ بج چکے ہیں، چاندنی اپنے نور سے عالم کو منور کر رہی ہے جس طرح بجلی کے سامنے لیمپ کی کوئی حقیقت نہیں ٹھیک اسی طرح چاند کی درخشانی سے ستارے مدہم پڑ گئے ہیں؛ آج رات کو بی۔ اے کے رزلٹ نکلنے کی افواہ گرم ہے

بی۔ اے کے طالب علم نہایت اضطرابی اور بے قراری سے رات کی ½ ۱۰ بجے والی گاڑی کا انتظار کر رہے ہیں۔

چاند اور اس کے دوست رام اور **کرشن** بھی (جنہوں نے کہ امسال بی۔ اے کا امتحان دیا ہے) اخبار میں اپنا رزلٹ دیکھنے کیلئے ریلوے اسٹیشن پر جا رہے ہیں وہ ریلوے پلیٹ فارم پر پہنچے ہی تھے کہ ریل کی سیٹی سنائی دی۔ طالب علم عید کے چاند کی طرح گاڑی کا انتظار کر رہے تھے اتنے میں گاڑی پلیٹ فارم پر آگئی۔

چاند اور اس کے دوست اطمینان اور اضطرابی کی دو متضاد حالتوں میں بک ویں کی طرف بڑھے اور اخبار فروش سے یوں مخاطب ہوئے

چاند کیوں بھئی! آج کے اخبار میں بی۔اے کا رزلٹ نکلا ہے۔

اخبار فروش نے چاند کے ہاتھ میں ایک اخبار دیکر کہا اس میں بی۔اے کا رزلٹ ہے۔

یہ دیکھکر اُن کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ وہ تینوں فسٹ ڈویژن میں پاس ہوئے ہیں۔

ٹرین نے سیٹی دی اور پھک پھک کرتی ہوئی اپنا راستہ طے کرنے لگی۔

چاند اور اُس کے دوست رام اور **کرشن** خوشی میں پھولے نہ سماتے ہنستے کھیلتے تیزی سے اپنے گھروں کی طرف قدم بڑھانے لگے۔

جب وہ مال روڈ سے گزر رہے تھے تو دفعتہً چاند کی نظر ایک دوشیزہ پر پڑی۔ جو سراپا حسن کی مجسم تصویر تھی۔ نظریں چار ہوتے ہی چاند کا دل بے قابو ہوگیا۔ اور اس نے اپنے کھوئے ہوئے دل کو اُس پیکرِ حسن میں تلاش کرنے کیلئے ایک نگاہ غلط انداز سر سے پاؤں تک ڈالی نتیجہ یہ ہوا ؎

وہ اک نگاہِ ناز سے بیمار کر گئی۔

اُس کے لاجواب حسن کو دیکھکر کہنا پڑتا ہے۔ ؎

آئینہ تاب تیری دیکھ کے حیراں ہوتا
سامنے چاند بھی آتا تو پشیماں ہوتا

آفتابی چہرہ پر موئے سیاہ کہ اگر انہیں سرخ ریشمی فیتے کی قید سے آزاد کر دیا جائے تو بلاشبہ مار پیچاں کی صورت ایڑی سے لپٹ جائیں اُن کی چمک دمک سیاہ بادلوں میں برق درخشاں اُن کی سیاہی سیاہ دل انسان کے سینہ سے زیادہ زہر ہلاہل۔ اُن کی بناوٹ حسینان جہاں سے نرالی، توبہ کی شکستگی کیلئے بس یہی ایک نظارہ کافی تھا۔ اگر ہاتھی دانت پر سیب سی سرخی نمودار ہو جائے تو شاید ان کی رخساروں سے تشبیہ دینے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے پیشانی سراسر شکل نورانی۔ یا زاہد کے لئے

بلائے ناگہانی سرخ قشقہ جیسے طشتِ طلائی میں لال، ابرو خنجر آبدار چال مستانہ آواز سریلی صحیح معنوں میں اقلیم حسن کی ملکہ

وہ حسن کی دیوی تو پاس سے گزر گئی مگر چاندا اسکی چاند سی موہنی صورت دیکھنے کیلئے بار بار منہ پھیر کر دیکھنے لگا۔ مگر تھوڑی دیر میں اُس کی پیاری صورت آنکھوں سے اوجھل ہوگئی چاندا اور اس کے دوست اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوگئے۔

رات کے ۱۲ بج چکے ہیں، سب میٹھی نیند کے مزے لے رہے ہیں۔ حسینانِ جہاں محو خواب ناز ہیں۔ مگر ایک چاند ہے جسے رات گزارنی دشوار ہو رہی ہے۔ ہزار ہا قسم کے خیالات اُس کے میدان خیال میں چکر لگا رہے ہیں۔ آرزوؤں کی بزم میں ایک پریشانی سی بپا ہے دل دھڑک دھڑک کر پیغام یار دے رہا ہے اتنے میں گھنٹے نے ایک بجایا مگر سچ ہے ؎

جس کا دل دلبر میں ہو اُس کو کب آتی ہے نیند
کروٹیں لیتے ہی لیتے صاف اڑ جاتی ہے نیند

رات کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اس کو تھپک تھپک کر سلانا چاہتی ہے مگر بے سود، ایک ایک سیکنڈ ایک ایک سال نظر آ رہا ہے غالب نے کیا خوب کہا ہے ؎

کاوے کاوے سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر... کا

اسی حالت میں صبح صادق کا ظہور ہوگیا چاندا اٹھا اور ضروریات صبح سے فارغ ہو کر اپنے کمرے کی آرام کرسی پر بیٹھ کر کسی خیال میں محو ہوگیا اور بڑی اضطرابی سے رات کا انتظار کرنے لگا۔ خدا خدا کرکے رات ہوئی۔ وہ اپنے

اپنے دوست رام اور کرشن کے ساتھ مال روڈ کی طرف نکل گیا۔ وہ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ پھر اسی کے نورانی چہرے نے چاند کی آنکھوں کو منور کر دیا۔ اسکی ہر بات ہر ادا چاند کے خرمن دل پر بجلی کا کام کر رہی تھی اسکی رفتار قیامت اور آواز تسکین قلب تھی مگر تھوڑی دیر میں یہ طلسم ٹوٹ گیا اور سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے پھر تو چاند کو رات کی سیر ضروریات زندگی سے نظر آئی کچھ دنوں تک وہ اسی طرح ہر شب آتا اور مصنوعی تسکین قلب نہیں! نہیں!! آتش عشق بھڑکاتا مگر ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

جذبۂ عشق حقیقی رنگ لائے بغیر نہ رہا اس کے دل میں بھی محبت کی آگ بھڑک اٹھی۔ ایک دن جبکہ وہ حسب دستور سیر کیلئے جا رہی تھی تو اس نے مال روڈ پر چاند کو محبت کی نظروں سے اس طرح پر دیکھنا شروع کیا جس طرح کسی پر پیار اور الفت ظاہر کرتے وقت دیکھا کرتا ہے چاند نے بھی نگاہیں اس کے چہرے پر ڈال دیں آنکھوں ہی آنکھوں میں باتیں ہونے لگیں آنکھیں ملتے ہی ان کے جذبات ایک دوسرے پر آشکارا ہو گئے مگر یہ طلسم جلدی ہی درہم برہم ہو گیا چاند پھر کسی خیال میں غرق ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مہ جبیں اپنی ہمجولیوں کے ساتھ گھر کی طرف روانہ ہوئی تو چاند بھی کچھ سوچکر پیچھے پیچھے ہو لیا۔ اُس نے بھی اُسے اپنے پیچھے آتا دیکھ لیا۔ وہ جب اپنے مکان کے سامنے پہنچی۔ تو سب سہیلیاں "بہن جی رام رام" کہکے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئیں۔ وہ اپنے مکان کے دروازے کے قریب ہی پہنچی تھی کہ چاند اس کے سامنے سے آہستہ آہستہ گزرنے لگا۔ اس کے دل میں چاند سے محبت تو پہلے ہی پیدا ہو چکی تھی۔ وہ چاند کو دیکھ کر ذرا آہستہ ہو گئی ایک دفعہ

پھر محبت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور چلنے ہی لگی تھی کہ چاند کے ہاتھ سے اُس نے کوئی کاغذ کا پرزہ اپنی طرف گرتے دیکھا۔ اُس نے وہ کاغذ بڑی سرعت سے اٹھالیا اور افشائے راز کے خوف سے جلدی مکان میں داخل ہوگئی۔ اور اپنے کمرے میں جاکر وہ کاغذ پڑھنا شروع کیا۔ جس کی نقل یہ ہے :۔

ازمقام محبت اے میری امیدوں کی دنیا اے میری زندگی کے سہارے میری پریم پُورک نمستے سویکار یکم جولائی کی رات میرے لئے قتل اور شب برات کی رات تھی۔ قتل کی رات تو اس طرح کہ اس رات سے آجتک میری پریشانیوں اور بیچینیوں میں اضافہ ہو رہا ہے درد فرقت رنج والم جیسے جیسے مرض ستا رہے ہیں اور شب رات کی رات اس طرح کہ اس کا انجام خوش گوار معلوم ہوتا ہے کیونکہ انسان جس قدر دُکھ اٹھاتا ہے تو ضرور اس کے بعد اتنا ہی سکھ دیکھتا ہے جس دن سے آپ کے تیر نظر نے گھائل کیا ہے اس دن سے آپکے خیال کے سوا دنیا کا کوئی خیال میرے دل میں نہیں ہے ہر وقت آپ کی دلکش صورت میری آنکھوں کے سامنے رہتی ہے آپکے ملنے کے سوائے دنیا کی کوئی آرزو میرے دل میں نہیں ہے میری زندگی اور موت کا سوال آپ کے ہی ہاتھ میں ہے۔ اور میری تشنہ کامی صرف آپکے ہی شربت دیدار سے بجھ سکتی ہے، امید کامل ہے کہ جواب سے جلد سرافراز فرمایا جائے گا۔ خدا کرے تساہل رہنمانہ ہو۔

جواب کا طالب

آپ کا چاند

جب اُس نے یہ کاغذ یا بالفاظ دیگر پیغام عشق پڑھا تو اُسکے دل میں بھی دریائے عشق لہریں مارنے لگا۔ اس نے بھی اسی وقت اس کا یہ جواب لکھنا

شروع کیا۔

پیارے چاند آپ کا محبت بھرا پرچہ عین اُس وقت ملا۔ جبکہ میری خواہش تھی۔ یکم جولائی کی رات میرے لئے بھی پیغام عید تھی میرے دلمیں بھی آپ کی محبت کا دریا موجزن ہے آپ کی موہنی صورت میرے دل کی زینت ہے لیکن آجکل کے اکثر نوجوان رسم وفا سے ناآشنا ہوتے ہیں اور کشتی عشق کو منجدھار میں ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ عشق کامل کسی ہی کے دل میں ہوتا ہے۔

میں آج سے نہیں نہیں اُس دن سے جبکہ ہماری آنکھیں دوچار ہوگئیں آپ کی ہوچکی ہوں۔ میری آنکھوں کو منور کرنے والا میرے دل کے کنول کو کھلانے والا سوائے آپکے کوئی نہیں۔

میں ہوں آپکی شوشیلا

اب چاند کا حال سنئے وہ جب سے کاغذ گرا کر گیا اس وقت سے اسکی بےچینی میں اور بھی اضافہ ہوگیا ایک خیال آتا تھا ایک جاتا تھا دل پر خوف وہراس طاری تھا وہ ایسی بےچینی کی حالت میں گھر پہنچا سونا چاہا مگر نیند کہاں۔ تفکرات اندیشات جیسے موذی مرض اس کو کب سونے دیتے تھے اور وہ بول اٹھتا ہے سے۔

اک ہوک جگر میں اٹھتی ہی اک درد سا پیدا ہوتا ہی
میں رات کو جاگا کرتا ہوں جب سارا عالم سوتا ہے

اسی حالت میں رات کے بارہ بج گئے ہر طرف ہو کا عالم ہے سائیں سائیں کی مہیب آواز ڈراؤنی شکل پیدا کر رہی ہے ہر طرف غضب کا سناٹا چھایا ہوا ہے دنیا دن بھر کی مصیبتوں سے ہار کر آرام کی نیند سو رہی ہے آواز

انسانی کا نام نہیں معمولی سی درختوں کی سنسناہٹ بڑی پر زور معلوم ہوتی ہے
غرض انسان تو انسان حیوان تک بھی نیند کے نشے میں سرمست ہیں۔ مگر ایک
چاند ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے محو خواب نہیں کر سکتی۔ سچ ہے

مثنوی

خلقت خدا کی سوتی ہے غافل پڑی ہوئی
اور رات سائیں سائیں ہو کرتی کھڑی ہوئی

سوتا گدا ہے خاک پر اور شاہ تخت پر
ماہی بزیر آب اور طایر درخت پر

ہے بے خبر پڑا جو بچھونوں پر گھر میں ہے
دامان دشت پر کوئی سوتا سفر میں ہے

گھوڑے پر اپنے اونگ گیا ہے سوار بھی
چوکا ہے بلکہ رہزن نابکار بھی

القصہ ہے امیر یا کوئی فقیر ہے
عورت ہے یا کہ مرد جواں ہے کہ پیر ہے

بچہ کہ ماں کی گود میں ہو بلکہ پیٹ میں
سب آگئے ہیں نیند کی اسدم لپیٹ میں

جس کو پکارا وہی سوئے خواب عدم گیا
چلنے سے اب تو شاید ہوا بھی تھم گیا

مگر عاشق پڑے تڑپتے ہیں لطف حیات کو
کانٹوں پہ لوٹ لوٹ کے کاٹیں گے رات کو

واقعی مولانا آزاد مرحوم نے کیا خوب رات کا نقشہ کھینچا ہے۔ واقعی

رات سب کو سلا سکتی ہے مگر عاشق دلگیر کو سلانا اُس کے ہاتھ میں نہیں۔

اتنے میں صبح ہو گئی چاند بستر سے اُٹھ کر جلدی جلدی ضروریات صبح سے فارغ ہوا۔ اور کپڑے پہنکر سیدھا شوشیلا کے مکان کی طرف روانہ ہوا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اپنے مکان کی کھڑکی میں وہ ملکہ حسن جلوہ گر ہے مارپیچاں عجب کیفیت پیدا کر رہے ہیں۔ حوران بہشت بھی اُس کے آگے پانی بھرتی ہیں وہ تاب حسن اکہ دیکھا نہیں جاتا۔ جب شوشیلا نے چاند کو آتے دیکھا تو اسکی منہ مانگی مراد بر آئی اُسنے اِدھر اُدھر دیکھ کر بڑی ہوشیاری اور احتیاط سے چاند کے خط کا جواب اس کے آگے پھینک دیا اور کھڑکی بند کر لی۔

چاند یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اس نے وہ کاغذ خوشی کے ہاتھوں اٹھایا اور پیار سے سینے کو لگایا۔ اور گھر کی طرف جلدی جلدی قدم بڑھانے لگا۔ گھر جاکر وہ خط پڑھا۔ اُس کے پڑھتے ہی اس کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا خط دوبارہ سہ بارہ پڑھا اُس کے ایک ایک لفظ پر غور کیا خیال آرائیاں کیں۔ چہرہ منور ہو گیا۔ لبوں پر گلابی مسکراہٹ آ گئی گویا چاند کا تخم الفت اگ کھڑا ہوا۔ بڑی مدت تک اسی طرح خطوں کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر اضطراب اور شوق وصال نے طرفین کو ایک دوسرے سے بات کرنے پر مجبور کر دیا لیکن افشائے راز کا خوف حائل رہا آخر شوق وصال غالب آیا ایک دن جبکہ چاند حسب دستور شوشیلا کے مکان کے آگے سے گزر رہا تھا تو شوشیلا موقعہ غنیمت سمجھکر فوراً نیچے گئی اور مکان کے دروازے کے پیچھے کھڑی ہو گئی جب چاند سامنے آیا شوشیلا نے اندر آنے کیلئے اشارہ کیا۔ چاند سہم گیا اور کچھ سوچنے لگا پھر رُک رُک اس کے مکان میں داخل ہو گیا۔

شوشیلا چاند کو اوپر کی منزل میں لے گئی اور مدت سے (باقی آئندہ)

(تیج سنامی)

کہ ہمچو ماہِ نوکاستۂ + امروز بجور بادۂ کہ فرداچوں گرد، از دامن روزگار برخاستۂ +
میر عبدالکریم اگرچہ شعر نمی گفت، امّا بسخن مناسبت تمام، در جواب بدیہ ایں رباعی
گفت: عمرے رہِ معصیت بسر پیمودم ، در پہر گنے رہبرِ شیطاں بودم + بیمارئ عشق
قایم از تن بر بود، جز توبہ نہ کرد ہیچ دارد سودم + مکتوب خاں از بندہائے قدیم
الخدمت بود، و سخنانِ رنگین داشت۔ ازاں رُخ باغ برگل مبتواں کرد،
وزاں لب شیشۂ پُر مل مبتواں کرد + زبس جا کرد گل در چشم بلبل، گلاب از چشم بلبل
مبتواں کرد + رشید قزوینی از مجلسیانِ شیخ ابوالفضل بود، چوں طلاقتِ زباں
ولطافتِ بیاں داشت، در محفلِ خلد آئین راہ یافت، مہابت خاں معرفت تمام داشت
وسخنانِ بے باکانہ وخوش طبعانہ بمہابت خاں می گفت: خواہم عدمے کہ بیش ازیں
داشت وجود، می بینم صد ہزار گفت است شنود + اگرچہ در عہدِ حضرت عرش آشیانی
وحضرت جنت مکانی فصحا وبلغا بسیار بودند، امّا در زمانِ سعادت نشان اعلیحضرت
خاقانی خلیفۃ الرحمانی صاحب قرآن ثانی ہنگامہ سخن وسخندانی رونق و رواج
دیگر دارد + طالبائے کلیم از شعرائے مشہور بارگاہِ سلیمانی است، وآزادی وبے
تعلقی ضمیمۂ قابلیتِ اوست، ودیوانہائے متعدد وقصائید وغزل دارد، بنامِ نامی

اشرفِ اعلیٰ مثنوی رنگین گفته و دادِ نزاکتِ سخن داده. در ایامِ متبرک قصاید و

مثنوی سرمشق

و قطعه و رباعی بسیار از و بر جا مانده

دامنِ امید را مالا مال از نوالاتِ ایران

اربابِ فصاحت ملا محمد جان قدسی

آمده مورد عنایتِ حضرت شاهنشاهی گشته استغنا یافت و از لطافت و کمالات

عرصهٔ دلکشائے ہندوستان به کامرانی گذرانیده درگذشت. و دیوانِ سخن

شعرائے مشهورِ روزگار بود. قصائد و مثنوی رنگین و غزلهائے رنگین دارد. و بارہا شنیده ام. فصیح بیان

نسبتِ آشنائی قدیم داشت. در سفرِ حجاز رفیقِ یکدیگر بودند. و در وقتے که از ایران به دارالسلطنت آمده بود. و در آن سال

نموده بود. این برہمنِ فارسی دان که از خواہانِ صحبتِ این طائفه است. به کمال رسیده. و در آن ہم در ایامِ انداز

داستانِ گلشنِ بلاغت امام قلی منشی یگانه یافت. این بیت از وست. بمقتضائے کلامِ بلیغ

یک تنگ دلست کاش گل غنچه شود تا دلِ من بکشاید. میر الٰهی ہمدانی سالها در خطهٔ دلنشین کابل

بفراغت گذرانیده الحال در عشرتکدهٔ کشمیر بطور خود می گذراند. و طبعِ مقرری از سرکارِ پادشاہی دارد و در اشعار

و در بیاض ها و زبان ها است. و در قصیده و غزل و مثنوی استاد

رست. و دل خود بر روزگار

جوانی کباب بود، موئے سفید گشت. نمکے بر کبابِ ما + باقی مرد آواره قلندر مشرب بود، سالها

در عرصۂ ہندوستان خصوص در خطۂ عزت سرشت بنارس بآزادی و بے تعلقی
گذرانیدہ بولایت ایران رفت ملا محب علی و محمد فاروق کہ ہمراہ جان نثار خاں
ایلچی با ایران رفتہ بودند نقل میکردند کہ در روز ضیافت صاحب اد باقی در خانۂ اعتماد الدولت
مہمان بودند یاد خوبی ہائے ہندوستان میکردند اکثر اشعار باقی را نغمہ پردازان دہ ترانہ ہا
بستہ اند این بیت او شہرت دارد۔ سرو برگ خود چو بلبل ہمہ وقف دیگ گل کن؛ ہمہ حاصل
جہاں را بنشاط صرف گل کن + و ہمدر آن اثنا ذکر این برہمن فارسی داں بوسیلۂ شعر و خط
شکستہ کہ علامی سعد اللہ خاں بمقرب الحضرت السلطانی تقریب خاں از ہندوستان بولایت
ایران مصحوب جان نثار خاں ایلچی فرستادہ بودند بمیان آمدہ این دو بیت فقیر در آں
دیار مشہور است۔ باید بداغہائے تمک سوز زیستن؛ بودن تمام آتش بے دود زیستن +
چشم تا برہم زدی انجام شد آغاز عمر؛ طے شد این رہ آنچناں کآواز پائے برنخاست +
فتحا برادر باقی طبع رسائے داشت، ہمیشہ زمزمۂ سخن بر زبان او بود حکیم رکن از عہد
حضرت جنت مکانی تا اوائل عہد ابد قرین سعادت آئین در عرصۂ دلنشین ہندوستان
بوسعت تمام گذرانیدہ و فی الحال بولایت ایران رفتہ، اعتبار دیگر یافت، طبع غیور د
فطرت بلند داشت، این بیت از وست: گر فلک یک صبحدم با من گرانی شد بر سر، شام

میروم چوں آفتاب از کشور تن + خطِ نسخ تعلیق را نیز خوب مینوشت، و اکثر خوبی ها را

بسر نموده

بود جوهری بدرجات از ان نیز فزون

آمده در محفلِ خلد آئین بشرف عالی اراده یافته در بهیر

مجلسِ شاه و بلند اقبال داشته با مرای عظام نسبت او بجاطبه فصاحت

رسیده بود مرد خوش گوی خوش صحبت و گرم اختلاط و ذات و نیکان از آئین زمان

دارد. ملا شیدا مرد و میدانِ سخن و مبارز عرصه سخنوری بود و اکثر اوقات … ادای

و بے تعلقی میگذرانید از صحبت اہلِ دنیا بغایت الغایت متنفر و متجنب بود … در صحبت عبد الرحیم خان خانان …

برہانپور در عہدِ وزارتِ افضل خان مغفور با فقیر آشنا بود … منتظم گردید … جعفر خان …

ببارگاهِ والا رسیده در سلکِ شعرائے دولت ابد مدت بمثلِ سیف خان در عین جوانی از این سرای

اعتبار است + ملا منیر لاہوری سالہائے با امرائے والا شان … از حوادث روزگار … سخن برو واقف

اختر بشرفِ ملازمت لازم السعادت اقدسِ اعلیٰ مستعد گردیده خوشه چین خرمن ارباب سخن رسیده بود

فانی بعالمِ جاودانی شتافت، در ہنگامِ نزع آن مسافرِ بقا این محمد گلشنِ فصاحت

محمد صالح منشی بر سرِ وقت آن عندلیب رسیده بود و بعد از لحظه از

برمز و ایما حرف نزد

خویشتن رفت،

دیوان قصائد و غزل و مثنوی ها متعدد دارد، قصیدهٔ غرّا در مدح بندگان اعلیٰ حضرت خاقانی

گفته از آنجمله این بیت بغایت پسند طبع مشکل پسند افتاد، چشم دل چون باز شد معشوق را در خویش دید، عین دریا گشت چون بیدار شد چشم حباب + الحال ملّا فقیها برادر او یادگار اوست، میر سنجر کاشانی شاعر رنگین کلام است، قصائد غرّا و غزلها دلکشا و مثنویها روح افزاء دارد، امروز بعد طالبائے کلیم محمد جان قدسی مصنف بادشاه نامه اوست، و این بیت او مشهور است. بزمی بسیار خواهد باد رشتان زیستن، مغز خورده تا در استخوان جا کرده است + میر سلیمانی ظهیرانی سالها در ملک بنگاله با عمدة الملک اسلام خان گذرانیده بغایت آرمیده و کم اختلاط بود، در جهاد آرزو آزاده مردان را بس است، ترکش تیرے که بر پهلو نقش بوریا است + ملّا گلشنی سالها در ضلع بنگاله بحکّام آنجا گذرانیده و با قاسم خان و اعظم خان صحبتها داشته، درین ایّام بوسیلهٔ عبدالله بیگ نجم ثانی بخدمت رسیده کامیاب مطلب گشته بضلع الٰه آباد مراجعت نمود، این بیت او مشهور است. مه جمال ترا بے نقاب نتوان دیدها که بے حمایت دست آفتاب نتوان دید + تمانائے فرزدین مرد بے تعلق آزاده بود بطور خود میگذرانید، نظر به زلف و خط و خال نیست عاشق را، نموافقی که سر رشته تا کجا پیداست + ملّا سرانی مرد آزاده صوفی مشرب بود که آزاده تا نو اند از قید تن بر آید، از پوست گو نباشد از پیرهن بر آید + ملّا سروری شاعر پخته بود، غزلها رنگین گفته است، ملّا امین

تازه از ولایت آمده از غرایب حال او آنکه میگویند هیچ نخوانده بود بمحض فیض الهی

صاحب سخن بیجا؟ از وزن و ... سر افرازی

شده این رباعی را در وزن و غایت بیجای ... سر انجام

گفته بود بانعام نقد و خلعت و جاگیر ایران چه کسی که بیجا ... است

یافت بهر آنکه بنیاد اهل ایران ... روح ترا از حلب بود ...

تا بکنگ ... تو کرده ... روح ... ملا محمد ... وقت شعر ...

بعد از ملا مظهری نوبت سخن ببلاد هیچ ... رسیده ملا محمد سرو ... و فن ... اسکندر

الحال ملا فروعی تازه بعرصه آمده منظور نظر کیمیا اثر گشته ... ابر و صدا ... زمان ... خوش

همعنان گردد که نگه ز عکس رخت شاخ ارغوان گردد ... ازوست بچه ... داو و ...

است مرد خوش صحبت جهاندیده قصاید رنگین دارد این بیت از وست ... نکته ... دارد از

ارغوانی ملا رفیعی بطریق خوش باشان میگذراند با شاعر از حال و ... رفته بیت

آسمان بعد از ... دهد ساماں کار نمی ... کاری ... آیا ... دستش ... رود

تمامی ... الحال بطور خود میگذراند در طالع ... بود ... ضلع کابل ... حکیم حالا

دیده ام امروز محمد قلی وارث از مردم ... صاحب طبع بود ... شعر زبان ... است

... گردد رانیده همیشه زمزمه ... شعر ... سر و ... ی

آنا و ه بود طبع موزونی داشت هنوز لا انفهمیده لذت داغ کرد ... بندگی او گل

چینم بود. خواجه فیض الله در خطهٔ دلگشای کابل بوسعت مشرب آزادی تمام بستر می‌برد بکمال بی تعلقی می گذراند. گرفته رنگ حنا میرسد بکف سکم که درون دیده‌ها آنکه نقش پای هست. گرد دست ید هست که بجنبی ز جای خویش که بر سر گرمت رفتن زپای خویش. در هنگام کرایات نصرت آیات در کابل نزول اجلال داشت این نیازمند را غیوری افتاد خواجه را بکمال آزادی بر زکلانی نشسته یافت لخط صحبت رکی دست داشت. ملک سکندر کابلی از ارباب کابل بود طبع

الحق شهها محمد امین جونپوری طبع سلیم و ذهن مستقیم دارد و ما بر
مخلص بیکس این بیت ازوست بیت نظم
مست از جام الست کلام ... بیت
محمد ...
والد نظم ...
موزونی
جمع شتی صبح کرتا کام بینا بخشند ادای نمابند و دگر کلام بینا بخشند شیخ عبد الکریم ساکن کالپی
سالها بلم ارتا ساز رضی باو رفتن و بیعت صلی و فقر ازی بعنوان صلاحیت
کردیده این بیت از و نظمی مصل ... ابتلا دید
اوست بیت شیخ ... دنا بکت ...
و بری درانی

در اوایل عهد حضرت اشرف اعلی از ولایت ایران آمده در هندوستان امتیاز تمام یافت، بعمدهٔ خوانین والا مکان آصف خان و علی مردان خان امیر الامرا و ظفر خان ربط تمام داشت، و بمقتضای جوهر قابلیت منظور نظر کیمیا اثر اشرف اعلی گردیده الحال بخدمت اختر بیج جاه و جلال شاه و الا فطرت بلند اقبال رسیده، در محفل عالی راه یافت، و درین ایام رخصت گرفته از راه دکهن بولایت ایران شتافت،

مردِ جهاندیدهٔ خوش صحبت است، طبع رسائے وفهمِ درستے دارد، اکثر اوقات زمزمهٔ سخن بر زبان اوست، در آن که از ایران به هندوستان آمده بود، این نیازمند در دار السلطنة لاهور رفته، مشار الیه را در سرائے صادق خان دریافته بود این شعر از وست۔ فلک بخاک فگند و خرد نواخت مرا + بقدرِ دانشِ خود هر یکے شناخت مرا + محمد ولد قاضی بابا از جوانانِ صاحب طبع است و جودت فهمی دارد این بیت از وست۔

تشخیص لعلِ ناب [illegible]
[illegible]
خانِ زمان ولد مهابت خان بود که دیوان غزل دارد و [illegible] قاسم خان [illegible]
[illegible] حقائق و معارف
[illegible] بخصوص [illegible] این بیت از اشعار اوست
[illegible] اعتقاد تمام [illegible]
نظم
بعد ازین در عوض اشک دل آید بیرون
آب چون

گم شود از چشمهٔ گل آید برون + معمور خان معموری جدّتِ طبع و جودتِ ذهن داشت، از جملهٔ قصائد و این بیت مطلع او مشهور است نظم سحر باغ بر برزد کلیم بهمانی که تا زناله بیاز مورش نواخوانی + میر جمله سالها میر ساماں این دولت ابد پیوند بود و دیوان غزل دارد، آفتادگی لطالعم هست بدر پائے خُمے چو انیقتم + معتمد خاں میر بخشی طبع شگفته و خاطرِ رنگینے و همواره به اربابِ نغمه وقت را میگذرانیده،

در نظم و نثر صاحب سخن بود، جهانگیر نامه مشتمن بر خصوصیات حضرت جنت مکانی
تصنیف اوست، روزے در ایام بهار بسیر باغی رفته بود غزلے طرح کرد که این بیت
از آن جمله است نظم گذشت عمر و ندیدیم یک گل رُوے * به پشت چشم نشستیم بر لب جوے *
یک لحظه گریه نکنم کور میشوم * گویا چراغ چشم من از آب روشن است + میران
سید جلال گجراتی که سیادت و نجابت نسب این او از رعایت ظهور

گفتن چه بیان نیست
از فصاحان بزم قلندر آیین بود
ای رباعی از ایشان است نظم ای گونه که مست
نو شگفته بما بود این گونه کرت یار دیرینهٔ ما + از کس که درو دست
بیارهٔ دوری بسیار دارد این گونه نمونه است از سینهٔ ما × عالم همه [illegible] اقبال از قفا
مشهور روزگار است و همیشه زمزمهٔ سخن بر زبان اوست نظم [illegible] ابیات
بنگاهداشت [illegible] صدق [illegible] کجا نشان بنا × هر ای [illegible]
مخ برده‌ام بدور از ایدر شده [illegible] تنها
نداشتم [illegible] کجا [illegible]
کجا رفتی

دار دیده خون ریختی + میرزا مراد ولد میرزا رستم صفوی صاحب سخن بود و اهلیت
تمام دارد، و رجالات مراطرب باقی است، شکر آنم بزیر لب باقی است + باقر خان
از امرائے عمده این درگاه والا بود، حقیقت نجابت و همت و فطرت و دهاء او مشهور عالمیان
است این بیت او در ترانه بسته اند۔ گوئیا در هند زلف او طلسمے بسته اند که تو شہر دلے

شوریده کا نجا رفت دیگر برنگشت + بیتے بدلخاں داروغهٔ زرگرخانه در نظم و

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ظفرخاں ولد خواجه ابوالحسن صاحب سخن است و سخنان بلند دارد و از آغاز

حال آقا جلالا و آشنا صائبا د و اکثر ارباب سخن در صحبت او بوده اند . بهر

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

صاحب دیوان است و به صحبت شعرا و فصحا میل تمام دارد ، این بیت از وست :-

من به آئینه رو برو گفتم عیب پوشی به از نمد پوشی است + محمد جعفر ولد الهوردیخان

غزل و مثنوی دارد.
پدر در عهد جهانگیر بادشاه بجا آورد میرزا حسن بیگ رفیع مشهدی است
شاعر در نظم و نثر صاحب سخن است
اسلام خان پاس عزت آفاقی داشت
گذرانیده و مدتی در سلک بندهای بادشاهی نظامت داشته صاحب دیوان است قصاید
اشعارش بسیار است ... ملا حیدر اصفهانی سالها با ... صاحب
وارد این بیت از وست ... از وست
حضور بست طبع ... از ارباب قدرت

درمیان فاصله نیست سفرهای مرا ؛ رفتن و آمدن من نفس می ماند + عوض خان

تا قشال سالها تعینات کابل بود. در هنگام تسخیر قندهار اول کسی که بقلعه در آمد

او بود ... دولت بیگ ... بحسن ...
به دولت ... رخصت از ... کشمیر ...
خورد و محبت تمام داشت ...
از عمر و جوانی از عوض خان ... نسبت ... از انجمله است ... دولت بیگ
رفت خان ... بمقتضای ... این بیت ... دولت ...
نمک ... بیچاره راه ... خواب ... چه ...
صبح ... بجهان

راه آفتاب زدی + دولت بیگ مرد آزاده خوش صحبت صاحب همت بود ، وسعت

مشرب داشت بوده حین جوانی ساقی روزگار بادۂ ناگوار در ساغر و پیمانۂ زندگانی

آورد بخت و [illegible] بلبل [illegible]
از دار الملک کابل [illegible] در حالت نزع [illegible] درگذشت [illegible] شیراز
جاودانی شتافت . [illegible] زبانی ادا نموده [illegible] غزلسرایان [illegible]
رسیده سخن فهمید بزبان بی زبانی [illegible] گفته بود [illegible] نغمه پردازان [illegible]
این دو مصراع در حالت ضعف [illegible] این بیت آورد [illegible] دوباره [illegible]
تا بنیاد عشق و نیاز [illegible] وسلامی و پیامی [illegible] بمقتضای [illegible] شباب [illegible] دل [illegible]
بزبان دارند بیک نگاه دل و دین [illegible] صاحب طبع [illegible] ابن بیت [illegible] آگهنت [illegible]
والد عوض خان جوانان صاحب [illegible] سیده [illegible] قسمیر صید [illegible]
نقش خاطر [illegible] لطف بوده [illegible] شنید
بصید و دام [illegible]

باقی ولد تجلّت خاں از جوانان صاحب سخن بود اہلیت تمام داشت،

بجاذبت [illegible] قابلیتی [illegible] صحبت او [illegible] محقق نبود
[illegible] بکمال [illegible] گشت . و بتقریبی در قید یادداشت ہای ما نیامد
[illegible] محمد خان [illegible] ولد [illegible] کمالی [illegible] نبود [illegible]
[illegible] ابن بیت [illegible] تمام [illegible] لطف [illegible]
[illegible] کمال دارد [illegible] نبود [illegible] درگذشته [illegible]

عجیب نہ فلک جز منت خاکستر نمی بینم اگر شیخ ز سوز دل برآورد دستت ما ہیچی

میر ہاشم ولد میر یحیی از احدیانِ کابل است، از جوانانِ صاحب طبع است و خیالش گسستہ او خالی از درستی نیست،

و گزارشم بر ما گریہ کردن لازم است

نونہالے را کہ پیش تند آبش میدہند و ملا محسن فانی از کشمیر است و کیفیت حال از قال او پیداست، مدتے در سرکار شاہ والا فطرت بلند اقبال متعلق بود، الحال ترک تعلق روزگار نمودہ، در گوشۂ وطن بآزادی تمام بیگذراند، در ہیچ بحر حادثہ یک ناخدا بس است + گر ناخدائے دستگیر خدا بس است،

ارسلان بیگ ولد فرہاد بیگ بلوچ سپاہی تخلص دارد محجوب است، ایران را بشایستگی بتقدیم رسانیدہ، کسی چہ داند گر جوانان پیشتر پیران روند، می‌شناسند،

یک کماں بر خاک چندیں تیر را + محمد فاروق خویش ہمت خاں

از جوانانِ صاحب طبع است، مثنوی شاہجہان آباد دارد، از اشعار اوست: باشد لب دریا تہی، صاحب فہم و درست دارد، این بیت در نظم و نثر قابل است و در نظم و نثر ربط دارد، الخلافت شد، کفِ دریا مرد شعر قابلیت و رنگینی و ربط تحسین دارد، اسد اللہ خاں مرد شاہ معتمد خاں نواسہ ہر سیلسلہ امارت، ولد نظر اللہ حکیم بحضور آورد، سخن گفتہ، سخن مورد است، نور اللہ ولد ... سرگروہ امتیاز دیگر علی ولد عزیز، محجوب بیکاری، آقا نور اللہ، سخن سنجی و سخن و بر اصل صفا جمعیت خوش حالیست و فصاحت دریا پر است، نحوی و مشہور است، معتمد خاں متانت و فصاحت دارد، این شعر از اوست:

جهانگیر قلی ولد الله وردیخان طبع درست دارد اکثر قصائد میگوید میر عماد برادر بزرگ

صاحب
مثنوی و غزلیات و ابیات
مشهور است امیر نیز ارکس صاحب سخن است سالها
در صوبه پنجاب عامل بود و میر عماد با وجود شغل عمل فرصت را
از دست نداد و با ارباب سخن و اهل نغمه و ثناها بسر می برد و فریدون
حسین از خویشان مهابت خان مرحوم مرثیه و رخطه و گلشنا ے کلانور حکومت محمود
داو عیش و کامرانی داد و الحال بمقتضاے نسبت قرابت با اهل سخنان و دین که خطاب
مهابت خانے سرفرازی یافته مرد با است میل سخن دارد و
صاحب سخن است و عبد الستار ولد
شهباز خان کنبو در
لاهور بگردید

روزینه داران بادشاهی انتظام یافت ، این بیت از اوست:-

شگفته باش بکس مباش
چون گل تا لب خند بکس مباش
که بپهلوے عار بگذراند * طهماسپ قلی
از بندهاے روشناس درگاه والا بود، طبع نظمی داشت
و بخشی فانی از امرا بود و خلیل الله خان چون از او رسید قفلی از ذهنش دیده در روزه
از اولاد پیرزادان گذراند، میرزا علی دیوان کمتر بود با علاقه فضیلان و
امان خان نسبت تمام داشت ـ این دیده و چینک بر دیده نیز بینایی زاده میانی گشت
محمد حسین از اهل سلک بندهاے روشناس انتظام دارد
سره از کمان بسرشتی شادابی گرفت
نرگس از چشم ترم تسلیم
بخدا بی گرفت *

خواهم از زلف تباه سلسله تارے چند * که بهم تاب دهم رشته زناری چند * ارباب جهان

نقش بر آب اند همه که بیمغز تر از سر حباب اند همه + لب تشنه و در پے سراب اند همه +

بر آتش همه آرزو
کباب اند همه + اگرچه از امرا و امیرزادها
آل دولت عظیم سخن فهم و صاحب طبع اند اما
همسایه آنها شخص در این روزگار کمی کسی دارد اما جمع که دربین سخن سخی
و در یافت زبان کشمیر مشهور اند مشهور ترین آنها نجابت مرزات ابو سعید است
کو در صحبت اعتماد الدوله مرحوم تربیت یافته ارباب سخن و اهل طبع او را در این وادی
باشد وی قبول دارند این شعر از وست از جمیع وجوه تماشا نگاه او مردم را دوز
بسنجد و نسب بر روز آوردهم + رحمت خان
ولد صادق خان سرخیل ارباب
سخن بود و در سخن فهم طبعے

و در سنے داشت رحمت خاں هم سخن فهم است و هم سخن گو گاهے غزلے

طرح می کنند سر ت لها
نجابت بکمال بود رسیده معین الدین شیخ نجیب و ترانیده محمد قاسم قاضی زاده
وضع او صوبه الهاد صاحبت ممتاز شیخ محی الدین آصف خان
از آب دیده شیخ سلطان ازعنایت شرافت و صحبت
سر یار دارد استغنی نسبت انها اند تجلی تمام متانت سخنش
سر رفتار است گفته زبان تکینی دارند سلالات سبب برادران آصفخانے
تقرب بے گفته طبع و لغو بلند داشته آصف خان با قالب و درود
معاملہ خوب بهم باشی + من یار ... حرف به او امیزشند بادشاه و قیام

شده بود به وسیله شاه والا فطرت بلند اقبال نجات یافت . در

حقیقت گریۂ عاشق ثمرہا میکند کہ اشک ما گر رفتہ با گل با گلاب آید

[illegible] غالب [illegible] تبریزی [illegible] پادشاہ زادہ [illegible] حسن بیگ [illegible] نہال [illegible] طالب [illegible]

سیلی داشت۔ و نہال بیگ واثق واقعہ نویس ممکنش از سخن بہرہ دارد

[illegible] فارسی [illegible] شدہ [illegible] سخن [illegible] نظام [illegible] زمانہ [illegible]

افصح الفصحا ابلغ البلغا چندر بھان برہمن بیجم محرم الحرام تحریر یافت ؂

بھگونت پرکاش پریس دہلی میں پنڈت پیارے لال شرما پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا

اکتوبر نومبر ۳۳ء



کیا؟ آپ کا نام اس فہرست میں ہے

سرپرست صاحبان رسالہ رئیس ہند سے اپیل

بعض سرپرست صاحبان نے ۱۹۲۱ء سے آجتک رئیس ہند کو کچھ بھی مالی امداد نہیں پہنچائی۔ ان سے بصد ادب التجا ہے۔ کہ وہ جو بھی مناسب سمجھیں۔ دفتر ہذا میں ارسال فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔ اگر کسی وجہ سے انہیں کسی مقام کو رئیس ہند کی خریداری منظور نہ ہو تو وہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۳ء تک اسکی اطلاع دفتر ہذا میں دیدیں۔ اور وہ جس سال سے رسالہ رئیس ہند کے خریدار ہوئے ہیں۔ اس سے آجتک جو کچھ بھی چاہیں دفتر ہذا میں بھیجدیں۔

امید ہے۔ کہ ہماری اس استدعا کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا بہت جلد مکمل جواب بخشا جائیگا۔ اور دوبارہ یاد دہانی کا موقعہ نہ دیا جائے گا۔

جناب رائے صاحب سیٹھ مینا رام صاحب رئیس دہلی از ۱۹۲۱ء
" سیکرٹری صاحب ڈونگر میموریل کالج بیکانیر از ۱۹۲۱ء
" سودھی لال سنگھ صاحب فیروز پور از ۱۹۲۱ء
" محمد اسمٰعیل پرائیویٹ سیکرٹری سی آئی ای میسور از ۱۹۲۲ء
" نواب عظمت علی خاں بہادر مراد آباد از ۱۹۲۳ء
" لالہ روشن لال صاحب بیرسٹر ایٹ لاء لاہور از ۱۹۲۱ء
" محمد صغیر صاحب سپرنٹنڈنٹ ویکسین سٹیشن لاہور از ۱۹۲۸ء
" ماسٹر حکیم محمد ابراہیم صاحب ریاست رامپور از ۱۹۲۲ء
" نوابزادہ حافظ عبدالرشید خان صاحب ناظم بھوپال از ۱۹۲۲ء
" سیکرٹری صاحب سینٹ ڈیلیسٹر کلب اندرسعد از ۱۹۲۱ء
" راجیداس صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر موگہ از ۱۹۲۳ء
" کنور سندر سنگھ صاحب ملٹری گراس فارم رک از ۱۹۲۳ء
" راجہ سیتا رام پرشاد صاحب یعقوب پورہ از ۱۹۲۵ء
" جناب پرائیویٹ سیکرٹری ہز ہائینس نواب صاحب بہاولپور از ۱۹۲۵ء
" ودیا دیوی گرلز سکول میرپور از ۱۹۲۶ء
جناب منوہر لال صاحب پرائیویٹ سیکرٹری مدہان از ۱۹۲۹ء
" جنرل سردار بخشیش سنگھ صاحب نابھہ از ۱۹۲۷ء
" سردار فتح سنگھ صاحب ممبر کونسل فریدکوٹ از ۱۹۲۷ء

جناب موہن لال صاحب پولیٹیکل سیکرٹری نابھہ از ۱۹۲۵ء
" سیکرٹری صاحب چیمس فورڈ کلب دہلی از ۱۹۲۹ء
" باوا نہال سنگھ صاحب بھگواڑہ از ۱۹۳۰ء
" سردار سیوا سنگھ بریجہ میونسپل کمشنر امرتسر از ۱۹۳۰ء
" ریلیشی ریاست جموں و کشمیر سری نگر از ۱۹۳۱ء
" معتمد صاحب صیغہ سیاسیات سرکار عالی حیدرآباد دکن از ۱۹۲۱ء
" حبیب الرحمٰن خان صاحب صدر الصدور امور مذہبی " ۱۹۲۵ء
" سردار درشن سنگھ صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر ہانسی از ۱۹۳۱ء
" ہیڈ ماسٹر صاحب ہائی سکول موگہ از ۱۹۲۷ء

مندرجہ ذیل اصحاب سے صرف ایکدفعہ چندہ وصول ہوا ہے

جناب محمد کبیر الدین صاحب دہلی از ۱۹۲۳ء
" رائے بہادر راندا پرشاد صاحب رئیس دہلی از ۱۹۲۵ء
" سردار بہادر رسالدار سنگھ صاحب آنریری مجسٹریٹ مرکر از ۱۹۲۶ء
" پنڈت اننت رام صاحب سپرنٹنڈنٹ سری نگر از ۱۹۲۶ء
" ہیڈ ماسٹر صاحب ہائی سکول شملہ از ۱۹۲۳ء
" سردار معراج سنگھ ذیلدار رئیس ... ضلع فیروزپور ۱۹۲۹ء
" لالہ رام سہائے خلف رائے بہادر لالہ بلکشن رام صاحب سی آئی ای لاہور ۱۹۲۲ء
" آنریبل لالہ ہرکشن لال صاحب بہادر سی آئی بیرسٹر لاہور از ۱۹۲۱ء
" سردار بہادر سردار رتن سنگھ صاحب پلیڈر لاہور از ۱۹۲۳ء
" کپتان سردار ... سنگھ صاحب رئیس لدہراں از ۱۹۲۶ء

دہلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں باہتمام مسٹر کے ایل یکتا اڈیٹر پرنٹر و پبلشر طبع ہو کر شائع ہوا

بہ پیش ... تعالیٰ حسرو عرصہ سخن دانی سر ریوان منشی لالہ بھگوان لال ہمدانی

ایم۔بی۔ایچ۔ایس بیکنٹھ باشی

رئیس ہند

حضرت تیغ سنامی پروپرائٹر

کے اہل یکتا اڈیٹر

جلوس ستر دہم	منعقدہ دارالسلطنت دہلی بابت اکتوبر و نومبر سنہ ۳۲ء	عدد بارہم و یازدہم

رموز مصلحت رئیس

بدوں کی خصلتیں

مغرور رہنا۔ خواہ مخواہ جھگڑا فساد مچانا۔ پرائے مال پر ہر دم نظر بد رکھنا عزیز و اقارب اور دوستوں کی بات برداشت نہ کرنا یہ سب بدوں کی فطرتی خصلتیں ہیں۔

"بد خصلت انسان اگرچہ ہنرور بھی ہو۔ تو بھی قابل نفرت ہے۔ جیسے کہ سانپ سر میں بیش قیمت منی رکھنے کے باوجود بھی سخت خطرناک اور موت کا سبب ہے۔

"تیغ سنامی"

(دہم تری ہری)

ہمارے قدیم سوراج

وزیراعظم کپورتھلہ کے خلاف بعض کوتاہ اندیشوں کا گمراہ کن پراپیگنڈہ

خان بہادر دیوان سر عبدالحمید خاں صاحب سی آئی ای۔ او بی ای۔ وزیراعظم ریاست کپورتھلہ ملک کے ان برگزیدہ اور ہونہار وزرا میں سے ہیں۔ جنکی قابلیت اور حسن انتظام کا سکہ ملک کے طول و عرض میں بیٹھا ہوا ہے۔ دراصل وزرا ہی ریاستوں کے ستون ہوتے ہیں۔ اور ریاستوں کے احیا و اقبال کا انحصار بھی ان پر ہی ہے۔ جب کسی ریاست کا انتظام ایسی انصاف پسند۔ مدبر۔ بے تعصب نیک نفس اور منتظم ہستی کے ہاتھ میں ہو۔ تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ کہ وہ ریاست روزافزوں ترقی نہ کرے۔

رعایا کپورتھلہ خوش قسمت ہے۔ کہ وہ ایسی خداترس۔ نیک سیرت ذات کے زیرسایہ رہتے ہوئے ہر بلا سے محفوظ ہے۔ اور امن کی زندگی بسر کر رہی ہے۔

حیف کا مقام ہے۔ کہ بعض کوتاہ اندیش خودغرض کے زیراثر ہو کر ایسی فرشتہ خصلت ہردلعزیز ہستی کو بدنام کرنے کی ناپاک سعی کرتے ہیں۔ چنانچہ اب یہ مشہور کیا جارہا ہے۔ کہ "

کپورتھلہ میں ہندوؤں کے حقوق پامال کئے جارہے ہیں۔ اور ہندوؤں پر جابجا ظلم کئے جارہے ہیں۔ مسلم پرستی کا زور ہے" اور بعض اخبارات میں وزیراعظم کپورتھلہ کے خلاف گمراہ کن پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔

ہم اپنے ذاتی تجربہ کی بناپر بہ بانگ دہل کہہ سکتے ہیں۔ کہ دیوان سر عبدالحمید خاں

صاحب بہادر کی شخصیت مذہبی تعصبات سے قطعی پاک ہے۔ ان کے لئے ہر مذہب یکساں ہے۔ ہندو مسلم رعایا کو تھوڑے دنوں میں آپ نے وہ عزت اور ہر دلعزیزی حاصل کی ہے۔ جو آجتک کسی سابقہ وزیر اعظم کو حاصل نہیں ہوئی۔ مفتریوں کی ان سازشوں کی حقیقت عوام پر بخوبی روشن ہے۔

ڈہینگرہ اور مظلوم رعایا ریاست جیند

دفتر ہذا میں ایک مراسلہ موصول ہوا ہے۔ جسمیں ڈاکٹر بہاری لال صاحب ڈہینگرہ وزیر اعظم ریاست جیند کے ظلم و تشدد برہمن گردی خویش پروری۔ اندھیر گردی لوٹ مار وغیرہ وغیرہ کے مکمل تذکرے کے علاوہ رعایا ریاست کی طرف سے اپیل کیا گیا ہے۔ کہ یہ مراسلہ لفظ بلفظ رئیس ہند میں شائع کر کے جناب آنریبل ایجنٹ گورنر جنرل صاحب کی توجہ اس امر کی طرف مبذول فرمائی جائے۔ تاکہ مظلوم رعایا ریاست ڈہینگرہ کے ظلم و تشدد سے محفوظ رہ کر زندگی کے آئندہ دن امن و چین سے گذارے۔

ہم آئیندہ اشاعت میں کل واقعات کو روشنی میں لائیں گے۔ رعایا ریاست کو انتظار کرنا چاہئے اور نیز کتاب مظالم ڈہینگرہ بھی یکم جنوری کو شائع ہو کر بہت سے اہم اور مخفی رازوں کو منکشف کریگی۔ رئیس ہند دہلی کے پتہ پر خریداروں کو خط و کتابت کرنی چاہئے۔ قیمت محض دو روپیہ ہوگی۔

نواب سر مزمل اللہ خانصاحب کی فیاضیاں

عالیجناب فیض مآب نواب سر مزمل اللہ خاں صاحب بہادر نواب آف بھیکم پور کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ ملک کی ان برگزیدہ اور قابل عزت ہستیوں میں سے ہیں جن کا احترام ہر ہندوستانی کو کرنا لازمی ہے۔ دنیا میں خیرات سے بڑھکر اور کوئی خیرات نہیں۔ کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ کہ آپ نے بنارس ہندو یونیورسٹی کو دس ہزار روپیہ کی گرانقدر رقم بطور

امداد دی تھی۔ آپ اپنی سخاوت سے اہل ہند کے قلوب کو مسخر کر چکے ہیں۔ یہی وہ ہستیاں ہیں۔ جو صحیح معنوں میں انسان کہلانیکی مستحق ہیں۔ اور جسقدر انکی قدر و منزلت کیجائے بجا ہے۔ آپ نے حال ہی میں پندرہ سو روپیہ کا گرانقدر نذرانہ مفتی اعظم فلسطین کو پیش کر کے اپنی اعلےٰ ہمتی اور فیاضی کا ثبوت دیا۔

ہم خداوند عالم سے دعا کرتے ہیں۔ کہ وہ ایسی مخیر نیک سیرت ہستیوں کو لاکھوں برس زندہ رکھے۔ اور انسے خلق خدا اسیطرح فیضیاب ہوتی رہے۔

دیوان کلسیہ اور کوتاہ اندیشوں کی سازشیں

دفتر ہذا میں ایک گمنام شکایتی مراسلہ موصول ہوا ہے۔ جسمیں دیوان پنڈت مہاراج کشن صاحب بہادر وزیر اعظم ریاست کلسیہ کی ذات ستودہ صفات پر سخت الزام لگائے گئے ہیں۔ اور انکے پاک دامن کو تعصب کے بدنما داغوں سے ناپاک کرنیکی سعی کیگئی ہے۔

ہم حیران ہیں۔ کہ بعض کوتاہ اندیش ایسی نیک سیرت فرشتہ خصلت ہستیوں پر بھی از سرتا پا غلط الزام لگاتے ہوئے نہیں جھجکتے۔ انکی یہ حرکتیں قابل ہزار ملامت ہیں۔

ہم جیسا کہ ہمیں تحقیق سے معلوم ہوا ہے اسکی بنا پر یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ دیوان پنڈت مہاراج کشن صاحب بہادر کی ہستی ایسے اوصاف حمیدہ کا مجموعہ ہے۔ جو محتاج بیان نہیں ایسے بدباطنوں اور کوتاہ اندیشوں کی سازشوں سے پنڈت صاحب کا دامن ملوث نہیں ہوسکتا۔ رعایا ور ریاست میں جسقدر پنڈت صاحب کی قدر و منزلت ہے۔ اور جسقدر وہ انکے سلوک سے خوش ہے۔ وہ روز روشن کی طرح روشن ہے۔

مہنت ڈیرہ بگھنی رام جی کی اوباشیاں
قابلِ توجہ
سردار صاحب بہادر ڈیوڑھی معلّی پٹیالہ

آجکل ہندو استھانوں کی جو بے حرمتی ہو رہی ہے۔ وہ ہندوؤں کیلئے قابل ہزار ملامت ہے۔ وہ لاکھوں روپیہ جو بیکسوں۔ محتاجوں کیلئے وقف کیا گیا تھا۔ آسے اب ناجائز ذرائع سے دن رات پانی کیطرح بہایا جارہا ہے۔

ڈیرہ بابا بگھنی رام جی واقع پٹیالہ ایک قدیم متبرک ڈیرہ ہے۔ اور اسکی بیس ۲۰ پچیس ۲۵ ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی ہے۔ مگر یہ آمدنی جو محتاجوں۔ بیکسوں۔ غریبوں یا ایسے کاموں میں خرچ ہونی چاہئے تھی اسے موجودہ مہنت آگیا رام اپنی اوباشیوں اور عیاشیوں میں خرچ کر رہا ہے شراب۔ افیون۔ چرس۔ بھنگ۔ غرض کوئی منشی چیز ایسی نہیں جسکو یہ مہنت استعمال نہ کرتا ہو۔ عشقیہ خطوط و تصاویر جو اس مہنت کے چال چلن کی اچھی طرح قلعی کھولتے ہیں۔ دفتر ہذا میں موجود ہیں۔ جنہیں آئندہ اشاعت میں باقساط شائع کیا جائیگا۔

ہم نہیں چاہتے۔ کہ ہندو ڈیروں کی ایسی بیحرمتی ہو۔ اور ایسے نااہل اشخاص مہنت بنائے جائیں۔ اسلئے ہم سردار صاحب بہادر ڈیوڑھی معلّے پٹیالہ جو ہر کام کو نہائت عمدگی اور انصاف پسندی اور ایمانداری سے انجام دے رہے ہیں۔ آنکی اس امر کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ کہ وہ ایسے ڈیرہ داروں سے حساب طلب کریں۔ اور پھر اگر پڑتال سے معلوم ہو کہ روپیہ ناجائز ذرائع میں مصرف میں لایا گیا ہے۔ تو سردار صاحب موصوف فوراً مہنت مذکور کو مکھی کی مکھی کیطرح نکال کر ایسے متبرک و مقدس ڈیرہ کو ایسے ناپاک انسانوں سے پاک کردیں۔

امید ہے کہ سردار صاحب موصوف اس امر کی طرف جلد توجہ منعطف فرمائیں گے۔ اور مہنت مذکور کا مناسب انتظام فرمایا جاکر رعایا ریاست کو اپنی دیانتداری۔ بےلوث

کارگذاری کا ثبوت دیں گے۔ اور خصوصاً ہندوؤں پر احسان فرمائیں گے:۔

رعایاء پٹیالہ کی خوش قسمتی

رعایا پٹیالہ کی خوش قسمتی ہے۔ کہ اب پٹیالہ کی منسٹری ہر لحاظ سے ایک کامیاب منسٹری ہے۔ رائے بہادر دیوان دینا ناتھ صاحب بیرسٹر ایٹ لا کی ممتاز شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ عرصہ تک ریاست منڈی کے وزیر اعظم رہ چکے ہیں۔ آپ کا اخلاق اور بے شر طبیعت اہل دنیا کے قلوب تسخیر کر چکی ہے۔ آپ جس ریاست میں گئے۔ وہاں کی رعایا میں وہ ہر دلعزیزی اور شہرت حاصل کی۔ جو آجتک کسیکو نہیں ہوئی۔ آپکی دانشوری اور سیاسی قابلیت کی دھاک تمام ہندوستان میں بیٹھ چکی ہے۔ حال ہی میں مہاراجہ اُدھیراج والئے پٹیالہ نے ہیلتھ اینڈ ایجوکیشنل منسٹری کیلئے دیوان صاحب موصوف کو انتخاب کیا ہے۔ نیاضی کامل اور مردم شناس بے مثل مہاراجہ ادھیراج والئے دولت پٹیالہ کے اس انتخاب کو لاجواب کہا جائے۔ تو بے جا نہ ہوگا۔

ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ دیوان صاحب موصوف کو منزل دنیا میں ہر قدم پر ترقی نصیب ہو۔

نواب رام پور اور کھلی چٹھی

رسالہ رئیس ہند کی گذشتہ اشاعت میں مطبوعہ کھلی چٹھی موسومہ حضور نواب صاحب بہادر رامپور کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا تھا۔ کہ آئیندہ اشاعت میں بعد تحقیق کل واقعات کو روشنی میں لایا جائے گا۔

چنانچہ تحقیق کرنے پر پڑے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ سب کاروائی فرضی ہے۔ اور خواہ مخواہ حضور نواب صاحب بہادر اور مشہور کارگذار منتظم انصاف پسند، فاضل سید اولاد حسین صاحب پبلسٹی اوفیسر کی ذات کو بدنام کرنیکی ناپاک کوشش کیگئی ہے۔ مگر ان زیرِ پرست حضرات کو سمجھ لینا چاہئے۔ کہ پبلک خوب سمجھتی

ہے۔ کہ اُن کی تحریریں کہاں تک صداقت پر مبنی ہوتی ہیں۔ سید اولاد حسین صاحب کی ہستی جن اوصاف حمیدہ کا مجموعہ ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ رعایا ریاست آپ کے طرزِ عمل سے بہت خوش ہے۔ ایک نہیں۔ ایسی ہزاروں فرضی چٹھیوں سے بھی جناب موصوف کی شہرت میں فرق نہیں آ سکتا۔

ایک ضروری عرضداشت
قابل توجہ دربار کمارسین شملہ

تاریخ کمارسین کو مکمل ہوئے ڈیڑھ سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے۔ بارہا دربار کو اس امر کی طرف توجہ دلانیکی کوشش کیگئی۔ مگر ابتک کوئی تسلی بخش جواب موصول نہیں ہوا۔ ہم پھر باادب درخواست کرتے ہیں کہ اس معاملہ کو خواہ مخواہ معرض التوا میں ڈالنے کے بجائے بہت جلد تصفیہ فرمایا جائے۔

ہم تاریخ کمارسین کے کسی نقصان کے ذمہ وار نہ ہونگے۔ اور ہمارے نقصان کا دربار کمارسین ذمہ وار ہوگا۔ امید ہے۔ کہ جناب چیف منسٹر صاحب اس دیرینہ معاملہ کا جلد تصفیہ فرما کر شکریہ کا موقع دینگے

معزز نامہ نگار صاحبان کی خدمتمیں گذارش

ہمارے بعض نامہ نگار صاحبان ہم سے خفا معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے مدت سے اپنے مضامین نظم و نثر سے رئیس ہند کو زینت نہیں بخشی۔ کاش! ہماری استدعا اُن کی خفگی کو مہربانی میں تبدیل کردے۔

سرپرستان و خریداران رئیس ہند کی خدمت میں ایک ضروری گذارش

جن اصحاب کو رئیس ہند کی خریداری منظور نہ ہو انکو چاہئے کہ دفتر ہذا میں اس امر کی اطلاع پہنچادیں بصورت دیگر اُن اصحاب کو مستقل خریدار سمجھا جائیگا

تمام ترسیل زر بنام چیف منیجر رئیس ہند ہونی چاہئے

"ایڈیٹر"

تاج المضامین

کسبِ کمال کن کہ عزیز جہاں شوی　　کس بے کمال ہیچ نیرزد عزیز من

تذکرۂ خاندان

فضیلت مآب کمالات انتساب جناب سردار منشی رائے بھگونت رائے (بہار) نامی مرحوم

تفاخرِ خاندان اس بیسویں صدی میں جبکہ حسب و نسب، شرافت اور نجابت باعث ننگ و عار سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے نزدیک جناب رائے صاحب موصوف کے معزز اور ممتاز سر برآوردہ و سرگروہ خاندان پر کچھ لکھنا بے سود سمجھا جائیگا۔ کیونکہ آجکل نسب کا تفاخر اور عالی خاندان ہونے کا خیال تعلیم یافتہ اور نئی روشنی والے لوگوں میں بہت ہی کم ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ جس میں عالی نسب نہ ہونا ہی داخل فیشن ہے۔ وجہ محض یہ ہے کہ عالی نسب اپنی علوی نسبی کے خیال میں ذلیل کام کرنے سے باز رہے۔ درانحالیکہ ذلیل ہر کام کرنے کے لئے تیار تھے۔ وہ ترقیاں پا گئے اور یہ بیچارے اپنی شرافتِ حسب اور نجابتِ نسب کے خیال میں ایسے افعال و خدمات اپنے اعزاز خاندانی کے خلافِ شان سمجھتے رہے۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ رذیل عروج پاکر رواج بدل ڈالیں گے۔ اور ساتھ ہی زمانہ بھی اپنی رفتار بدل دیگا۔ اور جو آج مذموم ہے وہ کل احسن کہلائیگا۔ جو خلاف تہذیب ہے داخل فیشن ہو جائے گا۔ وہ باتیں جو اگلے زمانہ میں باعثِ فخر تھیں موجبِ شرم

قرار دی جائیں گی۔ اور وہ خیال جو پہلے پسندیدہ تھے ناپسندیدہ سمجھے جائیں گے۔ ایک عالی نسب کہتا ہے۔ اور خوب کہتا ہے۔ مصرع

آنکہ فخر تست آں ننگِ من است

نسب کا تفاخر اور عالی خاندان ہونے کا خیال نہایت النسب خیال ہے ممکن نہیں کہ ان خاندانوں کے بچے جو اپنی عالی نسبی خاندان اور خاندانی عظمت سے واقف ہیں اپنے بزرگوں کے شریفانہ اور نیک کاموں کے اثر سے متاثر نہ ہوں اور ایک خاص ولولہ اور کیفیت اور نیک کاموں کی امنگ ان کے دلوں میں پیدا نہ ہو۔ ازمنۂ گذشتہ میں ایسی مثالیں بے تعداد ملینگی۔ کہ بہت سے شریف محض اپنی خاندانی عزت کے لحاظ سے شرمناک گناہوں سے باز رہے۔ مگر جو شرافت اور نجابت کا فخر نہیں رکھتے وہ بیچارے مجبور رہیں۔

بازاری چیزیں جو لغرض فروخت ہمارے روبرو پیش ہوتی ہیں تو ان کی جائے ساخت محض اسی لئے دریافت کیجاتی ہے۔ کہ اچھائی اور برائی میں تمیز ہو سکے۔ اگر ولائتی شال ہے تو وہ لاکھ عمدہ اور قیمتی کیوں نہ ہو لیکن کشمیر کو اس پر ترجیح دیجاتی ہے۔ اگر کمخواب ہے بنارس کی خوبی آنکھوں میں کھب جائیگی۔ حتیٰ کہ ہر معمولی چیز کی ماہیت حاصل کئے بغیر ایک دانا سے نادان ایسی غیر معروف چیز نہیں خریدتا۔ بایں ہمہ بازارِ انسانی کے خریداروں کے حال پر افسوس ہے آجکل ان میں سے جو انتخاب ہوتا ہے محض ظاہری لباس پر خدا ناپسندیدہ کے لئے جو پسند کیا جاتا ہے محض نمائشی چال ڈھال پر۔ لسانی عیاری اس پر ملمع کرتی ہے۔ مگر پہلے شرافت خاندان کا بڑا خیال تھا۔ جو گھرانا اپنی اصالت و شرافت میں مشہور رہتا تھا وہی قابلِ اعتبار سمجھا جاتا تھا۔

میرا بازار انسانی کے خریداروں سے سوال ہے کہ موتی جوہریوں کو لیا

دکھائے جاتے ہیں۔ ہیرے کی شناخت میں کیوں جان کھپائی جاتی ہے۔ اچھے کمیت کے گھوڑے کے لئے کیوں تحقیقات کی تنظر و طرائی جاتی ہے۔ بازاری کتے کیوں محلات کوٹھیوں میں پلنگوں پر بٹھائے نہیں جاتے اور کیوں انہیں ذبح کیا جاتا ہے۔ اسکی یہی وجہ ہے کہ وہ بدنسل ہیں جیباہی مارے جاتے ہیں جبکہ اعلیٰ انسل کے کتے ہزاروں روپیہ میں بھی نہیں ملتے۔

بھائیو! حیف کا مقام ہے کہ پتھروں، جانوروں، حیوانوں کی شناخت اور جانچ میں تو برسوں صرف ہو جائیں اور پھر بھی تمہیں اطمینان نہ ہو۔ بلکہ ہمیشہ ان کی اصالت پر رائے زنی کرتے رہو۔ مگر تم نمائشی انسانوں کو دیکھتے ہی اپنی تمام عزت کی کنجی اُسکے ہاتھ میں دیدیتے ہو۔ یہ کون سی عقل کی بات ہے کیا اسکا سبب یہ تو نہیں کہ پتھر اور حیوان طاقتِ گویائی نہیں رکھتے۔ اسلئے تم ان کی باتوں میں نہیں آتے۔ اور چونکہ انسان ایک بولتا ہوا جادو کا جانور ہے۔ اسکی باتوں میں پھنس جاتے ہو۔ وہ لوگ جو ظاہری ٹیپ ٹاپ دیکھکر ہر ذلیل سے ذلیل، بدنسل سے بدنسل انسان پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ سخت نقصان کرتے ہیں۔

ایسے ہی ان کوتاہ اندیش ہستیوں کے حال پر افسوس ہے کہ جو انسانوں کو کارِ ملکی و مالی کے سرانجام دینے کے لئے بلا تمیز خریدتے ہیں۔ ظاہری ٹیپ ٹاپ پر مائل ہو کر جو شخص گھٹیل کارخانہ کی ایک گھڑی دس روپیہ میں خریدے گا تو وہ محض دس روپیہ کا نقصان اٹھا کر آئندہ کیلئے محتاط ہو جائیگا۔ مگر بازارِ انسانی کے خریداروں کے ہاتھوں سے ایک ایسی غلطی واقع ہو جانیسے ایک ایسا ناقابلِ تلافی صدمہ پہونچتا ہے کہ اس سے ملک کے ملک تباہ ہو جاتے ہیں۔ ریاستیں برباد ہو جاتی ہیں۔ جاگیریں جاتی رہتی ہیں۔ خزانے خالی ہو جاتے ہیں۔ رعایا الٹ

جاتی ہے۔ مال و اسباب عزت و آبرو کیسا غارت ہو جاتے ہیں۔ اور ہر طرح کے ظلم و ستم رعایا اور ریاست پر روا رکھے جاتے ہیں۔ اے ظاہری باتوں پر فدا ہونیوالے دوستو دیکھنا دیکھنا خبردار ہو کر اس بازار کی سیر کرنا" الخ

تذکرہ قدامت صفحہ ۵

مطبوعہ سمت ۱۹۶۶ بکرمی

آج سے ۵۰ سال پہلے جناب رائے صاحب کے قلم نے بندِ رقت کے طور پر یہ چند آنسو گرائے تھے اور ہم نے انہیں یہاں اسوجہ سے نقل کیا ہے۔ کہ جناب موصوف کے خیالات کا جہاں کچھ اندازہ ہو سکے۔ وہاں آپکی اصالتِ خاندان کے فخر پر بھی کچھ روشنی پڑ سکے۔ آپ کے خاندان کی نسبت یہ لکھنا کہ وہ عرصہ صدی سے ملک بھر میں مسلسل اور متواتر معزز و ممتاز رہا ہے بالکل غیر ضروری ہے اسقدر ظاہر کیا جانا کافی ہے۔ کہ جنگ مہابھارت کے زمانہ میں آپ متبرک سرزمین کرک چھتر میں قیام فرما تھے۔ پھر رشی کپل مُن کے تیرتھ پر جب قصبہ کلائیت آباد ہوا یہ بھی وہیں آباد ہو گئے۔

قومیت اور شغل گویہ خاندان ویش (دنگل گوت) ہے۔ مگر اس کے اراکین ابتدا سے روحانیت کے مدرسہ میں تعلیم پاتے رہے۔ سنسکرت کے عالم و فاضل ہوئے اور کلائیت میں آباد ہونیکی وجہ یہی اس مذہبی اعتقاد کی بنا پر عمل میں آئی۔ اسلامی عہد میں فارسی نے قبض و تصرف حاصل کیا۔ اسکی شیرینی تشنہ کامانِ درس و تدریس کیلئے ہر وقت باعث ترغیب و تحریص رہی ہے۔ چنانچہ آپ کے خاندان نے ہند میں اسلامی حکومت کے قایم ہوتے ہی فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی عہد عروج اسلام روز بروز اشاعت فارسی میں کوشاں رہا۔ اور اد معہ اسمیں فضیلت حاصل کرتے

چلے گئے۔ جب ہند میں اسلامی بادشاہت مستقل طور پر قائم ہوگئی تو آپ کے
بزرگ دہلی میں شاہانِ وقت کی ملازمت میں داخل ہوئے۔ اور متفرق سرکاروں کے
دیوان رہے۔ صدیوں کے واقعات، نسلوں کے حالات ان چند اوراق پر
کس طرح سے لکھے جا سکتے ہیں۔

قصہ کوتاہ شاہِ عالم بادشاہ کے عہد میں آپکے جدِ بزرگوار راے
بل رام داس بادشاہ کے دیوان تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ایک کماتا تھا۔ گھر بھر
کھاتا تھا۔ یہ خاندان اب بھی اطراف اضلاع فیروزپور، حصار، رہتک،
گورگانواں اور کرنال میں پھیلا ہوا ہے۔

چندیلوں اور مڈاڈوں کا جنگ کلایت سے ہجرت روایت ہے کہ کلایت میں پہلے چندیل قوم کے
راجپوتوں کی حکومت تھی۔ اور آپ کا خاندان اسی
سرکار میں دیوان و مختار کل تھا۔ کل دولت ان ہی کے گھر جمع رہتی تھی۔ چندیلوں
کے گھر میں مڈاڈ گوت کے راجپوتوں کی ایک باغیرت شاہزادی بیاہی آئی۔ سامانِ
جہیز کے ہمراہ ایک نایاب گھوڑی بھی آئی تھی۔ چندیل بدمذاق تھے۔ اور شامتِ
اعمال انکا جاہِ عروج غضب کرنیکی تیاریوں مصروف تھا۔ وہ جو کام کرتے تھے
فتنہ و فساد کا کرتے تھے۔ جب گھوڑی پر کاٹھی ڈالتے، ہمیشہ کہتے "مڈاڈ پر کاٹھی
ڈالو"۔ شہزادی اس طنزیہ فقرہ سے جل کر شعلہ ہو رہی تھی۔ اتفاق سے اس کے
پدرکیاں سے ایک حجام سندھا رالیکر کسی تقریب پر آیا۔ شہزادی سے پوچھا کہ بی بی
جی! تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں۔ وہ غیور شہزادی رو کر بولی "۔ اور تو
سب راجگی کے بھوگ بھوگ رہی ہوں۔ مگر جب یہ گھوڑی پر کاٹھی ڈالتے
ہیں تو کہتے ہیں کہ مڈاڈ پر کاٹھی ڈال دو۔ میں اپنے باپ دادا کی توہین نہیں
دیکھ سکتی۔ کہہ دینا کہ اگر مجھے زندہ دیکھنا چاہتے ہو، تو سیاں گھوڑی نہ چھوڑیں"

گھوڑی پر فساد ہوا اور موضع گھروندا (ضلع کرنال) کی سرحد سے منڈاڑ چندیلوں
پر حملہ آور ہوئے۔ اس خونریزی میں چندیل مرغ بچے کی طرح ہلاک کئے گئے۔
جو بھاگا جان سلامت لے گیا۔ منڈاڑ کلائیت میں آکر راجدھانی کے مالک بنے
۳۶۰ دیہات بانگراس ریاست کے تحت میں تھے۔ یہ واقعہ ۵ صدی قبل کا ہے

اسی سخت خونریزی کے موقع پر آپ کا خاندان کلائیت سے اہرمہ
کو ہجرت کر گیا۔ اور وہاں ہی قلعہ حویلیاں تعمیر کرائیں۔ کلائیت میں لب تیرتھ جو بہت
دور تک کھنڈرات پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ آج تک اہرمہ (ضلع حصار) کے
"شاہودن" کے کہلاتے ہیں۔

اقبال ہمیشہ یاوری نہیں کرتا۔ عروج کے ساتھ زوال بھی لازمۂ قدرت
ہے۔ دیوان صاحب کے فرزندوں میں سب سے بڑے رائے رایان بھائی
پرتاپ سنگھ جی تھے۔ پریشان حالی میں نہ تعلیم حاصل ہو سکی نہ نگرانی ہوئی
مگر کاتبِ قدرت نے خطِ تقدیر بادشاہوں سے زیادہ بنایا تھا۔ جب سنِ
شعور کو پہونچے تو ایک روز حصار فیروزہ میں بادشاہ کے حضور پیش ہوئے
اسوقت ایک فرمان جو خطِ شکستہ میں تھا۔ کل طور پر پڑھے نہ جانیکی وجہ سے
شہر بھر میں کھل بلی سی مچی ہوئی تھی۔ آپ نے گو تعلیم کم پائی تھی لیکن
اُن کی والدۂ معظمہ نے خاندان کے رواج کے موافق مکتوب خوب
پڑھائے تھے۔ انہیں فرشتۂ اقبال نے اُکسایا کہ اس فرمان کے پڑھنے میں
خود بھی قسمت آزمائی کرنی چاہئے۔ یہ پہونچے۔ اور سیدھے بھرے دربار میں
اُس زمانہ میں بادشاہوں کا قرب حالیہ زمانہ کی طرح ناممکن نہ تھا۔ شاہ
تک رسائی ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نمک خوارِ قدیم گو زیادہ لکھنا نہیں
جانتا، لیکن پڑھنا جانتا ہے۔ پانچ صدی کے شاہی مکتوب میری زیرِ نظر

ہیں۔ اگر اجازت پاؤں بھرے دربار میں فرمان پڑھ سناؤں۔ اہل دربار ایک نوعمر کی یہ جرأت دیکھ کر حیران ہو گئے۔ مگر بڈھا وزیر پدرانہ شفقت سے اُن کی طرف مخاطب ہوا۔ اور سر پر ہاتھ پھیر کر محبت سے اپنے پہلو میں بٹھایا۔ فرمان مذکور دیکھکر باہستگی کہا کہ سنانے سے پہلے مطالعہ کر لوں۔ انہوں نے عرض کی کہ دیوان بلرام داس نے بچپن میں کہا تھا "جو پڑھو بے تکلف پڑھو، نہ رکو، نہ جھجکو"

وزیر اعظم دیوان بلرام داس کا نام سن کر چونک اٹھا۔ بادشاہ سے ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔ کہ جہاں پناہ یہ نوجوان فرمان ضرور پڑھ دیگا۔ چونکہ یہ خاندانی منشی ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمان ہاتھ میں لیا اور بے تکلف دم زدن میں بادشاہ کو سنا دیا۔

بادشاہ اور اہل دربار محظوظ ہو کر مہربان ہوئے۔ اسیوقت رائے رایاں کے خطاب کے ساتھ جاگیر بخشی گئی۔ اور قصبہ اہرمہ کے قانونگو بنائے۔

اہرمہ سے سنام اہرمہ سے سنام آئے۔ اور وہاں کی سکونت ہی پٹیالہ کی ملازمت کا باعث ہوئی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ شاہ دہلی کے دیوان ہوئے۔

فقیر کی دعا سمنت ۱۷۹۰ بکرمی میں مہاتما تلوک پوری پوتا چیلہ مہاتما سمیر پوری نے بروئے کشف رائے صاحب موصوف سے فرمایا کہ اس تمام ملک میں عنقریب (مہاراج بابا) آلا سنگھ کا راج ہو جائیگا تمہاری اور آلا سنگھ (بہادر) کی اولاد کا چولی دامن کا ساتھ رہیگا۔ اور تمہارا خاندان اسوقت تک برسرکار رہیگا۔ جب تک کہ اس خاندان کے ہاتھ

میں عنانِ حکومت رہیگی"۔

اسی کے قریب سمت ۱۷۹۲ بکرمی میں سید حاکم شاہ نے جو ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے پیشین گوئی فرمائی کہ اب بہت جلد تخت دہلی ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ اور بہت جگہ تقسیم ہو گا۔ اسی تخت کا ایک ریزہ تمہاری وساطت سے (مہاراج بابا) آلا سنگھ کو بھی ملیگا۔

ارا کین خاندان کی جان نثاریاں

ایک ایسے خاندان کے اراکین کا تذکرہ جو کامل ڈیڑھ صدی تک ریاست پٹیالہ کا مدار المہام رہا ہو۔ ان چند اوراق پر لکھا جانا قطعی غیر ممکن ہے۔ اسقدر ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس خاندان میں سلسل و متواتر یکے بعد دیگرے بانی ریاست کے عہد سے مہاراج نرانڈر سنگھ صاحب بہادر کے عہد تک پندرہ سے زائد دیوان اعظم اور میر منشی رہے۔ اور اس خاندان کو وہی عروج حاصل ہوا جو کلایت میں تھا۔

پنجاب گورنمنٹ نے ۱۹۰۴ء میں پنجاب کی ریاستوں کا بڑی محنت اور تحقیقات سے گزیٹیر مرتب کرایا تھا۔ اس معزز و ممتاز خاندان کی نسبت گزیٹیر مذکور کی جلد ۱۷ حصہ دوم صفحہ ۹۰ پر لکھا ہے۔

"قانونگویانِ سنام کا خاندان ویش قوم کا سرگروہ و سربر آوردہ خاندان ہے۔ جن کے رکن اعلیٰ دیوان گوردیال اور دیوان بشمبر داس وغیرہ تھے۔ سنام کے منگل گوتی ویش ریاست پٹیالہ میں چند اعلیٰ و نازک ذمہ وار عہدوں پر ممتاز ہیں"۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ اس خاندان کے اراکین نے اپنے قلم اور

تلوار کے زور سے اس ریاست کی قائمی میں ایک خاص حصہ لیا ہے۔ ریاستوں
بالعموم اگر کوئی جدید خاندان بنتا ہے تو دوسری یا حد تیسری پشت میں نیست و نابود
ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ بزرگ خاندان بفضل الٰہی عرصہ ۵ صدی سے غیر منقطع شہرت
و ناموری، فضیلت علمی، نیک چلنی، ایمانداری اور جاں نثاری تاج میں سینکڑوں طوفان
ہائے بے تمیزی کا مقابلہ کرتا ہوا ہنوز ویسا ہی ممتاز و ناموری ہے۔ جیسا کہ کسی قدیم
مشہور بابرکت خاندان کو ہونا چاہیئے۔

اقبالِ دولت اور سازشوں کا شکار

دیوان صاحب موصوف کا لنگر علاقہ بھر میں مشہور تھا۔ ہر روز صبح و
شام ہزارہا نفوس شریکِ طعام ہوتے تھے۔ جائداد منقولہ و
غیر منقولہ ایک جاگیر سے کم نہ تھی۔ بد ذات ہستیاں اور نمکحرام
اشخاص ریاستوں میں سازشیں کر کے اپنے عروج کے لئے میدان صاف کیا کرتے ہیں
آخرش یہ خاندان بھی ان سازشوں کا شکار ہوا۔ کیونکہ لائق و دیانت دار اشخاص کا
ریاستوں میں جو انجام ہوا کرتا ہے۔ اور جن سازشوں سے ان کا تنزل ہوتا ہے
ان کی بھینٹ میں بوجہ جوشِ جاں نثاری ریاست پٹیالہ انہیں بھی چڑھنا پڑا۔

ریاست پٹیالہ کے سات پشت کے دیوان اعظم کے خاندان میں منشی رائے
جسونت رائے پیدا ہوئے۔ انہیں اپنے بزرگوں سے جاں نثاری کا ورثہ پہونچا تھا۔ چنانچہ
رائے صاحب موصوف ریاست پٹیالہ میں مردم شماری کے آفیسر اعلےٰ مقرر کئے گئے
اور پہلی مردم شماری رائے صاحب موصوف کے ہی زیر نگرانی ہوئی۔ پھر بہت عرصہ
ناظم جنگلات کے عہدے پر متمکن رہے۔ آخرکار بدبختوں کی سازشوں کے یہ بھی
شکار ہوئے۔

اثر و رسوخ

ریاست پٹیالہ میں کامل ڈیڑھ صدی مدار المہام رہنے سے ہندوستان
بھر کے شرفا و امرا سے اس خاندان کے تعلقات پیدا ہوئے۔ اور جن

پر بالعموم اس خاندان کا اثر و رسوخ مسلط تھا چنانچہ عالیجناب راجہ جوتی پرشاد صاحب بہادر رئیس اعظم ریاست جگادھری (ضلع انبالہ) اور عالی جناب سردار فروہ سنگھ صاحب بہادر رئیس ریاست رام گڈھ (ضلع انبالہ) اور جملہ تاجداران رؤسا پنجاب اس خاندان کی عزت فرماتے تھے۔

اہلکار گر

تاریخ ہند میں جس طرح سے سادات بارہہ شاہ گر گذرے ہیں ویسا ہی تاریخ پٹیالہ میں یہ خاندان اہلکار گر ہے۔ کہ انکی فیض تعلیم و ہمدردی عامہ سے سینکڑوں آدمی ریاستوں کی ملازمت میں داخل ہوئے اور جو تدریجی ترقی کے بعد ریاست کی وزارت کے عہدہ تک پہونچے۔ چنانچہ دیوان نہال چند آپ کے خاندان کے آوردہ اور پرورش یافتہ تھے۔ انکی دیانت داری اور قابلیت آج تک مشہور رہے اسی طرح سے خاندان دیوان نانو مل وغیرہ بھی آپ ہی کے نخل پرورش کا ثمر ہیں۔ فرید کوٹ میں جواد الدولہ لالہ کرتا رام صاحب میر منشی، اور نابھہ میں لالہ کھوشو مل صاحب دیوان آپ کے مکتب کے تعلیم یافتہ ہیں انکا مکتب اس نواح میں لاثانی تھا جسنے تعلیم پائی روزگار سے محروم نہ رہا

پیدائش و تعلیم

فلک بہ مردم ناداں دہد عنان مراد
تو اہل فضلی و دانش ہمیں گناہ تو بس

ساون بدی اماوس سمت ۱۹۳۲ بکرمی میں بمقام سنام آفتاب اقبال طلوع ہوا اور آپ کا نام بھگونت رائے رکھا گیا۔

آپ نے اپنے جد بزرگوار منشی رام سرن داس سر گباشتی کی پرفیض درسگاہ میں تعلیم شروع کی۔ مرحوم معزز الیہ فارسی اور عربی میں مہارت تام رکھتے تھے۔ مولوی فضل امام مرحوم و مغفور خیرآبادی سے علامہ آپکے استاد تھے۔ اس مناسبت سے جناب رائے صاحب علامہ موصوف کے ممتاز خاندان کے علم فارسی و عربی میں شاگرد ہیں۔ آپ رسمی وملکی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے والد بزرگوار منشی رائے جسونت رائے کی بابرکت صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے

ملازمت اور ترقیات

سمت ۱۹۵۵ بکرمی میں خلد مکانی مہاراجہ راجندر سنگھ بہادر والئے ریاست پٹیالہ نے جناب رائے صاحب کو خاص اپنی عدالت کیلئے ریاست میں ایک جدید اسامی قائم فرما کر نائب تحصیلدار کوہستان شملہ بنایا۔ سمت ۱۹۶۰ بکرمی میں آپ ریاست میں ڈسٹرکٹ جج (نائب ناظم) بنائے گئے۔ اور اسکے بعد مجسٹریٹ درجہ اول اور ناظم کئے گئے۔ دوران ملازمت میں جاں نثاری اور وفاداری کی بے نظیر یادگاریں قائم کیں۔

علمی مصروفیت

چونکہ تصنیف و تالیف کا ورثہ پشتینی تھا۔ اس لئے آپ نے بہت عرصہ انبالہ گزٹ ایڈٹ کیا۔ مراۃ الغیب، لطف کوہسار، طریقہ حصول ربانی، رسالہ خوشنویسی، تہذیب جدید۔ تذکرہ قدامت، کلیات برہمن، اسرار دربار تاج گنج، اول و دوئم وغیرہ وغیرہ بہت سی مشہور و مقبول کتب تصنیف و تالیف فرمائیں۔ جنمیں سے کلیات برہمن، نقادانہ شان سے لاجواب ہے۔

دربار پٹیالہ

عرصہ ڈیڑھ صدی تک ریاست کی مدار المہامی آپ کے خاندان میں رہی۔ مہاراجگان مغفور بیٹوں سے زیادہ خاندان کے اراکین پر مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ اور اکثر اوقات ایسی ایسی اہم تحریرات ان اراکین معتمد سے لکھانے اور پڑھاتے تھے۔ کہ جن کی بابت مہاراجہ ہی کو خبر ہوا کرتی تھی۔ یا اس خاندان کے رکن کو۔ آپ کے والد بزرگوار نے زمانہ کی خود سری اور بیجا آزادی کی ہوا دیکھ کر آپ کو فرمایا کہ میں "دربار مہندری" کے نام سے پٹیالہ کی ایک مفصل و مبسوط تاریخ ترتیب دے رہا ہوں) اسے چھپانا نہیں۔ موقع دیکھکر چھپوانا۔ اور اصل کاغذات کہ جو ایک ایک لاکھ کو نہیں مل سکتا کسی باہوش فرمانروا پٹیالہ کے پیش کر دینا۔ چنانچہ آپ نے اپنے والد کے انتقال کے بعد جب یہ لاجواب تاریخ

دیکھی، سخت حیرت ہوئی کہ وہ پریشان حالت میں ہے۔ آپ نے عرصۂ سات سال میں اُسے چار ہزار ورق پر صاف کیا۔ لیکن کافی سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ نادر ذخیرہ نظروں سے چھپتا نظر آتا ہے۔

"رئیس ہند" کا دھلی سے اجرا

ملک میں جنگِ عظیم کے بعد شورش پسندوں یا ہندوستان کے نادان دوستوں نے خاندانِ شاہی و رؤسا کے خلاف ایک عام جہاد شروع کیا۔ اور ہر بدحیثیت سے بدحیثیت اس پروگنڈا ورک میں معروف ہوگیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۲۰ء میں یکدم اخباری رائے رؤسائے ملک کے خلاف ہوگئی۔ جہاں وہ پہلے تاجدارانِ ہند کو باعثِ خیر و برکت سمجھتے تھے وہاں اب اُن میں بے انتہا نقص نکالے جانے لگے۔

طبقۂ رؤسا و امرا ٹھیک اس کبوتر کی طرح بیٹھکر بیٹھا ہے۔ جو بلّی کے حملہ کیوقت آنکھیں بند کر لینا ہی اپنی سلامتی سمجھتا ہے۔

ماسوائے اسکے وہ اُن بربادکُن خرابیوں اور ابتریوں کی اصلاح کیطرف بھی تا حال متوجہ ہوتا نظر نہیں آتا تھا جبتک کہ اُسے خاص انداز سے خبردار اور آگاہ نہ کیا جائے۔

اسمیں تو کوئی شبہ نہیں کہ ہندوستان میں ریاستوں کا وجود مغتنمات سے ہے۔ لیکن اُن کی بدنظمیاں ایسی ہولناک ہیں کہ اگر انکی طرف اِن عیش کے بندوں اور مردانہ کھیلوں کے کھلاڑیوں کو توجہ نہ دلائی گئی تو انجام بخیر نظر نہیں آتا۔

"رئیس ہند" روزانہ اخبار کی شکل میں نکالنا مقصود تھا

چونکہ طبقۂ امراء رؤسا ملک کے ہر فرقے کیلئے باعثِ رحمت ہے۔ اور اس کا نظام زمانہ قدیم میں سمجھ میں نہ آنیوالی دور اندیشی سے منضبط کیا گیا تھا۔ دورِ حاضرہ کے بداندیش، جلد نتیجہ نکالنے والے بالشویک باوحشت خیز خیال کے خدائی فوجدار

اس نظام کے درہم برہم کر دینے پر تلے ہوئے دیکھکر جناب رائے صاحب موصوف کی رگ وفاداری میں جوش آیا اور باوصف ہر طرح کی بے بضاعتی کے یہ ارادہ ہوا کہ ایسے اہم موقعہ پر کسی بے سروسامانی کی پروا نہ کرتے ہوئے ان بیتیمی رؤسا کی خدمت کیلئے خاص دارالسلطنت دہلی سے ایک روزانہ اخبار جاری کیا جاوے۔ خاص اہتمام اور خاص ہی انتظام ہو اور لطف یہ کہ ہندیوں اور مسلمانوں کا مشترکہ پلیٹ فارم ہو۔ اپنے کو اپنا سمجھا کر دونوں کو ایک بنائے، سوراج کا حقیقی لطف دکھائے۔ مالی مشکلات کی وجہ سے روزانہ اخبار کا اجراء تو ملتوی رہا۔ لیکن

ماہواری رسالہ رئیس ہند

جنوری ۱۹۲۱ء سے نکلا اور بڑی شان کیساتھ نکلا۔ اسکے جلوس کی شان سے بدبختوں، تیرہ باطنوں کی آنکھیں چوندھیا گئیں۔ بد اندیش حیران ہوئے کہ ملک میں ایسا کون پیدا ہوا کہ جوانِ رؤسا کا حامی بنا۔ حیرت ہے کہ بعض رئیسوں، راجاؤں اور آنکے اہلکاروں نے اسے دیکھتے ہی ناک بھوں چڑھائے۔ خریدار و سرپرست تو کیا بننا تھا۔ کارکنانِ رسالہ ہی غلط روی کے ملزم ٹھہرائے۔ لیکن رسالہ رئیس ہند بڑی شیر مردی کیساتھ ان آفات کا مقابلہ کرتا رہا۔ درحقیقت مردوں کا شیوہ بھی یہی ہے۔ ؎

پھرتا ہے سیلِ حوادث سے کہیں مردوں کا منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب میں

ہمت کیا کچھ نہیں کر دکھاتی۔ چنانچہ آج خدا کے فضل سے رسالہ رئیس ہند ملک کے رسالوں میں بلحاظ اپنی خاص شان کے صفِ اوّل میں بیٹھا نظر آتا ہے

رؤسا ہند سے اپیل

یہ کوئی راز نہیں کہ ہمارا طبقہ رؤسا ان مہلک وزود اثر امراض کا مریض ہے۔ جو انجام کار پامالیِ سلطنت کا باعث قرار دیجاتی ہیں۔ وہ اُن مشاغل پر جو ملک و رعایا کے مفاد کے منافی

ہیں بیدریغ دولت لٹا رہا ہے۔ لیکن ان میں سے علمی سرپرستی کی صفت قطعاً جاتی رہی اور یہی وجہ ہے کہ رئیس ہند جیسا کہ چاہئے تھا اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہوا ہم سمجھتے ہیں کہ اسکی ناکامیابی کے ساتھ طبقۂ رؤسا کی بدحالی لازمی ہے۔ اور اسمیں کسی کا چارہ ہی کیا ہے۔ ؎

ہوتا ہے وُہی خدا جو چاہے ۔۔۔ مختار ہے جس طرح بنا ہے

مگر ہم یہ ضرور سفارش کرینگے کہ ہمارے رؤسا ملک کو اس رسالہ کے احیا و ابقا میں خاص حصہ لینا چاہئے۔ کیونکہ یہ رسالہ اُنکی خدمات کرتا کرتا اُن کی ناقدردانی سے خود بھی انکے ساتھ ہی اس بھنور میں پھنس گیا ہے کہ جیسے اب کوئی قابل ناخدا ہی نکال سکتا ہے۔ کیونکہ کسی رسالہ یا اخبار کے مالک کی الوالعزمی محض اسی قدر ہے کہ اُسے جاری کر دے اور ملک بھر میں پھیلاوے ترقی دینا ان کے ممدوحوں کا کام ہے۔

بینظیر کتبخانہ جب اورنگ زیب کے دو مشہور اہلکار سیف خاں اور فدائی خاں بادشاہ مذکور کی زرپرستی کی وجہ سے موردِ عتاب ہوئے۔ حاضری دربار سے محروم کر دئے گئے۔ واقعی خانہ زادانِ قدیم کی اصلاح کا اس سے بہتر راہ کوئی طریقہ نہیں۔ اُن کو حکم دیا گیا کہ کوہِ سوالک کے دامن میں ہندی راجگانِ قدیم پشتوں سے حکمرانی کر رہے ہیں۔ گو اُن کے پاس دولت نہیں۔ مگر ان کا علاقہ سرسبز و شاداب ہے۔ انہیں غارت و برباد کر کے اوقات بسر کرو۔

فدائی خاں کانگڑہ کے خاندانی ہندی راجاؤں کو قتل کر کے علاقہ سرہند پر قابض ہو گیا۔ سیف خاں نے خاندانی حکمران تباہ و برباد کر کے شاہی سڑک کے جانب جنوب اپنے نام سے (سیف آباد) قصبہ آباد کیا۔ اور موسم گرما کے لئے ریاست گاہ بھوانا جو دھارا منڈل تیرتھ پر واقع تھا منتخب کیا۔ بے تعداد

مندر مسمار کیئے۔ اور مشہور باغ پنجور حالیہ شکل میں تبدیل کیا۔ اقبال ادبار کا دشمن جانی ہے۔ جب وہ آتا ہے ادبار بھاگ جاتا ہے۔ سیف خاں کا ادبار آ سکے اخراج سے شروع ہو چکا تھا۔ نسلیں اُن مظالم کا نتیجہ بھگتنے کے لیے چند پشت تک تنگدستی، بدحالی اور آوارگی کی ہم آغوش رہیں۔ آخرش پیمانۂ ظلم لبریز ہوا۔ اس فلاکت پر شرارت یہ کہ راجہ کیرت پرکاش والئے ناہن سے اُلجھے۔ جنہوں نے راجۂ راجگان امر سنگھ بہادر والئے پٹیالہ کو اِن مار آستینِ صفت بدذاتوں کی بدذاتی سے آگاہ کیا۔ جنگ شروع ہوئی۔ سخت خونریزی کے بعد قلعہ سیف آباد فتح ہوا۔ مال غنیمت سکھان عالیشان کے ہاتھ لگا۔ مگر کتبخانہ کا غذات سمجھے جا کر جوں کا توں پڑا رہ گیا۔ چنانچہ اس فتح کے صلے میں منشی رائے دیالال جد بزرگوار جناب رائے صاحب کو ماسوائے اور مال غنیمت کے یہ کتبخانہ ہی عنایت ہوا جس میں نہایت بے بہا اور نایاب قلمی نسخے ہاتھ آئے۔ گو یہ تمام کتبخانہ اس خاندان کے قبضے میں نہیں رہا لیکن اس پر بھی ہزارہا کتب نایاب آپ کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ دیوان منشی چندربھان برہمن" اسی کتبخانہ کا ہے۔

سکہ جات نادرہ اُسی مال غنیمت میں چند سبوچے زر سرخ و سفید کے سکہ جات سے بھرے ہوئے ملے۔ جو کتبخانہ کی ایک کوٹھری میں پنہاں تھے۔ ان میں سے کئی ہزار سکے اب تک اس خاندان کے قبضے میں ہیں۔ (مسعر فن ا)

لے یہ قصبہ تاحال اپنے بانی کے نام پر۔ پٹیالہ بجانب شمال مشرق چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ۱۲

لالہ گوں خون کے آنسو

ہر شب از موج گریہ خونیں غرق دریا و وقف طوفانیم

بہار ستنامی کی مقدس سمادھ پر

صدق ارادت و عقیدت کے چند پھول

زاشکِ لالہ گوں باغِ محبت تازہ میدارم + کہ آب از چشمۂ خونِ جگر گیرد نہال من

۲۳ اگست ۱۹۳۳ء کی دوپہر انصاف و صداقت۔ حوصلہ و ہمت۔ علم و فضل اخلاق و فیاضی کی شام تھی۔ رواداری حسن نفاست کو گرہن لگ گیا تھا۔ ریاستی شان و وضع داری بیوہ ہو گئیں۔ دوست بِل بلا اٹھے۔ عزیزوں۔ رشتہ داروں پر آسمانی گولہ پڑا کشتِ امید جل گئی ؎

از دیارِ عشق مے ائیم حالِ ناخوش است

تحفۂ اہلِ محبت درد و آہ آوردہ ایم

یہ وہ بدبخت نامراد اور ملعون دوپہر تھی۔ کہ جس کے بارہ بجے سردار دیوان رائے بھگونت رائے ایم۔ اے۔ ایس۔ بی۔ ایم۔ پی۔ ایچ۔ ایس بہار ستنامی سرپرست رسالہ ریئس ہند نے مقام چائیل (ریاست پٹیالہ) گیسٹ ہاؤس میں ۵۲۔ برس اہلِ عالم کو طرح طرح کے فیض پہنچا کر داعیِ اجل کو دفعتہً لبیک کہا۔ نہ کچھ کہہ سکے۔ نہ کسی سے کچھ سن سکے۔ دل کی مرادیں دل میں رہ گئیں۔ کیا کیا تمنائیں تھیں۔ کیا کیا ارادے تھے۔ ؏

حیف در چشم زدن صحبت گل آخر شد

شاہی احترام سے بذریعہ لاری نعش کا سنام پہنچایا جانا

مہاراجہ ادہیراج والئے دولت پٹیالہ کو جب اس سانحہ روح فرسا کی خبر پہنچائی گئی۔ تو آنحضور نے سخت رنج و افسوس کا اظہار فرمایا۔ اور نعش کو سرکاری اعزاز و احترام کے ساتھ سنام پہنچوانے کا حکم صادر فرمایا۔

ماتم روح فرسا اور ہجوم خلائق

۲۴ راگست کی رات کے ۹ بجے بذریعہ تار یہ خبر وحشت اثر سنام پہنچی۔ پھر کیا تھا۔ کہرام مچ گیا۔ چیخ و پکار کے شور نے ہنگامہ محشر بپا کر دیا۔ آنسوؤں نے خوں کے دریا بہائے۔ اس خیر مجسم ہستی کے دنیا سے قطع تعلق کرنے کی خبر جس نے سنی۔ انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا۔ صبح قیامت کے نمودار ہونے سے پیشتر معززین شہر اور دولتمند اصحاب با دیدہ گریاں و سینہ بریاں ٹھٹھ کے ٹھٹھ آنے شروع ہوئے۔ ۹ بجے تک شہر کے ہر طبقے کے ادنیٰ و اعلیٰ افراد کوٹھی کے سامنے جمع ہو گئے۔ اور گہرے ماتم کا مظاہرہ شروع ہو گیا۔

اتنے میں لاری جس میں نعش بھی آ گئی۔ گریہ و زاری نے غم زدہ دلوں کی ترجمانی کی۔ ہاتھوں نے حق ماتم ادا کیا۔

بِوان کا اٹھایا جانا

رسومات مذہبی ہو چکنے کے بعد جگر خراش گریہ و زاریوں اور دل دوز نالہ و فریاد کے درمیان اس خیر مجسم ہستی کا بوان چلا۔ اور ریلوے اسٹیشن کے پاس سے گذرتا ہوا شمشان بھومی پہنچا۔

جب جگہ صاف کی جا کر ڈھاک کی لکڑیوں سے چتا طیار کی گئی۔ اور اس محبوب عالم کا بوان چتا پر رکھا گیا۔ تو سخت ہائے پکار اور دل فگار چیخوں نے زمین سے آسمان تک کہرام برپا کر دیا۔ نعش پر گھی۔ صندل۔ میوہ جات اور دیگر خوشبویات پھیلائی گئیں منشی تیجونت رائے نے ٹوٹے ہوئے دل۔ آنسو گراتی ہوئی آنکھیں اور لرزتے ہوئے

ہاتھوں سے چتا کو آگ دی - یہ دلدوز نظارہ فلک شگاف نعروں اور دلوں کے ہلا دینے والی فریادوں سے ایسی عبرت کا سین بن گیا۔ کہ جس سے فناہ ہونے والی مغرور ہستیوں کے دل پاش پاش ہوگئے۔ وہ نوری جسم کہ جو پردہ میں حدت آفتاب کی بھی تاب نہ لا سکتا تھا۔ شعلہ ہائے آتشین کی لپٹوں سے شعلہ جوالا بن گیا۔ اور دم زدن میں وہ جسم عنصری کہ جو اوصافِ حمیدہ کا مجموعہ تھا۔ اربعہ عناصر میں مل گیا۔ انجام فناہ ہے

یہ چمن یونہی رہے گا اور ایسے جانور - اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائینگے

دستاربندی کے موقع پر شاہی حکم سے چوبدار رجائل سے دستار لیکر سنام پہنچا جس سے مرحوم کی جاں نثاری و وفاداری تاج کا نقشہ کھنچ گیا۔

شجر کے خام ثمر اور موجودہ حالت

خاندان کی یادگار آپ کا اکلوتا فرزند منشی تیجونت رائے ہے۔ جو خاندان کی روائت پر عامل ہے۔ اور بہار رسنامی کی زیر نگرانی تعلیم و تربیت پائی ہے۔

یہ خاندان عرصہ ایک صدی سے زائد تک خود مدار المہام ریاست رہا۔ کل دربار شاہی آپ کا دست نگر تھا۔ مگر دیوان منشی رلئے کنھیا لعل سرگباشی کے انتقال پر اس خاندان کا چراغ نمکوام اہلکاروں کی طوفانِ بدتمیزی کے صدمہ سے کچھ عرصہ کے لئے گل ہوا۔ اب دورِ جھونپڑی کی جوانی ہے۔ اور اس قدیم خاندان کی سر سبزی کا موسم۔ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ قدر شناس مہاراجہ اور مہاراج مہندر بہادر والئے دولت پٹیالہ اپنے خیر خواہ خاندان کی پوری پوری سرپرستی فرماکر رعایا پروری کا ثبوت دینگے۔

مقصدِ گریہ وزاری

وہ نہیں بھولتا جہاں جاؤں
ہائے میں کیا کروں کہاں جاؤں

ستونِ بالا لالہ گوں آنسوؤں کا دریا ہے۔ اس حالت میں جبکہ یہ دل دریائے غم میں غرق اور طوفانِ فکر کیلئے وقف ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ وہ قطراتِ اشک ہیں۔ جو تا ایندم کبھی بھی کسی حادثہ پر نہ ٹپکے تھے۔ حقیقتاً یہ صدق ارادت وعقیدت کے پھول ہیں جو بہار سنامی بیکنٹھ باشی کی مقدس سمادھ پر بڑے ادب واحترام سے چڑھائے جاتے ہیں۔

مبصر فن

"مرثیہ بہار"

جذبات ہمدردی ومحبت سے متاثر ہو کر جناب صابر میاں صاحب صابر سنامی نے ذیل کا معنی خیز مرثیہ بھیجا ہے۔ جسے ہم بکمال شکریہ درج کرتے ہیں۔

(ایڈیٹر)

کیا سناؤں ہمنشیں تجھکو میں اپنی داستاں
چرخ کے ظلم وستم سے ہو رہا ہوں نیم جاں

شوق سے ظلم وستم کر اے فلک پر یاد رکھ
اپنی آہوں سے اڑا دونگا میں تیری دھجیاں

زندگی سے دہر کی میں پہلے ہی بیزار ہوں
موت کی دیتا ہے کیا مجھکو فلک تو دھمکیاں

کیا مزا تجھ کو ملا۔ یوں چھین کر ہم سے بہار
کونسی کاوش تھی ایسی او ستمگر آسمان

جوششِ فصلِ بہاری حیف ٹھنڈا پڑ گیا
موسمِ گل ہی بنا گلشن ہو گیا وقفِ خزاں

کوئی دن تو اپنی دکھلاتا بہار جانفزا
ہیچ کو اپنے ذرا ہونے تو دیتا نوجواں

عقل ودانش میں تیری ہستی تھی بیشک بیمثال
اور علم وفضل کا تھا ایک بحرِ بیکراں

رازداں کوئی نہ تھا تیرے سوا اس دہر میں
کسکو اپنے درد وغم کی اب سنائیں داستاں

سرکشوں کو کون اب نیچا دکھائیگا بھلا
زیر دستوں کی کریگا کون اب غمخواریاں

کون سمجھائے ہمیں اب نیک و بد کا امتیاز
کون بتلائے ہمیں اب نظم کی کمزوریاں

دیکھ تیرے "تیج" کا اب حال کیسا ہو گیا
کیسی کیسی اس سے اعدا کرتے ہیں گستاخیاں

نام نامی تیرا صفحۂ عالم سے مٹ سکتا نہیں
خاطرِ خلقت پہ ہیں کالنقش تیری نیکیاں

ہے دعا یہ عمر وافی تیج کو بخشے خدا
شائقِ علم و عمل ہو یادگارِ خاندان

گلستانِ خاندان کا پھول یہ پھولے پھلے
اور خوشبو سے معطر کر دے یہ سارا جہاں

ہر قدم پر اسکو دنیا میں ترقی ہو نصیب
اس دعا پر ختم کرتا ہے فغاں صابر میاں

"شردھا کے پھول"

از قلم گوہر رقم شاعر روشن خیال ناثر شیریں مقال مسٹر روشن لال صاحب روشن بی اے مدیر معاون اعزازی رسالہ "زندگی" امرتسر سابق مدیر اعزازی "اخبار اگروال ہتیشی" و "اخبار شجاعت" لاہور

کون ایسا بد قسمت انسان ہے جو رائے صاحب منشی بھگونت رائے صاحب بہار سنامی کے نام نامی سے ناواقف ہو۔ آپ ملک کے ان برگزیدہ اہالیانِ قلم میں سے تھے۔ جنکی عزت کرنا ہر ادب نواز شخص کا فرض اولین ہے۔ گو جسمانی طور پر آپ ہم سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ لیکن آپکی قابلِ قدر تصانیف و رسالہ "رئیس ہند" آپکی بہترین یادگار ہیں۔ جو ہر علمی مذاق رکھنے والے شخص کی وادیٔ ادب میں بجا طور پر رہنمائی کرتی رہیں گی۔

حضرت بہار کا وطن مالوف قصبہ سنام ریاست پٹیالہ تھا۔ آپکے آبا و اجداد مغلیہ سلطنت کے عروج کے زمانہ میں وزیر اعظم کے جلیل القدر عہدوں پر فائز تھے۔ لیکن ایک فرشتہ خصلت خدا دوست فقیر کی رائے سے انکے آبا و اجداد نے بابا آلا سنگھ صاحب مورثِ اعلےٰ ریاست پٹیالہ کی امداد کی جس سے اس خاندان کا تعلق ریاست پٹیالہ سے ہو گیا۔ اور ان گرانقدر خدمات کے صلہ میں حضرت بہار کے خاندان

کے اراکین ریاست کے مختلف ممتاز و ذی عزت عہدوں پر ممتاز رہے۔ حضرت بہار رسنامی نے بھی ابتدائی
عمر سے نہایت وفاداری، جاں نثاری و دیانتداری سے ریاست کی خدمات کیں اور آپ نائب تحصیلدار سے لیکر
ناظم (ڈسٹرکٹ جج) کے ذمہ دار عہدہ تک ترقی پا گئے۔ اور آخر سالہا سال کی خدمات کے بعد باعزت
طور پر ریٹائر ہو گئے۔

آپ ایک وجیہ، پرشکوہ و ریاستی شان و شوکت کے اہلکار تھے۔ آپکے بشرے سے
ہر وقت نورانیت و جلال ٹپکتا تھا۔ جس وقت کسی سے بات کرتے تھے تو ایسا معلوم دیتا تھا کہ منہ سے
پھول جھڑ رہے ہیں۔ جس شخص کو ایکدفعہ بھی آپ سے ملنے کا اتفاق ہوا وہ تاحیات انکا مداح و گرویدہ رہا
انکی گفتگو نہایت ہی عالمانہ و سنجیدہ ہوا کرتی تھی۔ جس آدمی کو آپکی صحبت میں بیٹھنے کا فخر حاصل
ہوا وہ اُنکے جذبات و خیالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ ان کے کیریکٹر کی سب سے بڑی خوبی
یہ تھی کہ مشکلات و تکلیفات سے گھبراتے نہیں تھے۔ بلکہ کمال خندہ پیشانی سے انکا خیر مقدم کرتے تھے
اور اپنے تدبر و دور اندیشی سے انپر فتح حاصل کرکے لوگوں کو محو حیرت بنا دیتے تھے۔ انہیں اپنی
ر[illegible]) کا خاص خیال رہتا تھا۔ علم و ادب کی محبت انکی فطرت میں کوٹ کوٹ کر
بھری تھی۔ انکی خداداد ذہانت، ذکاوت طبع و علمیت کو دیکھکر بڑے بڑے عالم انگشت بدندان رہ جاتے
تھے۔ میں اگر یہ کہہ دوں کہ وہ اپنے زمانہ کے بہترین انشا پرداز و ناقد تھے۔ تو مبالغہ نہ ہوگا۔ آپکی قلم میں زور
تھا۔ اور جو کچھ لکھتے تھے وہ پڑھنے والوں کے دلوں کی عمیق گہرائیوں میں اتر جاتا تھا۔ آپنے اپنی
بے پایاں قابلیت، مطالعہ و وسیع النظری سے علم و ادب کی جو بیش بہا خدمات سرانجام دی ہیں۔
انہیں ہم آنیوالی نسلیں کبھی فراموش نہیں کر سکیں۔ اور آپکا نام علم و ادب کی تاریخ کے اوراق پر جلی
حروف سے لکھا جائے گا۔ آپکو مطالعہ کا از حد شوق تھا۔ آپکی وسیع لائبریری اس بات کا ثبوت ہے،
کتب کو نہایت احتیاط سے رکھتے تھے۔ نثر لکھنے میں انہیں خاص ملکہ حاصل تھا۔ بڑے بڑے
جیّد عالم بھی ان کے قلم کے لوہے کو مانتے تھے۔

سب سے بڑی حیرانی کی بات یہ ہے کہ ریاست کے ذمہ وار عہدوں کے تمام امور کو خوش اسلوبی سے سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ علم و ادب کی خدمت کیلئے بھی وقت نکال لیتے تھے اور اس فرصت کی وقت میں انہوں نے سیر کوہسار۔ تاج المضامین۔ تاریخ منشیاں۔ کلیات برہمن۔ جیسی عالمانہ تصانیف مرتب کیں جو علم و ادب میں ہمیشہ عزت و وقعت کی نظروں سے دیکھی جائیں گی۔

یہ سطور میرے جذبات دلی کا صحیح مرقع ہیں۔ میں انہیں کمال عقیدت و صدق دلی سے اُن کے قدموں پر بھینٹ کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

تحفہ اطفال

بے وفا دوست

کرشن اور لعل اگرچہ ایک محلے میں نہ رہتے تھے مگر محبت اتنی تھی کہ دونوں اکٹھے مدرسہ جایا کرتے تھے۔ اکٹھے کھیلا کرتے تھے۔ دونوں میں محبت تو ضرور تھی مگر طبیعتیں یکساں نہ تھیں۔ مزاج میں اختلاف تھا۔ کرشن کی صورت بھولی بھالی تھی مزاج بھی سیدھا سادہ تھا مگر لعل کی فطرت میں چالاکی مکاری۔ دغا بازی اور بے وفائی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

ایک دن دونوں تین شکاری کتوں کے ساتھ جنگل میں خرگوش کا شکار کھیلنے کی غرض سے گئے وہ جنگل میں پہنچے ہی تھے۔ کہ ایک جھاڑی سے دو خرگوش اُن کے سامنے کی طرف بھاگے شکاری کتے بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ کرشن اور لعل بھی بڑی تیزی سے کتوں کے ساتھ ساتھ دوڑنے

لگے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد کتے خرگوشوں کے تعاقب میں بہت دور نکل گئے اور آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ کرشن اور لعل دونوں تھک کر ایک درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ کر اپنے کتوں کا انتظار کرنے لگے۔

سورج چھپ چکا تھا۔ تھوڑا تھوڑا اندھیرا بھی ہو رہا تھا۔ کرشن نے لعل سے کہا گھر چلو بہت دیر ہو گئی۔

لعل نے کہا کتے اب تک نہیں آئے خدا معلوم ان کو کیا ہو گیا۔ ذرا اور انتظار کرنا چاہیے اتنے میں بالکل اندھیرا ہو گیا۔ کرشن چلنے کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور لعل سے بھی چلنے کیلئے کہا دونوں شہر کیجانب روانہ ہوئے جنگل میں پر زور ہولناک سناٹوں جو فلک شکوہ درختوں سے گذر کر کے پر خوف اور ہولناک سین پیدا کر رہے۔ رات کی سائیں سائیں کی مہیب کی آواز..... اور درندوں کی ڈراونی چیخوں سے مخوف ہو کر وہ بہت جلدی جلدی قدم بڑھانے لگے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا۔ کہ انہیں ایک کالا ریچھ سامنے سے آتا دکھائی دیا دونوں خوف زدہ ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد لعل نے کرشن سے کہا زور زور سے چیخنا شروع کرو ریچھ آواز سنکر بھاگ نکلے گا کرشن نے کہا بھائی لعل یہ موذی جانور بڑا نڈر اور خطرناک ہوتا ہے تم مجھے جلدی سے درخت پر چڑھا دو۔ لعل نے کہا میں خود درخت پر چڑھنا نہیں جانتا ہائے..... اب کیا کیا جائے۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ریچھ بھی ان کے طرف آتا ہوا دکھا دیا۔ لعل تو فوراً بھاگ کر درخت پر چڑھ گیا بچارے کرشن کو درخت پر چڑھنا نہ آتا تھا کرشن نے کہا لعل ذرا میرا بھی ہاتھ پکڑ لے تاکہ میں تیرے سہارے سے درخت پر چڑھ جاؤں مگر لعل نے کہا کہ اگر میں تیرا ہاتھ پکڑنے کیلئے نیچے آیا تو ریچھ فوراً مجھکو مار ڈالے گا تو تو مرنے ہی لگا ہے مجھ کو کیوں مرواتا ہے یہ کہکر لعل درخت

کی سب سے بلند شاخ پر جا بیٹھا کرشن نے کہا۔ اے لعل میں تجھ کو بڑا وفادار مصیبت میں کام دینے والا دوست سمجھتا تھا مگر تو تو پرلے درجے کا بے وفا دغاباز اور عیار نکلا وہ ظالم! ایسے کڑے وقت میں ایسا دھوکا اور دغابازی ریچھ بہت نزدیک ہو گیا۔ کرشن آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا مگر کرتا تو کیا کرتا۔ مگر ضرورت ایجاد کی ماں ہے فوراً دم سادھ کر زمین پر چت لیٹ گیا۔ ریچھ جس وقت کرشن کے پاس پہنچا تو اسنے اسے خوب جھنجوڑا مگر جواں مرد کرشن نے اسی طرح دم سادھے رکھا حتیٰ کہ ریچھ اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ گیا۔

جب ریچھ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ تو لعل بھی درخت سے نیچے اُتر آیا اور ہنسکر کہنے لگا۔ کیوں بھائی کرشن! ریچھ تمہارے کان میں کیا کہہ رہا تھا۔

کرشن نے جواب دیا۔ کہ ریچھ نے مجھے کہا ہے کہ آیندہ کسی ایسے شخص کو دوست نہ بنانا جو مصیبت کیوقت اپنی جان بچا کر بھاگ جائے اور اور تیرے جیسا دغاباز بدمعاش ہو۔

اتنے میں تین چار آدمی لالٹین لئے کرشن کی تلاش میں وہاں پہنچ گئے کرشن ان آدمیوں کو جو اس کی تلاش میں آئے تھے دیکھکر بہت خوش ہوا اور ان کے ساتھ گھر واپس آگیا۔

دوسرے دن لعل بہتیرا کہتا رہا۔ کہ آیندہ ایسا نہ کروں گا بے شک غلطی ہو گئی۔ مگر کرشن اسکی عیارانہ اور غدارانہ چالوں سے خوب واقف ہو چکا تھا۔ اس لئے اسکی ایک نہ سُنی۔

پیارے لڑکو! تم بھی کبھی لعل جیسے خود غرض دغاباز لڑکوں کو دوست نہ بنانا ورنہ یاد رکھو وہ تمہیں ضرور دھوکا دینگے۔

بقیہ صفحہ ۴۸

میں گئی۔ کیا دیکھتی ہے۔ کملا پلنگ پر پڑی ہے۔ چہرہ عریاں ہے۔ شانتا نے کملا کملا کہکر بہت ہلایا۔ مگر وہ تو کبھی کی عشق کی قربان گاہ پر قربان ہو چکی تھی۔ اسکی روح پرواز کرکے پریم کی روح سے ہم آغوش ہو رہی تھی۔ ..... شانتا کملا کی یہ حالت دیکھ کر ہوش و حواس کھو بیٹھی۔ سناٹا چھا گیا۔ پاؤں پھول گئے۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اب کیا تھا چاروں طرف کہرام مچ گیا۔ جشن شادی صف ماتم میں تبدیل ہو گیا گریہ و زاری کی رقت خیز آوازوں نے درودیوار کے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔ آہ و بکا کے شور نے حشر برپا کر دیا۔ جگر خراش ہائے پکار اور دلدوز چیخوں نے روز قیامت کو بھلا دیا۔ اور اگلی صبح شمشان بھومی میں پہلو بہ پہلو دو نعشیں جل رہی تھیں۔ ایک چتا کے قریب شانتا کھڑی چھاتی پیٹ رہی تھی۔ تو دوسری کے قریب پریم کی والدہ

(ذبیح سنامی)

اشتہار مجریہ عدالت پنڈت آتما رام صاحب منصف درجہ سوئم بریٹہ واقعہ ۲۳ کاتک سمت ۱۹۹۰

جنگیر سنگھ نابالغ ولی سرپرست مسماۃ شام کور بیوہ بھگوان سنگھ والدہ خود و مسماۃ بشن کور بیوہ سردار بھگوان سنگھ قوم جٹ سکنہ ٹوڈر پور	بنام	(۱) نجاور سنگھ ولد فتا قوم چھینبہ سکنہ دھرم پورہ (۲) دیبیو عرف دھرم سنگھ قوم سادہ سکنہ دھرم پورہ
مدعیان		مدعا علیہم

دعوے ۶۰ـــ

مقدمہ مندرجہ میں آخری ۲۲ مگھر سمت ۱۹۹۰ پیشی مقرر ہو کر بذریعہ اشتہار ہذا ہر دو مدعا علیہم مقدمہ مندرجہ عنوان کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت ہو کر اصالتاً یا وکالتاً پیروی مقدمہ کرو۔ بصورت دیگر حکم مناسب دیدیا جاویگا۔ بعد میں کوئی عذر سماعت نہ ہوگا۔ قبل ازیں سررشتہ ہذا سے کئی دفعہ تعمیل سمن بغرض طلبی تمہارے جاری کئے گئے ہیں مگر تم دیدہ دانستہ ٹل جاتے ہو۔ اور حاضری عدالت سے گریز کرتے ہو۔ اب یہ آخری موقعہ دیا جاتا ہے

تحریر ۲۳ کاتک سمت ۱۹۹۰

(مہر عدالت)　　　　دستخط حاکم

رئیس الکلام

امسال دسہرہ کا دربار عام قلعہ معلےٰ میں حسب دستور بڑی شان سے منایا گیا۔ جنرل سردار رگھبیر سنگھ صاحب سردار بہادر ڈیوڑھی معلےٰ نے مراسیم درباری بخوبی انجام کرائیں۔

اسدفعہ انتظام نہایت اعلےٰ تھا۔ اور ہر قدم پر منتظم کی قابلیت کی داد لے رہا تھا۔ کیوں نہو۔ جب سردار صاحب موصوف جیسی خیر اندیش، دانشمند، راست گو، انصاف پسند اور منتظم ہستی کے ہاتھ میں انتظام کی باگ ڈور ہو۔ ہم سردار صاحب موصوف کو انکی خوش انتظامی اور نیکنامی پر صدق دل سے تحفۂ مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

اس مبارک تقریب پر جناب "تیغ سنامی" نے اپنا معرکتہ الآرا قصیدہ پڑھا۔ موزونی مضمون، بلند آہنگی نے ایک خاص اثر پیدا کیا۔ وہ قصیدہ صاحب موصوف کی اجازت سے بکمال مسرت رئیس ہند کے دسترخوان پر سجایا جاتا ہے۔ تاکہ علم دوست اصحاب بھی اس دعوت علمی سے لطف اٹھا سکیں۔

ایک اعلان شاہی سردار صاحب ڈیوڑھی معلےٰ نے پڑھا جسمیں مشہور قابل و فاضل سردار فضل کریم خاں صاحب سینیر سپرنٹنڈنٹ پولیس، سردار گوردیال سنگھ صاحب کرنل قلعہ توپخانہ۔ سردار منشی رام صاحب۔ ایس۔ ڈی۔ او۔ سردار تارا سنگھ صاحب کوتوال شہر۔ سردار بھرپور سنگھ صاحب سب انسپکٹر تھانہ صدر۔ بابو سندر سنگھ صاحب اوورسیر۔ لفٹنٹ سردار پورن سنگھ صاحب پلٹن ۲ وغیرہ وغیرہ اصحاب کو پٹیالہ والی ندی کا بند ہ ٹوٹنے کے سلسلہ میں انکی خدمات کے صلہ میں خلعت و انعامات دئے گئے ہم ان تمام اصحاب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں

(ایڈیٹر)

قصیدہ دعائیہ

چمن میں پھول ہیں پھولوں میں ہے دلکش پھبن جبتک رہیں یہ راکرتے ہندو گنگ و جمن جب تک
زمین قائم ہے اور قائم ہے یہ چرخِ کہن جبتک سخاوت کیلئے مشہور ہے نامِ کرن جب تک
پچھلے پھولے زمانے میں تیرا گلزار اے آقا
مبارک ہو دسہرہ کا تجھے دربار اے آقا

چمن میں ہر برس آئے بہار رجا نفرا جبتک رہے باغِ جہاں سرسبز اور پھولا پھلا جبتک
زبانوں پہ ہے سیتا جی کا ایثار و فا جبتک یدھشٹر کا رہے ضرب المثل صدق و صفا جبتک
سری بھوپ اندر سنگھ دنیا میں تیرا بول بالا ہو
مثالِ ماہ ہر گھر میں تیرے دم سے اجالا ہو

رہے جبتک زبان زد شیوا و پرتاپ کی ہمت رہے نوشیرواں کے رحم اور انصاف کی شہرت
حقیقت کی رہے جبتک دلوں میں عزت و عظمت رہے ارجن کا جبتک شہرۂ ایثار اور خدمت
رہے سرسبز اور پھولا پھلا یہ پھول کا گلشن
رہیں یوراج اس گلشن میں بنکر اس کا ہی جوبن

رہے دنیا میں جبتک شہرۂ تختِ سلیمانی ہے قائم جب تلک یہ سلسلۂ نسلِ انسانی
ہے جبتک اہلِ دنیا کو امید فضلِ ربانی دلِ عابد میں ہے جبتک خیالِ شغلِ روحانی
تیری دولت تیرا اقبال دنیا میں فزوں تر ہو
شعاعِ مہرِ تاباں سے بھی تیرا تیج بڑھ کر ہو

مشاغلِ علمی و تقریضات

رسالہ پھول باغ پٹیالہ سائز ۲۲x۲۹ ضخامت ۴۰ صفحات۔ لکھائی چھپائی و کاغذ واجبی۔ سالانہ چندہ عوام سے للعہ طلبا سے تین ر

رسالہ پھول باغ کے دو پرچے ہماری نظر سے گذرے۔ اس رسالہ کے آئین آبیاری مشہور ادیب سوڈھی صاحبزادہ گوبکن سنگھ صاحب کوشاں ننگت پوری اور سرپرست اعزازی سید القلم عندلیب ہند حضرت نظر سوہانوی ہیں۔ اس کے علاوہ زمرہ معاونین میں ملک کے بہترین ادبا شامل ہیں جو اس رسالہ کی روز افزوں ترقی کی روشن دلیل ہے۔ ٹائیٹل جاذب نظر مضامین منظوم و منثور روح پرور کیف آور ہوتے ہیں۔ رسالہ علمی، ادبی، تاریخی، تمدنی، اخلاقی، اصلاحی مضامین کا بہترین مجموعہ ہوتا ہے۔ اگر حضرت کوشاں اسی سرگرمی سے اس صحیفہ کی خدمت میں مصروف کار رہے۔ اور اپنے مقاصد کے مطابق مضامین کا انتخاب ہوتا رہا۔ تو جلدی ہی اس رسالہ کو ہندوستان کے بہترین ادبی رسائل کی صف میں جگہ مل جائیگی۔ ہم اپنے ہمعصر کا پرتپاک خیر مقدم کرتے ہوئے اسکی کامیابی کے دل سے دعاگو ہیں۔ تمام خط و کتابت بنام رسالہ پھول باغ پٹیالہ ہونی چاہیئے۔

رسالہ زندگی امرتسر سائز ۲۲x۲۹ ضخامت ۶۰ صفحات لکھائی چھپائی کاغذ واجبی چندہ سالانہ ڈیڑھ روپیہ فی پرچہ دو آنے۔ یہ رسالہ حال ہی میں امرتسر سے زیر ادارت سوامی سیوادھاری سنیاسی نکلنا شروع ہوا ہے۔ اس کے ابتک ۴ پرچے نکل چکے ہیں۔ اسکے اجرا کا اولین مقصد اصلاحی ہے۔ مضامین منظوم و منثور موثر سبق آموز ہوتے ہیں۔ اسے منشی زبدا پرشاد صاحب عاصی پروفیسر رام سروپ صاحب کوشل ایم۔ اے۔ حکیم اظہر امرتسری۔ مسٹر روشن لعل صاحب روشن گپتا بی اے جرنلسٹ۔ حضرت یتیم سنامی وغیرہم جیسے باالیان قلم کی اعزازی قلمی معاونت کا فخر حاصل ہے۔ اس جویے عرفان

قومی خدمت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ وہ قابل ہزار ستائیش ہے۔ اس کا چندہ دوسرے رسائل کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے۔ اور اسی میں اسکی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ ہم نہایت گرمجوشی وصدق دلی سے اس صحیفہ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور جہاں اسکی کامیابی کے دل سے خواہاں ہیں۔ وہاں ہر ایک دردمند ہندوستانی سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ اس حقیقی قومی خادم کی سرپرستی فرمائے۔ تمام خط وکتابت بنام مینیجر رسالہ زندگی امرتسر ہونی چاہیئے

معاصرین سے گلہ

رئیس ہند جب اشاعت پاتا ہے۔ ان معاصرین کی خدمت نقاد رسانی میں احتیاط سے روانہ کیا جاتا ہے۔ جن کا نام رجسٹر میں بذیل تبادلہ درج ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ بعض معزز صحیفے ہمنیوں تبادلہ میں نہیں آتے۔ ہم اپنے ذیل کے معزز معاصرین کو ادب سے توجہ دلاتے ہیں:۔ مثلاً اخبار سلطنت دہلی۔ اخبار رشی امرتسر۔ اخبار سنسار آگرہ۔ رسالہ ساقی دہلی رسالہ نظارہ لکھنؤ۔

سمت ۱۹۹۰

اشتہار مجریہ عدالت پنڈت آتما رام صاحب پانڈو منصف درجہ سوئم بریڈ واقعہ ۱۲ کارتک

پریتم سنگھ ولد مکند سنگھ جٹ سکنہ دہرم پورہ — بنام — بخشی ولد بگو چمار سکنہ دہرم پورہ

مدعی — مدعا علیہ

دعوی مبلغ ۱۵ روپیہ زر قرضہ

مقدمہ مندرجہ بالا میں ۲۲ مگھر سمت ۱۹۹۰ پیشی مقرر ہو کر بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہ مقدمہ ہذا کو کئی دفعہ بذریعہ سمن طلب کیا گیا ہے۔ مگر وہ حاضر نہیں آتا۔ اور حاضر عدالت ہونے سے گریز کرتا ہے۔ اسلئے تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اصالتاً یا وکالتاً پیروی وجوابدہی مقدمہ کرو بصورت دیگر حکم مناسب دیا جاویگا۔ بعد میں کوئی عذر سماعت نہ ہوگا۔ تحریر صدر سنہ صدر

دستخط حاکم — مہر عدالت

اشتہار مجریہ عدالت جناب منصف صاحب درجہ دویم تحصیل چہلک ریاست کلسیہ

تلسی رام ولد بگھوانا زرگر ساکن چہلک   بنام کشن سنگھ ولد سوبہا سنگھ زرگر چہلک

مطالبہ اجرائے اسالتی ۱۸ روپیہ

اشتہار زیر دفعہ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

مقدمہ مندرجہ بالا میں کشن سنگھ مدیون مذکور ردیہ ہذا سے عدم پتہ ہے۔ اس واسطے اشتہار ہذا بنام کشن سنگھ مدیون مذکور جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ مدیون مذکور بتاریخ ۲۸ ۱۱/۳۳ کو مقام تحصیل چہلک عدالت میں حاضر نہ ہوگا۔ تو اسکی بنسبت کارروائی ضابطہ عمل میں لائی جاویگی۔ آج بتاریخ ۱۰ ۱۱/۳۳ کو بدستخط میرے اور مہر عدالت سے جاری ہوا

مہر عدالت   دستخط حاکم

ایک دلچسپ افسانہ

عشق کی قربان گاہ

حضرت تیغ سنامی

صبح کا سہانا وقت تھا۔ ملکۂ شب صبح کے نظارے کی تاب نہ لاکر روپوش ہو چکی تھی۔ نسیم صبح کے روح پرور اور کیف آور جھونکوں سے نونہالان چمن مسرور ہو کر جھوم رہے تھے۔ خوش الحان پرندوں کے مسحور کن نغمے جوانان چمن کو بے خود اور مدہوش کر رہے تھے۔ پرندوں کی نواسنجیاں اور جانوروں کے طرح طرح کے چہچہے عجیب و دلفریب منظر پیش کر رہے تھے۔ شبنم گلوں کا منہ دھلا رہی تھی۔ عروسان چمن بن ٹھن کر چمن میں قوت جاذبہ کا سامان بہم پونچا رہی تھیں۔ شہر کی عورتیں جوق در جوق گنگ نہانے باہر جا رہی تھیں۔ ندی کے کنارے پونچکر وہ سب نہانے دھونے میں مشغول ہو گئیں۔

پریم اور کرشن بھی مناظر قدرت سے لطف اندوز ہونیکے لئے سیر کیلئے نکلے تھے۔ وہ اس ندی سے چند ہی قدم آگے گئے ہونگے۔ کہ انہیں بچاؤ..... بچاؤ..... کا شور سنائی دیا۔ پریم نے فوراً آواز کا رُخ کیا۔ اور آن کی آن میں ندی کے کنارے آپہنچا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک معصومیت کی دیوی کو لہروں نے اپنی آغوش میں لے لیا ہے اور وہ اسے دم زدن میں ہمیشہ کیلئے قید ہستی سے آزاد کر دینا چاہتی ہیں۔

پریم اپنی جان کی پرواہ نہ کرتا ہوا فوراً پانی میں کود پڑا۔ اور چند لمحوں میں اس کے بالکل قریب جا پہنچا۔ اس معصومہ نے نہایت حسرت آمیز نگاہوں سے پریم کو دیکھا۔ اور امداد کیلئے ہاتھ پھیلا دئے۔ پریم آگے بڑھا۔ اور اس کے بازو کو پکڑتے ہوئے ندی کی طرف بڑھا..... سنا سنا دوڑی دوڑی آئی۔ پریم کی پیٹھ

ٹھونکی۔ اور کملا کملا کہکر پکارنے لگی۔ مگر بیچاری کملا تو نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑی تھی۔ اسلئے وہ اپنی ماتا کی آوازوں کا کچھ جواب نہ دے سکی۔ پریم نے جیب سے رومال نکالکر کملا کا منہ پونچھا۔ اور شانتا سے اسکے گیلے کپڑے فوراً تبدیل کرنے کے لئے کہا۔"

کپڑے وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد نزدیک آگ جلانے سے سردی دور ہوگئی۔ اور کملا نے آنکھیں کھولدیں۔ پریم کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھا اور پھر سر جھکالیا۔ گویا وہ اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی۔

صبح کا وقت تھا۔ کچھ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ پریم تمام کپڑے تر ہو جانیکی وجہ سے کانپ رہا تھا۔ مگر اسے اپنی نسبت کملا کا زیادہ خیال تھا۔ وہ اپنی مطلق پروا نہ کرتا ہوا کملا کی تیمار داری میں برابر مصروف رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد کملا بالکل ہوش میں آگئی۔ کملا کی ماتا شانتا نے پریم کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا۔ بیٹا تونے میری لڑکی کی جان بچائی ہے۔ میں تیرا احسان کبھی نہ بھولوں گی پرماتما تجھے ہمیشہ خوش رکھے۔"

اتنے میں کرشن بھی وہاں آپہنچا۔ اور پریم کے بھیگے ہوئے کپڑے دیکھکر متحیرانہ انداز میں پوچھا۔ ہیں! یہ کیا ہوا پریم؟ پریم نے کہا ابھی تمام قصہ بیان کرتا ہوں۔ دن کافی چڑھ چکا تھا۔ سورج مشرق سے زریں پوشاک پہنکر تمام عالم پر نور برساتا ہوا نکل رہا تھا۔ شعاعیں سطح آب پر عجیب دلفریب میں بوٹے تیار رہی تھیں۔ سب عورتیں اپنے اپنے گھر کو روانہ ہوگئیں۔ کملا نے پریم کو مسرت آمیز نگاہوں سے دیکھا۔ اور پھر نظریں نیچی کرلیں۔ کچھ دور جاکر پھر منہ پھیرکر پریم کی طرف دیکھا۔ پریم کی آنکھیں پہلے ہی سے کملا کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں باتیں ہونے لگیں۔ اور طرفین کی آنکھیں

میں باتیں ہونے لگیں۔ اور طرفین کی آنکھوں کا ایک دوسرے پر جادو چل گیا۔
کچھ سوچکر پریم بھی کملا کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ دو فرلانگ کا فاصلہ طے کرنیکے بعد ایک بڑا دسیلع چوک آیا۔ اس کی دائیں جانب ایک عالیشان کوٹھی تھی۔ کملا اور شانتا اس میں داخل ہوگئیں۔
کملا نے کوٹھی میں داخل ہوتے وقت پیچھے مڑکر دیکھا۔ کہ پریم کھڑا ہے۔ وہ ذرا آہستہ ہوگئی۔ اور ایک بار پھر پریم کو حسرت بھری نظروں سے دیکھا۔ اور داخل ہوگئی۔ اسوقت جو اثر پریم کے دل پر ہوا۔ وہ پریم ہی جانتا تھا۔ اس کے دل میں ہیجان سا برپا ہوگیا۔ حرکت قلب بڑھ گئی .... یہ رہ رو منزل عشق کی پہلی منزل کا آغاز تھا۔
چلو بہت دیر ہوگئی۔ کیا گھر نہ چلوگے۔ کرشن نے پریم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ دونوں اپنے گھروں کو واپس لوٹے۔
پریم گھر پہنچا۔ اور ایک سرد آہ بھر کر پلنگ پر گر گیا۔ کچھ دیر کے بعد اسکی ماتا ساوتری نے اسکو آواز دی۔ وہ اپنی والدہ کے پاس گیا۔ اور وہاں کسی کام میں مصروف ہوگیا۔
پریم کے والدین بہت غریب تھے۔ اور اس کا والد رامیش ناتھ محکمہ چونگی میں بیس روپیہ کے محرر تھے۔ پریم اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اور آٹھویں جماعت میں پڑھ رہا تھا۔ مگر رامیش ناتھ اب اس کے تعلیمی اخراجات کا متحمل نہ ہوسکتا تھا۔ اگرچہ وہ اپنے دل میں محسوس کرتا تھا۔ کہ اگر پریم انٹرنس پاس کرلے۔ تو بہت اچھا ہے۔ مگر ناداری و مفلسی کی وجہ سے اس کا یہ احساس ناامیدی کی صورت اختیار کر رہا تھا...... اور پریم کی منشا بھی کم ازکم انٹرنس پاس کرنے کی تھی۔
رات کے نو بجے تھے۔ پریم کھانا کھا کر اپنے کمرے میں آکر لیٹ گیا۔ صبح

کا وہ تمام منظر اُسکی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ اُسے کملا کی وہ بھولی بھالی صورت رہ رہ کر یاد آنے لگی۔ اور اسکی جدائی نے اُسے ماہئی بے آب کی طرح بے تاب تڑپا دیا! کملا کے ملنے کی تجاویز سوچنے لگا۔ ایک خیال آتا تھا ایک جاتا تھا۔ ایسی بے چینی اور اضطرابی کی حالت میں نیند کہاں! تمام رات آنکھوں میں کاٹی۔

صبح اُٹھتے ہی سیدھا کملا کی کوٹھی کی طرف روانہ ہُوا۔ کوٹھی کے نزدیک پہنچکر اس نے اس کے ملحقہ مکان پر کرایہ کے لئے خالی (TO LET) لکھا ہُوا دیکھا۔ وہ مکان کے اندر داخل ہُوا۔ ایک سن رسیدہ بزرگ اُسکی تعظیم کیلیے دروازہ میں آیا۔ پریم کی خواہش ظاہر کرنے پر اس بزرگ نے تمام مکان اسکو دکھایا۔ نیچے ایک بیٹھک اُسکے بعد صحن پھر ایک جانب باورچی خانہ دوسری جانب غسل خانہ اور درمیان میں ایک وسیع زنانہ کمرہ اوپر دو چوبارے۔ تمام عمارت پختہ۔ پمپ لگا ہُوا۔ اور ساتھ لگتی ہوئی کملا کی کوٹھی۔ پریم مکان دیکھہ کر بہت خوش ہُوا۔ اور کرایہ پوچھ کر سیدھا گھر پہنچا۔ اور اپنے والد رامیش ناتھ سے کہا۔ کہ میں جماعت میں کمزور ہوں۔ کرشن کے گھر ہوم ماسٹر پڑھانے آتا ہے۔ کرشن نے کہا ہے۔ کہ تم بھی آجایا کرو۔ تمہاری بھی کمی پوری ہوجائے گی۔ مگر اُس کا مکان اپنے مکان سے بہت فاصلہ پر ہے۔ میں ایک مکان اُسکے پاس دیکھہ آیا ہوں۔ تمام پختہ بنا ہُوا ہے اور پمپ لگا ہُوا ہے۔ نہائت فراخ ہے غرضیکہ وہ مکان ہر لحاظ سے اس مکان سے بہتر ہے...... رامیش ناتھ کو بھی وہ مکان پسند آگیا۔ اور وہ اس میں آکر رہنے سہنے لگے۔

کملا کو پتہ لگ چکا تھا۔ کہ پریم ہمارا ہمسایہ بن گیا ہے۔ ایک دن جبکہ پریم اپنے مکان کے سامنے کھڑا تھا۔ شانتا کہیں باہر سے آتی ہوئی نظر پڑی شانتا نے بھی پریم کو پہچان لیا۔ اور شانتا نے پریم کو بُلا کر کہا۔ بہت دن کے بعد نظر پڑے ہو یہاں کس طرح کھڑے ہو۔

پریم نے شانتا کی کوٹھی کے ساتھ والے مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہم نے یہ مکان کرایہ پر لیا ہے۔ شانتا پریم کو بات چیت کرتے کرتے اپنی کوٹھی میں لے گئی اور ایک مکلف کمرے میں لیجاکر کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ سامنے کملا بیٹھی تھی۔ تھوڑی دیر تک ادہر ادہر کی باتیں ہوتی رہیں۔ اتنے میں کملا کا پتا بابو لال دفتر سے آگیا۔ شانتا نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ کہ یہ وہی صاحب ہیں۔ جنہوں نے کملا کی جان بچائی تھی۔ آپ کا نام بابو لال نے بیٹھے ٹھونکتے ہوئے پوچھا۔ جواب ملا۔ پریم ناتھ۔" کہاں رہتے ہو۔۔ شانتا نے کہا۔ اپنا ساتھ والا مکان کرایہ پر لیا ہے۔۔۔۔۔ پھر شانتا نے کملا کو پریم کیلئے کچھ پھل لانے کے لئے کہا۔ کملا نہایت سلیقہ سے ایک طشتری میں پھل لگا کر لائی۔ اور اسنے پریم کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ پریم نے آنکھ اٹھاکر کملا کی طرف دیکھا اس شرم وحیا کی پتلی نے شرم کے مارے سر جھکا لیا۔ یہ منظر بھی پریم کی زندگی میں ایک انقلاب خیز منظر تھا۔

رفتہ رفتہ پریم اور کملا کے گھر والوں کا آپسمیں راہ و رسم بہت بڑھ گئی۔ اور بالکل گھر والا واسطہ ہوگیا۔ بابو لال نے ۔۔۔۔۔۔۔ پریم کے تعلیمی اور دیگر کل اخراجات اپنے ذمے لے لئے۔

پریم معصومیت کی منزل سے نکل کر شباب کی دوسری پرلطف منزل میں جا پڑا تھا۔

کملا بھی معصومیت کی خوشگوار اور بیفکری کی منزل سے گذر کر شباب کی پرفضا۔ اور پرکیف۔ دلفریب اور سنہری منزل میں قدم رکھنا ہی چاہتی تھی۔ اس کا آفتابی چہرہ آمدہ شباب سے نکھر کر غیرت ماہ بن گیا تھا۔ اسکے کاکل کالے ناگ کی طرح بل کھاتے ہوئے۔ اسکی چمک۔ دمک سیاہ بادلوں میں برق درخشاں غرض کہ صحیح معنوں میں حسن کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی اقلیم حسن کی ملکہ۔

کملا اور پریم کی محبت دن بدن بڑھتے بڑھتے عشق کی صورت اختیار کر گئی تھی۔ کچھ عرصہ تو آنے جانے کا سلسلہ یونہی جاری رہا۔ مگر جوں جوں کملا باغ جوانی کی روشوں پر قدم رکھتی جاتی تھی۔ اُن کی آزادی میں فرق آتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ کملا کے گھر والوں کو پریم کا آنا اور کملا سے بات چیت کرنا بہت ناگوار معلوم ہونے لگا۔ شانتا جس طرح پہلے اسکی آؤ بھگت کیا کرتی تھی۔ برعکس اس کے اب وہ اسکی طرف بہت کم توجہ دینے لگی۔

پریم نادان نہ تھا۔ سمجھ گیا۔ مگر باوجود اسکے وہ برابر کملا کے گھر آتا جاتا رہا۔ اسکو کملا کی ایک منٹ کی جدائی شاق گذرتی تھی۔ مگر کملا کا پریم کے گھر جانا تو قطعی بند ہو گیا۔

ایک دن شانتا کہیں باہر گئی ہوئی تھی۔ بابو لال بھی دفتر گئے ہوئے تھے۔ کملا گھر میں اکیلی تھی۔۔۔۔ پریم آتا دکھائی دیا۔ پریم کو آتے ہوئے دیکھکر کملا سہم سی گئی۔ پریم آکر پاس بیٹھ گیا۔۔۔ آپسمیں راز و نیاز کی باتیں ہونے لگیں۔۔۔ پیمان وفا بندھا رست سے ویسے ہوئے جذبات مشتعل ہو اُٹھے۔ پریم۔۔۔۔ بےتابانہ کملا کے گلے سے لپٹ گیا۔ کملا نے بھی اپنی گردن اس کے کندھے پر رکھدی۔۔۔ اس عالم بیخودی میں شانتا واپس آگئی۔ پریم اور کملا کو ہم آغوش دیکھکر اُس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ آنکھیں خون کبوتر کی طرح سُرخ ہو گئیں۔ تیور چڑھ گئے۔ جبین پر شکن پڑ گئے۔ چہرہ غصہ سے لال ہو گیا۔ لب تھر تھرانے لگے۔ جسم کانپنے لگا۔ غصہ میں آکر بولی ۔۔۔ پریم ۔۔۔ او مکار پریم ۔۔ ایسی حرکت ۔۔۔۔ تُو تو آستین کا سانپ ثابت ہُوا۔ جا۔ میری نظر سے فوراً دور ہو جا۔ اگر کوئی اور ہوتا۔ تو اسکی کھال اُتروا دیتی۔

پریم اور کملا کے چہرے فق ہو گئے۔ شانتا کو پاس کھڑے ہوئے دیکھکر دونوں شرم سے پانی پانی ہو گئے۔ پریم گردن جھکا کر باہر چلا آیا۔ اور حالت اضطراب میں گھر پہنچا۔ آپ پر سراسیمگی کی حالت طاری ہو گئی۔ لاکھوں وسوسے گذرنے لگے۔ دل میں ایک طوفان سا برپا ہو گیا۔

کملا ایکطرف سمٹ کر بیٹھ گئی۔ شانتا نے کملا کو بہت برا بھلا کہا۔ آخر کملا نوجوان تھی۔ شانتا اور زیادہ کیا کہتی۔ خاموش ہو رہی۔ اور اپنی بدنامی کے خوف سے معاملہ دبا دیا۔ مگر پریم کو جو بابو لال کی طرف سے مالی امداد ملتی تھی۔ وہ بند ہو گئی۔ کملا جوان ہو چکی تھی۔ شانتا کو اسکی شادی کا فکر دامنگیر ہوا۔ اور ور کی تلاش ہونے لگی۔

ادھر پریم کے والدین بھی اسکی شادی کیلئے سوچنے لگے۔ ایکدن پریم کی والدہ نے کہا۔ بیٹا۔ اب تم جوان ہو گئے ہو۔ تین اچھے اچھے گھروں سے رشتے بھی آئے ہوئے ہیں۔ ہماری منشا اب تمہاری شادی کرنیکی ہے۔ تمہارا کیا ارادہ ہے۔

ماتا جی میں شادی کرانا نہیں چاہتا۔ پریم نے مجوبانہ لہجہ میں سر جھکا کر کہا۔

بیٹا! ایسے رشتے ہر وقت نہیں ملا کرتے۔ دوسرے میں بوڑھی ہو گئی ہوں۔ زندگی کا بھروسہ نہیں۔ میں چاہتی ہوں۔ کہ تمہاری شادی میں اپنے جیتے جی کر جاؤں۔ تاکہ یہ آرزو بھی دل میں باقی نہ رہے۔ پچھلے دنوں میری حالت ایسی خراب ہو گئی تھی۔ کہ بچنے کی کوئی آس نہ تھی۔

غرض جب پریم کے والدین نے اُسے شادی کیلئے بہت تنگ کیا۔ تو اُسنے مجبوراً ایکدن اپنی ماتا جی سے کہدیا۔ کہ میری شادی ہو چکی ہے۔۔۔۔ وہ حیران تھی۔ کب اور کس سے ہو چکی ہے...... اس نے پریم سے پوچھا۔ کب اور کس سے"....

ایک سال ہوا بابو لال کی لڑکی کملا سے"۔ پریم نے شرما کر جواب دیا۔" کیا تو سودائی تو نہیں ہو گیا۔ جو بہکی ہوئی سی باتیں کرتا ہے۔ کہاں ہم۔ کہاں وہ ہوش سے کام لو"۔ پریم کی والدہ نے غصہ میں آکر کہا۔

پریم نے کہا۔ ماتا جی میری شادی ہو چکی ہے۔ اب میں دوسری ہرگز نہیں کرونگا اگر میری کوئی شریک زندگی بن سکتی ہے۔ تو بس وہ کملا ہے۔

غرضیکہ پریم کے والدین نے اُسکو بہت سمجھایا۔ کہ بیٹا وہ بڑے آدمی ہیں۔

اگر ہم نے ان کے سامنے یہ تجویز رکھی۔ تو سوائے ناکامیابی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے تم اس خیال خام سے باز آؤ۔ مگر کوئی بھی سختی اس کے پائے ثبات میں لغزش نہ لا سکی۔ وہ اپنے ارادے میں برابر اٹل رہا۔

پریم کی والدہ کو یہ تو پہلے بھی خبر تھی۔ کہ پریم کی کملا سے محبت ہے۔ مگر اسکو تنا اہم نہ سمجھتی تھی۔

آخر ایکدن پریم کی والدہ شانتا کے پاس گئی۔ اور باتوں ہی باتوں میں کملا کی شادی کا ذکر کیا۔ شانتا نے جواب دیا۔ بہت رشتے آئے ہوئے ہیں۔ ابتک کوئی پختہ نہیں ہوا۔ "میں ایک نویدن کرنے آئی ہوں۔ اگر منظور کرنے کا وعدہ کرو۔ تو کہوں" پریم کی والدہ نے لجاجت آمیز لہجہ میں کہا۔

شاید کملا کے باپ کے پاس کوئی کام ہوگا۔ اور اسکی سفارش مطلوب ہوگی شانتا نے دل میں خیال کرتے ہوئے کہا۔ بہن بتاؤ۔ جو میرے بس کی بات ہوگی۔ میں تو ضرور کرونگی۔

"میں اپنے لخت جگر کی جان کی خیرات مانگنے آئی ہوں۔ پریم کی زندگی کملا..... کیساتھ وابستہ ہے"۔ پریم کی والدہ نے سر جھکا کر کہا۔

شانتا مطلب سمجھ گئی۔ اور ناک بھوں چڑھا کر کہا۔ جھونپڑیوں میں رہ کر محلوں کے خواب۔ ہم اونچی ذات کے۔ صاحب حیثیت۔ اور تم نیچ۔ مفلس اور قلاش۔ بھلا تمہاری اور ہماری..... کیسے بدھ مل سکتی ہے۔

پریم کی والدہ مایوس ہوکر خیالات کے سمندر بے پایاں میں مستغرق واپس لوٹی پریم اور کملا کو ان تمام باتوں کا پتہ لگ گیا۔ پریم کے گلشن دل نے خزاں دیدہ چمن کی صورت اختیار کر لی۔

کملا کی نسبت امرتسر کے جج جگدیش چند کے بڑے لڑکے بلدیو کرشن سے ہو گئی۔ شادی کی طیاریاں اعلے پیمانہ پر ہونے لگیں شانتا نے اکلوتی بیٹی ہونیکی وجہ سے نہایت

دریا دلی سے کام لیا۔ برات آنے میں صرف دو دن باقی رہ گئے۔ گھر میں چہل پہل بڑھنے لگی۔ مگر یہ دن پریم کیلئے روز محشر سے کم نہ تھے۔ اسکی چھاتی پر سانپ لوٹ رہے تھے۔ جوں جوں پھیروں کا وقت قریب آتا جاتا تھا۔ وہ زیادہ اداس و غمگیں ہوتا جاتا تھا۔ وہ ایک بے پر کے پرندے کیطرح اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہا تھا۔۔۔ برات شان سے آئی اور ایک نہائیت عالیشان کوٹھی میں آکر ٹھہری۔

پریم گھر سے نکلا۔ اور سیدھا اس کوٹھی میں پہنچا۔۔۔۔ بدیو کرشن کو تخلیہ میں بلا کر اپنے عشق کا ماجرا کہہ سنایا۔ مگر بلدیو کرشن نے اسے مجذوب سمجھ کر اسکی باتوں کیطرف مطلق دھیان نہ دیا۔ پریم اپنا سا منہ لیکر گھر واپس آگیا۔ اور پھیروں کا انتظار کرنے لگا یا بالفاظ دیگر اپنی موت کی گھڑیاں گننے لگا۔

ٹھیک ایک بجے بلدیو کرشن معہ اور چند آدمیوں کے موٹر میں بیٹھکر پھیروں کیلئے بابو لال کی کوٹھی کیطرف روانہ ہوا۔ آمد و رفت کم ہونیکی وجہ سے موٹر بڑی تیزی سے آرہی تھی۔ موٹر بابو لال کی کوٹھی سے ۴۰ گز کے فاصلہ پر ہوگی۔ کہ پریم نے جھٹ موٹر کے آگے چھلانگ لگا کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ پریم نے کملا کے خیال میں جان دیدی۔۔۔۔۔۔ شور مچ گیا۔

اندر سے بابو لال نکل آئے عورتوں میں ہل چل مچ گئی۔ اتنے میں رامیش ناتھ بھی یہ خبر وحشت خیز سن کر مجنونانہ حالت میں پریم کی نعش کے قریب آپہنچے۔ مگر اب کیا باقی تھا۔ پریم کبھی کا عشق کی قربانگاہ پر قربان ہو چکا تھا۔

رامیش ناتھ پریم کی نعش گھر لائے۔ گھر میں اچانک پریم کی موت کی خبر سے قیامت برپا ہوگئی۔ آنکھوں سے خون کے دریا بہہ نکلے۔ گریہ و زاری کی صداؤں نے غمزدہ دلوں کی ترجمانی کی۔

نشہ دولت سے سرشار آنکھوں نے پریم کی عبرتناک موت دیکھی۔ اور دم زدن میں بھلا دی پھیروں کی رسم ویسے ہی ادا ہونے لگی۔ جیسے کوئی غیر معمولی حادثہ ہوا ہی نہیں۔ جہیز وغیرہ دیا گیا جب یہ سب کام ہو چکا۔ تو لڑکی کو بلانے کیلئے کہا۔ شانتا کملا کو ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ جب سنتے ہی

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو صفحہ ۳۳

بھگونت پرکاش پریس میں پنڈت پیارے لال شرما پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا


RAIS-I-HIND
رئیس ہند
مقام اشاعت
دہلی

یادگار بادشاہ پیمبر معانی خسرو عرصۂ سخن دانی سردار دیوان منشی رائے جگن ناتھ

بہار سنامی

ایم پی۔ ایچ۔ ایس بیکنٹھ باشی

تیجونت رائے
ساحر سنامی
پروپرائٹر

رئیس ہند

کے۔ ایل
یکتا
اڈیٹر

جلوس چہارم منعقدہ دار السلطنت دہلی بابت ماہ فروری سنہ [illegible]ء دربار دہم

رموزِ مصلحت رئیس

ادنےٰ درجہ کے انسان ناکامی کے ڈر سے کام کو شروع ہی نہیں کرتے۔ اوسط درجہ کے انسان کام تو شروع کرتے ہیں لیکن ناکامی کا منہ دیکھکر چھوڑ دیتے ہیں۔ اعلیٰ ترین مرتبہ کے حوصلہ مند انسان کام شروع ہونے پر متواتر ناکامیوں کے باوجود بھی اُسے مکمل کئے بغیر نہیں چھوڑتے۔

ساحر سنامی

(بھرتری ہری)

دہلی پرنٹنگ ورکس میں باہتمام کندن لال پرنٹر و پبلشر چھپکر طبع ہوا

اشتہار مجریہ نیابت دیوانی بنام بحکم سردار بہادر رگادھر صاحب جیال بی اے نائب ناظم دیوانی

بنام واقعہ ۱۹ ماگھ سمت ۱۹۹۰

استہار بنام مدعا علیہ

مینگی مل ولد بدھو نجار سکنہ لہرہ مدعی بنام اتی ولد جمعا برہمن سکنہ لہرہ مدعا علیہ

دعوے زر قرضہ

بتقرر ۲۹ جیت سمت ۱۹۹۰ تم کو حکم ہے کہ تم حاضر عدالت ہوکر جوابدہی مقدمہ ہذا کرو ورنہ حکم مناسب دیا جائے گا۔ ۱۹ ر ماگھ سمت ۱۹۹۰

دستخط حاکم

مہر عدالت

اشتہار مجریہ نیابت دیوانی بنام بحکم سردار رگادھر صاحب جیال بی۔اے نائب ناظم دیوانی

بنام واقعہ ۲۰ ر ماگھ سمت ۱۹۹۰

اشتہار بنام مدعا علیہ

منشی رام ملک رام پسران بخشی مل مہاجن سکنہ لونگووال مدعی بنام بھجی رام ولد کاشی رام برہمن سکنہ لونگووال حال آباد حیدرآباد دکن مدعا علیہ

دعوے زر قرضہ

بتقرر ۱۷ ر جیت سمت ۱۹۹۰ تم کو حکم ہے کہ تم حاضر عدالت ہوکر جوابدہی مقدمہ ہذا کرو ورنہ حکم مناسب دیا جائے گا۔ ۲۰ ر ماگھ سمت ۱۹۹۰

دستخط حاکم

مہر عدالت

ہمارے قدیم سوراج

ریاست کپور تھلہ میں قابل رشک اصلاحات

دیوان سر عبدالحمید صاحب مدارالمہام ریاست کپور تھلہ کی شخصیت وزرائے ہند میں ایک مدبر اور ممتاز شخصیت ہے۔ انکی ذات ستودہ صفات ایک سچی اسلامی روح ہے۔ آپ کپور تھلہ جائیے اور اس شریف انسان کی بابت دریافت کیجئے۔ ہندو۔ مسلم۔ سکھ۔ سب آپ کی تعریف کرتے کرتے نظر آئیں گے۔ ریاست کا ہر ملازم آپ کی دانشمندی کا قائل پایا جاتا ہے۔ مگر پھر بھی بعض خود غرض اپنی ذاتی اغراض کے زیر اثر فرقہ وارانہ فساد کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ لیکن عوام پر اس پراپیگنڈے کی اصلیت بخوبی روشن ہے۔

حال ہی میں مفید اصلاحات کا اعلان کیا گیا ہے۔ وہ یقیناً ریاست میں سوراج کا منظر پیدا کر دینگی۔ رعایا کپور تھلہ خوش قسمت ہے۔ کہ وہ ایسے اصلاحات سے ہمکنار ہو رہی ہے۔ اور تازہ ترین اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اب کپور تھلہ میں مکمل طور پر امن قائم ہو گیا ہے۔ جس کے لئے سر عبدالحمید صاحب بجا طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔

ریاست بہاول پور کا حسن انتظام

ریاست بہاولپور جس قدر ترقی کر رہی ہے۔ وہ روز روشن کی طرح روشن ہے۔ رعایا سرگرم منتظمان ریاست سے از حد خوش ہے۔ جن کے لئے دیوان نبی بخش محمد حسین صاحب وزیر اعظم ریاست بہاولپور اور ریونیو منسٹر مقبول حسین صاحب خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنکی انتظامی قابلیت سے ریاست روز افزوں ترقی کر رہی ہے امن و چین کا دور دورہ ہے۔

ریاست کلسیہ کا قابل رشک انتظام

ریاست کلسیہ اپنے محبوب وزیر اعظم پنڈت دیوان مہاراج کشن صاحب کی وجہ سے روز بروز شاہراہ ترقی پر گامزن ہے ہر قسم

کی بدامنیوں کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ پنڈت صاحب کی خیر مجسم طبیعت ہر کسی سے خراج تحسین حاصل کر رہی ہے۔ رعایا شاد آباد ہے۔

بھائی صاحب باگڑیاں کی قابلِ احترام شخصیت

بھائی صاحب باگڑیاں بڑے درویش مزاج اور دانشمند واقع ہوئے ہیں۔ آپ قدیم زمانہ کی بہترین یادگار ہیں۔ اخلاق آپ کا جوہر ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ آپ ہر طرح سے شاد و آباد رہیں۔

شہزادہ پور کا دیوتا صفت شہزادہ

کرنل سردار رام سنگھ صاحب آف شہزادہ پور (ضلع انبالہ) کی ذات جن اوصاف حمیدہ کا مجموعہ ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ آپ نے ورثہ میں وہ تمام خوبیاں پائی ہیں۔ کہ جو حقیقی معنوں میں زیور انسانی ہیں۔ آپ بڑے درویش مزاج مدبر اور فیاض واقع ہوئے ہیں آپ کی خیر مجسم طبیعت اہل دنیا کے قلوب تسخیر کر رہی ہے۔ واہگورو آپ کو ابد تک سلامت باکرامت رکھے اور آپ منزل دنیا میں ہر قدم پر کامیاب ہوں۔

سردار دل سنگھ صاحب بہادر آف ملود کی قابلِ رشک زندگی !!

ریاست ملود اپنے دیوتا صفت حکمران کی بدولت فردوس کا نمونہ بنی ہوئی ہے۔ سردار دل سنگھ صاحب آف ملود ملک کے اُن برگزیدہ اور قابل احترام بزرگوں میں سے ہیں۔ جنکی عزت کرنا ہر انسان کا فرض ہے۔ آپ بڑے منصف مزاج اور قدر دان ہیں۔ ریاست میں ہر طرف امن و امان کا دور دورہ ہے۔ رعایا شاد و آباد ہے۔ سکھ۔ ہندو۔ مسلمان آپ سے یکساں فیض پا رہے ہیں۔ ریاست کا انتظام جس احسن طریق پر چل رہا ہے۔ وہ باعث صد افتخار ہے۔ اہلکار ریاست منشی جان محمد صاحب سردار صاحب کے دلی بہی خواہ جاں نثار و وفادار ہیں۔ ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ ایشور ایسے نیک اور فیاض انسانوں کو قیامت تک زندہ رکھے۔

ریاست نابھہ کی خوش قسمتی!

دیوان گیان ناتھ صاحب پریذیڈنٹ کونسل ریاست نابھ کی ممتاز ہستی کسی مزید تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ اپنی حسن لیاقت اور انتظامی قابلیت سے خاص شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ جب روز سے آپ نے اس عہدہ کا چارج لیا ہے۔ ریاست کا انتظام نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہو رہا ہے آپ بڑے با اخلاق اور دانشمند واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہ امر باعث صد مسرت ہے کہ آپ کو حال ہی میں سی۔ آئی۔ ای۔ کا معزز خطاب ملا ہے۔ جس کے آپ حقیقی طور پر مستحق ہیں۔ ہم دیوان صاحب موصوف کو اس جدید اعزاز پر مبارکباد دیتے ہیں۔ نیز رعایا ریاست خوش ہے کہ اسے جہاں دیوان صاحب موصوف جیسا پریذیڈنٹ نصیب ہوا ہے۔ وہاں سردار بہادر سردار گوردیال سنگھ صاحب جیسا ہوم ممبر ملا ہے۔ جو بڑے درویش مزاج دانشمند اور رعایا پرور واقع ہوئے ہیں ہم ریاست نابھہ کی خوش انتظامی پر ان ہر دو حضرات کو مبارکباد دیتے ہیں:۔

ریاست فریدکوٹ کی کونسل

ریاست فریدکوٹ کو جو انتظامی شہرت حاصل ہے وہ سب پر روشن ہے۔ موجودہ کونسل کے پریذیڈنٹ سردار بہادر سردار اندر سنگھ صاحب اور ممبر پی۔ ڈبلیو ڈی۔ سردار بہادر سردار فتح سنگھ صاحب وغیرہ وغیرہ ہیں۔ جب سے اس کونسل کا انتخاب ہوا ہے۔ ریاست کے ہر شعبہ میں جس قدر ترقی ظہور پذیر ہوئی ہے۔ وہ ریاست کی تاریخ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ ہر دو صاحبان بڑے با اخلاق اور دانشمند ہیں۔ ریاست کا انتظام نہایت اعلیٰ پیمانہ پر چل رہا ہے۔ سردار بہادر سردار اندر سنگھ صاحب اور سردار بہادر سردار فتح سنگھ صاحب خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ کہ جن کی زیر نگرانی ریاست روز افزوں شاہراہ ترقی کی طرف قدم بڑھائے جارہی ہے:۔

صحت کیا ہے؟

۱- صحت غنچۂ دل کیلئے پیغام بہار ہے۔ گلشن امید کیلئے ابر رحمت ہے۔ خار حزن و ملال کیلئے آتش روشن ہے۔ ساکنان گلبن تمنا کیلئے مژدۂ حیات افزا ہے۔ شگوفۂ آرزو کیلئے باد نسیم کا تسکین زا و مسرور کن جھونکا۔ طائر روح کیلئے گل نوبہار ہے۔

۲- صحت منبع سرور و کیف ہے۔ نشۂ صہبائے مسرت و راحت۔ مستی و فور بیخودی و شادمانی۔ جس سے انسان تکالیف و مصائب کی پرواہ نہ کرتا ہوا کمال خندہ پیشانی سے اُن کا خیر مقدم کرتا ہے

۳- صحت روح زندگی ہے۔ جسکے بغیر انسان کی زندگی ایک بوجھ سا ہو جاتی ہے۔ دنیا جو گہوارۂ خوشی ہے آتشکدہ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور انسان دنیوی جد و جہد میں ناکامی کا منہ دیکھتا ہے

۴- صحت وہ سرمایۂ حیات ہے جسکے لٹ جانے سے انسان جسمانی۔ دماغی و روحانی طور پر بالکل مفلس و ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ انسانی سوسائٹی کیلئے باعث ننگ و عار بن جاتا ہے۔

۵- صحت وہ نغمۂ جادو اثر ہے جس سے نیم خفتہ جذبات۔ مردہ حسیات چشم زدن میں زندہ ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے اندر ایک غیر معمولی تبدیلی محسوس کرنے لگتا ہے۔

۶- صحت وہ برق ضیا پاش ہے۔ جس سے تیرگی کم ہمتی و بزدلی کافور ہوتی ہے۔ اور انسان کاہلی کو چھوڑ کر سرگرم میدان عمل ہوتا ہے۔

۷- صحت بنائے تعمیر آزادی ہے کمزور و بیمار افراد قوم کوئی کارہائے نمایاں نہیں کرسکتے۔ وہ قوم جو جسمانی طور پر مضبوط نہیں ہمیشہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑی رہتی ہے۔ اور اپنی عزت و روایات کو کسی صورت بھی برقرار نہیں رکھ سکتی۔

۸- صحت نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اس کے سامنے دنیا کی بیش قیمت سے بیش قیمت اشیاء کی کوئی حقیقت نہیں اس کے بغیر انسان حظائظ دنیوی سے دولت و حشمت کی موجودگی میں بھی

لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔

۹۔ صحت صحرا زندگی کا وہ شجر سرسبز ہے جس کے راحت بخش سایہ کے نیچے درماندہ مسافر آرام پاتا ہے۔ اور منزل مقصود پر پہنچنے کیلئے تکالیف و مصائب کا سامنا کرنے کی استعداد پیدا کرنے کے لئے تازہ دم ہوتا ہے۔

۱۰۔ جام شراب صحت میں جام آب کوثر سے بھی سوا مزا ہے۔ اس کے نوش کرنیسے بیچین ارواح تسکین پاتی ہیں۔

۱۱۔ صحت شمع روشنی ہے جس سے پردۂ ظلمات و حوادث تار تار ہوتا ہے۔

روشن پٹیالوی بی اے مصنف "چراغ روشن"

تو کیا ہے ؟

تو شعاع امید ہے جس سے میری ناامیدی اور مایوسی کی تاریک دنیا منور ہو اٹھتی ہے۔

تو بہار جانفزا ہے۔ جسکے آتے ہی میرا پژمردہ غنچہ دل پھر شگفتہ ہو اٹھتا ہے۔

تو باران رحمت ہے۔ جس سے میری کشت آرزو جو خزاں اور باد صرصر کے پیہم جھونکوں سے پژمردہ ہوکر سوکھ گئی تھی۔ سرسبز ہوکر لہلہا اٹھتی ہے۔

تو پیام انبساط ہے۔ جس سے میرے ہر عضو میں مسرت و زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ جاتی ہے۔

تو چاند ہے۔ جسکی روشنی میں میں عشق کی کڑی منزلوں کو طے کرتا کرتا منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہوں۔

تو سراپا پیکر حسن ہے۔ جس سے مجھے فطرت کی ہر شے حسین معلوم ہوتی ہے۔

تو مضراب محبت ہے۔ جس کے مس ہوتے ہی۔ میرا شکستہ ساز دل پھر ترنم بار ہو اٹھتا ہے۔

تیجونت رائے ساحر سنامی۔

ریاست پٹیالہ کا محبوب وزیراعظم

خان بہادر نواب سر لیاقت حیات خاں صاحب او۔ بی۔ ای۔ وزیراعظم ریاست پٹیالہ کی ممتاز شخصیت کسی مزید تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی خداداد انتظامی قابلیت اور ذہانت طبعی کی دھاک تمام ہندوستان پر بیٹھ چکی ہے۔ طبقہ وزراء میں آپ ممتاز سمجھے جاتے ہیں آپ کی بے خطر خیر اندیش اور دانشمند طبیعت اہل عالم کے قلوب تسخیر کر چکی ہے۔ صداقت آپ کا جوہر ہے۔ اخلاق کے آپ بادشاہ ہیں۔ آپ نے جس روز سے عہدۂ وزارت کا چارج لیا ہے۔ ہر قسم کی فتنہ پردازیوں اور سازشوں کا قطعی خاتمہ ہو گیا ہے۔ رعایا پٹیالہ آپ کے طرز سلوک سے ازحد خوش ہے۔ آپ نے پٹیالہ میں وہ ہردلعزیزی حاصل کی ہے۔ جو آج تک کسی سابقہ وزیر کو حاصل نہیں ہوئی۔ آپ نے رعایا پٹیالہ پر وہ وہ احسانات کئے ہیں جسے وہ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ ناظرین کامل مردم شناس بے مثل مہاراجہ ادھیراج مہندر بہادر والئے دولت پٹیالہ کے اگر اس انتخاب کو لاجواب کہا جائے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔

آپ کا عہد مبارک اب تک ہر طرح سے پرامن و کامیاب رہا ہے۔ ہم خداوند عالم سے دعا کرتے ہیں۔ کہ آپ کو منزل دنیا میں ہر قدم پر کامیابی اور ترقی نصیب ہو۔

("انصاف پسند")

بیوی۔ میاں ایمان سے کہتے ہو۔ تمہیں مجھ سے بہت محبت ہے۔

میاں۔ اگر محبت نہ ہوتی تو تمہاری بے مطلب بک بک اور بیچ پوچ کیوں دن رات بیٹھا سنا کرتا۔

فضائے بسنت

ملک کے مایۂ نازش حضرت برق دہلوی کے قلم حقیقت رقم کے نقش و نگار

مشاطۂ فطرت ہے محو چمن آرائی　　ہنگام بہار آیا اے چشم تماشائی
جنگل میں ہوا منگل مہکے گل صحرائی　　کھیتوں کی فضا بدلی سبزے نے لی انگڑائی
رنگ رخ گل چمکا
پھر فصل بسنت آئی

کیف مے گلگوں ہے مسرور ہواؤں میں　　ہے جذب کشش پنہاں گلشن کی فضاؤں میں
اک شان عروسی ہے پھولوں کی اداؤں میں　　تاثیر محبت ہے بلبل کی نواؤں میں
نیرنگ جہاں بدلا
پھر فصل بسنت آئی

جس سمت نظر جائے نظارہ بدامن ہے　　گہوارۂ فرحت ہے صحرا ہے کہ گلشن ہے
ہر کشت تر و تازہ رنگینی کا مخزن ہے　　ہر جوئے صفا مشرب آئینہ روشن ہے
طائر ہیں نوا پیرا
پھر فصل بسنت آئی

کس درجہ سرور افزا کھیتوں کے نظارے ہیں　　فردوس کے یہ نقشے قدرت نے اتارے ہیں
پھولی ہوئی سرسوں ہے تابندہ شرارے ہیں　　یا خاک کے دامن میں چھٹکے ہوئے تارے ہیں
ہر سو ہے نیا جلوہ
پھر فصل بسنت آئی

سورج کی شعاعوں میں پھر گرمی الفت ہے　　کھلتی ہوئی کلیوں کو پیغام بشارت ہے
پھر تازہ شگوفوں کی نکھری ہوئی رنگت ہے　　پھر بلبل دل خستہ آوارۂ نکہت ہے

دینے کو نیا جوبن کا

پھر فصل بسنت آئی

پھولوں کی صبا کا انداز نرالا ہے
یہ جلوہ رنگینی دل چھیننے والا ہے
صدقے ہے شفق جس پر وہ رنگ نکالا ہے
سرمایہ راحت ہے آنکھوں کا اجالا ہے
پھر جوش طرب پھیلا

پھر فصل بسنت آئی

پھر آگ لگی دل میں کوئل کے ترانوں سے
پھر کہتے ہیں کچھ یہ غنچہ خاموش زبانوں سے
یہ سوز کوئی پوچھے ہم سوختہ جانوں سے
رنگین ورق ان کے ہیں تازہ فسانوں سے
جاڑے کا سماں بدلا

پھر فصل بسنت آئی

مشاغلِ علمی و تقریضات

راج بھگتی

مرتبہ پنڈت مادھورام صاحب بانڈوریٹائرڈ ناظم منڈیات پٹیالہ

ہم نے آج راج بھگتی کے مسودہ کو نہایت غور و شوق سے پڑھا۔ اسکے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ مصنف نے جس جذبہ عقیدت کے زیر اثر کمال تندہی و جانفشانی سے کتاب کو ترتیب دی ہے۔ وہ قابل ہزار آفرین ہے کتاب مذکور میں منوسمرتی۔ رامائن۔ مہابھارت۔ مقدس وید۔ گرنتھ صاحب۔ قرآن شریف۔ انجیل وغیرہ وغیرہ اور دیگر مذہبی کتب مقدسہ کے حوالے دیکر نہایت واضح اور روشن طریق پر ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ راعی و رعایا کے تعلقات کیسے ہونے چاہئیں۔ راجاؤں کا کیا دھرم ہے۔ پرجہ کے کیا فرائض ہیں۔ غرضیکہ اس بے نظیر و لاجواب کتاب میں وہ وہ جوہر پوشیدہ ہیں۔ جو بڑی کدوکاوش تلاش اور جستجو سے بھی دستیاب نہیں ہو سکتے۔ نیز اسمیں دکھلایا گیا ہے۔ کہ راج بھگتی ایشور بھگتی ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے پنڈت صاحب موصوف کے نیک خیالات کا بھی جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ کہ جن سے متاثر ہوکر آپ نے یہ کتاب مرتب کی۔ آپ نے راعی و رعایا کے باہمی تعلقات کو خوشگوار سے خوشگوار تر بنانے کیلئے جو سعی بلیغ عمل میں لائی ہے۔ وہ قابل ہزار ستائش ہے۔

ریاست پٹیالہ اور گورنمنٹ قیصریہ کے بڑے بڑے معزز و معتمد اصحاب نے اس کتاب پر بڑے پرزور ریویو لکھے ہیں۔ موجودہ وقت میں ایسی کتاب کا شائع ہونا ازبس ضروری ہے۔ زیادہ کیا تعریف کی جائے۔ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ پنڈت صاحب موصوف کو اس کتاب کو زیور طبع سے آراستہ کرکے

پبلک میں پیش کرنا چاہیئے۔ تاکہ جس مقصد کی تکمیل کے لیئے لکھی گئی ہے اس کی بخوبی طور پر تکمیل ہوجاوے۔

"نقاد ستامی"

چراغ روشن

آجکل جسقدر بیماری افسانہ نویسی کی شامت آرہی ہے۔ وہ ملکی جرائد کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ایکی تسیرینی تشنہ کامان علم ادب کیلیئے ہمیشہ باعث ترغیب و تحریص رہی ہے۔ چنانچہ اب ہر ایک اپنے آپ کو افسانہ نویس کہلانا فخر خیال کرتا ہے۔

چراغ روشن یعنی مہاشہ روشن لال صاحب گپتا۔ بی۔ اے۔ روشن پٹیالوی کے گیارہ دلکش و پر لطف افسانوں کا مجموعہ ہائے میز پر ہے۔ اول سے لیکر آخر تک پڑھتے چلے جایئے۔ جو جو خوبیاں و محاسن افسانہ نگاری کی جان ہیں وہ سب اسمیں موجود ہیں زبان نہایت سادہ پاکیزہ اور موثر طرز ادا نہایت دلکش۔ اور سب سے بڑھکر ان افسانوں کی خوبی یہ ہے۔ کہ یہ سب کے سب شوشل و اصلاحی پہلو لیئے ہوئے ہیں۔ جس کی آجکل سخت ضرورت ہے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھکر اصلاح کا اور کوئی ذریعہ نہیں امید ہے کہ اہل نظر اصحاب اس مجموعہ کی ایسی ہی قدر کریں گے۔ جس کا یہ حقیقی طور پر مستحق ہے۔

قارئین کرام یہ سن کر اور بھی خوش ہونگے۔ کہ یہ پر سحر و پر لطف افسانوں کا مجموعہ ان اصحاب کو بالکل مفت نذر کیا جائے گا۔ جو رسالہ زندگی امرتسر کے خریدار بنینگے۔ رسالہ زندگی امرتسر کا سالانہ چندہ یعنی ہر بالحاظ اسکے مضامین چھپائی۔ لکھائی و دیگر متنوعات پہلے ہی بہت کم ہے۔ اور ۲۰۰ صفحات کی کتاب خریدار صاحبان کو مفت دینا تو انتہا درجہ کی رعایت ہے۔ ہم اس کتاب کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔ یقیناً چراغ روشن منزل دنیا میں چراغ روشن کا کام دے گا۔

"نقاد ستامی"

ہماری زندگی اک داستاں ہے

از فکر رسا شاعر رنگیں بیان منشی نربدا پرشاد عاصی گیاوی مصنف مایا مچھندر

سرورِ مے ہے یاذکر بتاں ہے　　خدا کا نام یوں فرصت کہاں ہے
شفق کے نیچے نیلا آسمان ہے　　تماشہ ہے تہِ آتش دھواں ہے
سوالِ حل طلب عمر رواں ہے گو　　محبت جس کا پہلا امتحاں ہے
نہیں ہے دل لگی دل کا لگانا　　نہ سودائی بنو سوداگراں ہے
حسینو تم نہ سیکھو بدزبانی　　وہی شیریں ہے جو شیریں زباں ہے
کہاں رکھوں تمہیں مہمان بناکر　　نہایت مختصر دل کا مکاں ہے
خدائی کا نہ وہ دعویٰ کرے کیوں　　حسیں ہے فتنہ پرور ہے جواں ہے
نہ کر ہموار تربت کو ستمگر　　یہی تو مرنے والے کا نشاں ہے
تبسم اس گل غنچہ دہن کا　　لبوں میں بوئے گل بن کر نہاں ہے
کسے ہے تاب اظہار تمنا　　میری حسرت بچاری بے زباں ہے
انہیں آنسو کے قطرے تم نہ سمجھو　　بشکل اشک خونِ دل رواں ہے
کٹی باتوں ہی باتوں میں شب غم　　تصور کس قدر جادو بیاں ہے
بیاض غم کے اوراقِ فنا پر　　ہماری زندگی اک داستاں ہے
اکیلی ایک بلبل جس کے دشمن　　فلک ہے برق ہے بادِ خزاں ہے
بہا جاتا ہوں دریائے فنا میں　　خدا جانے میری منزل کہاں ہے

پرستش حسن کی کرتا ہے عاصی
وہ بت خانہ اسی کا آستاں ہے

"پھر یہ موقعہ ہاتھ نہیں آئے گا"

سکھوں کیلئے ۱۹۳۴ء کا نایاب تحفہ

ہر ذی علم بالخصوص سکھ قوم کے افراد اگر "رئیس ہند دہلی" ...... کی خریداری منظور فرمادیں گے۔ تو سال کے اختتام تک اُن کے پاس دسم پادشاہ شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کا مشہور فارسی منظوم خط جو انہوں نے عالمگیر اورنگ زیب کے نام لکھا تھا۔ نہائت صحیح اور بامعنی صورت میں مہیا ہو سکے گا۔

کیونکہ

مشہور صاحب قلم جناب حکیم پرسرام صاحب وِتس آنریری مجسٹریٹ موگا نے ملکی اور قومی خدمت کے زیر اثر اسی خط کو بعد صحت عبارت معہ ترجمعہ و شرح اور بیان مقاصد و ضروری متعلقہ تواریخ کے اشاعت کے لئے رسالہ ہذا کی نذر کر دیا ہے۔ جو آجکل چھپ رہا ہے۔

رسالہ مذکور کا سالانہ چندہ صرف دو روپے تیرہ آنے ہے (۲؍۱۳) اس لئے ناظرین ابھی سے اس کی خریداری منظور فرمالیں۔ ورنہ پھر افسوس سے ہاتھ ملنے پڑیں گے۔ اور یہ موقعہ ہاتھ نہیں آئے گا۔

ایک نگاہ کرم ادھر بھی

حضرات معاونین رئیس ہند

کبھی جناب نے یہ بھی خیال فرمایا کہ ہم نے رئیس ہند کو آجتک کیا امداد دی ہے اور اس کا کام کیونکر چلتا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو سمجھ لیجئے۔ کہ ایک ملکی رکو سادر عایا

کا سچا خدمتگار رئیس ہند جو محض آپ کی امداد کے بھروسہ پر حاضر ہو رہا ہے۔ اسکی
املی کتابت طباعت اشاعت کاغذ اور محصول ڈاک وغیرہ پر بھی کچھ صرف
ہوتا ہے۔

واقعی صرف ہوتا ہے

تو کہاں سے آسکتا ہے۔ اور بلا آپ کی امداد کے کیونکر کام چل سکتا ہے؟
ہرگز نہیں چل سکتا ہے۔ اگر آپ جدید خریدار پیدا نہیں کر سکتے تو کیا امداد و معاونت
زر چندہ سے بھی چشم پوشی کرنا مناسب ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو یقیناً یہ رعایا
و رؤسا کا سچا خدمتگذار رسالہ بند ہو جائے گا۔ جس سے آپ کا بھی سخت
نقصان ہوگا۔

اسلئے جلد از جلد کم از کم چندہ واجب اسکی ادا فرمائیے۔ تاکہ اسے آپ کی خدمت
بجا لانے میں کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ بعض معاونین نے مدت خریداری
سے آجتک بالکل بھی سرپرستی نہیں فرمائی۔ رئیس ہند اُن کی سرپرستی کے بھروسہ
پر اُن کے پاس برابر حاضر ہو رہا ہے۔ انہیں اپنے اخلاقی فرض کو جلد از جلد
محسوس فرمانا چاہئے۔ امید ہے کہ یہ ہماری اپیل۔ معاونین کو ہماری امداد
پر مائل کرنے کے لئے عملی طور پر بہتر ثابت ہوگا۔ اور مزید یاددہانیوں کی
ضرورت محسوس نہ ہوگی۔

چیف مینجر

ہو قدر نہ جس جا وہاں جانا نہیں اچھا　کر کے احسان کبھی اس کا جتانا نہیں اچھا
چلنا چلنا ہاں ذرا سوچ کے چلنا ساحر　یہ زمانہ نہیں اچھا ہاں زمانہ نہیں اچھا

منشی تیجونت رائے ساحر سنامی

بہار کی دیوی سے

سانیٹ

اے بہار جاں فزا! اے زینت افزائے چمن
دم قدم سے ہیں ترے گلشن کی سب رنگینیاں
یہ بہاریں، یہ فضائیں، اور یہ شادابیاں
روح پرور ہے منظر دلکشا تیری پھبن

ہے مسرت خیز کتنا! تیری آمد کا پیام
بلبلیں فرط خوشی سے ہو رہی ہیں نغمہ زا
قمریوں کے چہچہے ہیں روح پرور دلربا
پی لیا تیری محبت کا ہے سب نے گویا جام

کس قدر دلکش و کیف آور ترا انداز ہے
آتی ہے اٹکھیلیاں کرتی ہوئی گاتی ہوئی
نونہالان چمن کے دل کو برماتی ہوئی
ساز فطرت کی صدا ہے یا تری آواز ہے

باغ جنت تیرے دم سے باغ دنیا ہو گیا
بلدہ شاہی کا تیری عالم میں چرچا ہو گیا

تیجونت سنگھ ساحر سامی

مہاشہ سدرشن

تھوڑا سا جھوٹ

قسط دوئم

گزشتہ سے پیوستہ

کہدونگا۔ کہ یہ تمہاری محبت کا قصور ہے۔ پریم دیوی کا دل محبت کا سوتا ہے۔ میری بھرائی ہوئی آواز سنکر چھلک اٹھیگا۔ [illegible] اسمیں میرا قصور رہ جائیگا۔ لیکن پھر خیال آیا۔ کہ یہ درست نہیں۔ ایکدن پریم دیوی سے کسی نے جھوٹ موٹ کہہ دیا تھا۔ کہ میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ تو اس غریب نے سارا دن روٹی نہ کھائی تھی اب جب یہ سنیگی۔ کہ میں بیمار ہوں۔ تو نہ معلوم اسکی کیا حالت ہو۔ پچھاڑ کھا کر گر پڑیگی۔ بیہوش ہو جائیگی اور ممکن ہے۔ کہ گاڑی سے کود کر جان ہی دیدے۔ اسلئے بہتر یہی ہے۔ کہ جتنی جلدی ہو سکے۔ اسے پتہ لگ جائے کہ تار جھوٹا ہے۔

ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ آسمان میں بادلوں کے سمندر امنڈے ہوئے تھے۔ سڑک کے کنارے کسانوں کے لڑکے مسرت کی تانوں میں محو تھے۔ ٹرین لحہ بہ لحہ بٹالے کے قریب پہنچ رہی تھی۔ لیکن گنگا رام منزل مقصود سے دور جا رہے تھے۔

(۵)

دس بجے گاڑی بٹالے پہنچی۔ گنگا رام جلدی سے نیچے اترے۔ لیکن باہر آکر ان کا دل بیٹھ گیا۔ آنکھیں بیوی کے روبرو کیسے اٹھاؤں گا۔ اس خیال سے ان کا کلیجہ دھڑکنے لگا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی بسیار کے باوجود آدمی کو شروع میں دکھائی نہیں دیتی۔ تو وہ اپنے آپ کو اتفاق کے ہاتھ میں چھوڑ دیتا ہے۔ تیراک کے ہاتھ پاؤں تھک جاتے ہیں۔ تو وہ اپنی کوشش ترک کر دیتا ہے۔ گنگا رام بھی جب اس گتھی کو سلجھا نہ سکے۔ تو انہوں نے دل کو یہ کہکر تسلی دے لی۔ کہ وقت پر جو ہوگا۔ دیکھا جائے گا۔

شادیوں کا مہینہ تھا۔ گاڑیاں براتوں سے بھری ہوئی تھیں۔ گنگا رام پیدل روانہ ہوئے۔ لیکن ابھی زیادہ دور نہ جانے پائے تھے۔ کہ پیچھے سے ایک مینہ بھاگتا ہوا آیا۔ برکھا ہو چکی تھی۔ زمین پر پھسلن تھی۔ کھیتوں میں پانی۔ گنگا رام نے ادھر ادھر دیکھا۔ لیکن کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ وہیں نہر کے نزدیک پہنچ گیا

جھنجھلایا ہوا دیکھ کر گنگا رام ایکطرف اُچھل گئے۔ جلدی میں دیکھ نہ سکے۔ ادہر کنواں تھا۔ گنگا رام اسمیں گر گئے

اتفاق سے کنواں گہرا تھا نہ پانی سے بھرا ہوا ہے۔ بارش کے باعث اسمیں معمولی پانی تھا۔ لیکن نہ اتنا کہ آدمی ڈوب جائے۔ گنگا رام بہت دیر بیہوش پڑے رہے۔ پانچ بجے صبح کے قریب جب اُن کے حواس بجا ہوئے۔ تو سرد ہوا چل رہی تھی۔ اور مسافر سٹیشن کو جا رہے تھے۔ کئی ایک براتیں واپس جا رہی تھیں۔ انکے نغموں میں لپٹی ہوئی ہوا مسافروں کو عشق و محبت کے پیام دے رہی تھی۔ گنگا رام کھڑے ہو گئے۔ اور کپڑے نچوڑ کر باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگے۔ پر کنواں گہرا نہ ہونے پر اتنا چھوٹا بھی نہ تھا کہ پھلانگ کر باہر نکل آتے۔ گنگا رام کے بدن سے پسینہ چھوٹنے لگا۔ مگر کچھ بول نہ سکتے تھے۔ جس طرح طائرِ بے بال و پر پرواز کی حسرت سے پژمردہ ہو جاتا ہے۔ وہی کیفیت گنگا رام پر طاری ہو گئی۔ اسی طرح پانچ بج گئے۔ کاش کوئی مسافر کنوئیں پر سے گذرے۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ ساڑھے پانچ ہو گئے۔ چھ بجے گاڑی چلتی تھی گنگا رام کو ایسا معلوم ہوا۔ گویا اُن کا دم گھٹا جا رہا ہے۔ اتنے میں اوپر سے آواز آئی۔ ملک راج دیر تو نہیں ہو گئی؟

جواب میں کسی نے کہا نہیں ابھی نصف گھنٹہ باقی ہے۔ گنگا رام سناٹے میں آ گئے یہ انکی بیوی پریم دیوی کی آواز تھی۔ جو اپنے بھائی کو ہمراہ لئے ہوئے سٹیشن کی طرف جا رہی تھی۔ گنگا رام نے زور سے چلا کر کہا یہ ملک راج! میں یہاں اس کنوئیں میں گر گیا ہوں۔

تانگے اور گھنٹیاں دوڑ رہی تھیں۔ انکی گڑگڑاہٹ میں گنگا رام آواز غرق ہو گئی۔ پریم دیوی اور ملک راج جلدی میں تھے۔ گذر گئے۔ گنگا رام نے سر پیٹ لیا۔ جب ساڑھے چھ بج گئے۔ تو ایک مسافر نے دیکھا۔ کہ کنوئیں سے اینٹیں اُچھل رہی ہیں۔ اس نے جھانک کر دیکھا۔ اور پوچھا یہ کون ہے؟ گنگا رام کی جان میں جان آئی۔ جلدی سے بولا۔ میں مسافر ہوں۔ رات سے کنوئیں میں گر گیا ہوں۔ بھائی مجھے باہر نکالو۔

وہ کوئی نیک دل آدمی تھا۔ اپنا کام چھوڑ کر آس پاس کے کسانوں کو بلا لایا۔ انہوں نے رسا ڈال کر گنگا رام کو باہر نکالا۔ لیکن گاڑی جا چکی تھی۔

ادھر پریم دیوی گاڑی میں سوار ہوئی۔ تو منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اور چہرے کا رنگ فق ہو رہا تھا۔ دیوتاؤں سے پرارتھنائیں کر رہی تھی۔ منتیں مان رہی تھی۔ بہتیرا ضبط کیا۔ لیکن آنسوؤں کا فوارہ پھوٹ پڑا بچے کو گلے سے لگا کر رونے لگی۔

گاڑی کے اسی ڈبے میں ایک اور نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ جسکی گود میں موہن کی عمر کا لڑکا تھا۔ وہ دل کی بہت نرم تھی۔ پریم دیوی کو روتا دیکھا تو مضطرب ہو کر اس کے قریب آگئی اور بولی "بہن روتی کیوں ہو"۔

پریم دیوی نے شکریہ داری کے جذبہ سے متاثر ہو کر جواب دیا "اس (موہن کیطرف اشارہ کرکے) کا بابو بیمار ہے"۔

"کیا مرض ہے ؟"

"یہ تو نہیں لکھا"

"کیا چٹھی آئی ہے ؟"

"نہیں تار" یہ کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

وہ لڑکی انگریزی پڑھ سکتی تھی۔ بولی تمہارے پاس ہے تو دکھا دو۔ میں پڑھکر تمہیں ساری حقیقت بتا دونگی"۔

گاڑی امرتسر کے سٹیشن سے چلنے کو تھی۔ پریم دیوی نے دوپٹے کے آنچل سے تار کھولا۔ اور اس کے ہاتھ میں رکھدیا۔ اتنے میں اس نے دیکھا۔ کہ اس کا بچہ پلیٹ فارم کے کنارے پر گھوم رہا ہے اس کا کلیجہ ماتا کے مارے دھڑکنے لگا۔ تار کا فارم ہاتھ میں لئے ہوئے وہ نیچے اتری۔ اور بچے کے پیچھے بھاگی۔ بدقسمتی سے اسیوقت سامنے سے ایک گاڑی آتی دکھائی دی۔ بچہ گھبرا گیا اور پٹری پر گر گیا۔ اس کی ماں نے جان کی پرواہ نہ کی۔ اور اس کے لئے نیچے جھک گئی پر اسکا ہاتھ بچے کے جسم کو لگنے بھی نہ پایا تھا۔ کہ گاڑی اوپر سے پھر گئی۔ اور ماں و بچہ دونوں کچلے گئے۔ پریم دیوی کا خون خشک ہو گیا۔

(۶)

شام کی گاڑی گنگا رام اہر تسر پہنچے۔ تو ہر ایک زبان پر یہ چرچا تھا۔ عورتیں تو لوگ روز مرتے ہیں کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ لیکن سٹیشن پر دیکھتے دیکھتے ایک نوجوان عورت کا بچے کو بچاتے بچاتے آپ بھی موت کے منہ میں چلے جانا معمولی واقعہ نہ تھا۔ کہ نظر انداز کر دیا جاتا۔ شام تک یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ لاش کے گرد بیشمار آدمیوں کا جمگھٹا تھا اور لوگ اپنی اپنی رائے دے رہے تھے۔ پولیس افسروں نے سراغ لگانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ لاشیں اس طرح خراب ہو رہی تھیں۔ کہ شناخت کرنا ناممکن تھا۔ صرف ایک کاغذ تھا جس سے کچھ معلومات بہم پہنچنے کا امکان تھا۔ وہ ایک تار کا نصف حصہ تھا۔ جس سے یہ معلوم ہو سکتا تھا۔ کہ تار کس کے نام ہے۔ یہ پرزہ کاغذ اس عورت کے ہاتھ میں تھا۔

گنگا رام نے یہ واقعہ سنا۔ تو حیران ہو کر گاڑی سے اتر آئے۔ اور ہسپتال پہنچے۔ وہاں اسوقت میلہ لگا ہوا تھا۔ اور لوگ اپنی اپنی سمجھ کے بموجب باتیں کر رہے تھے۔ گنگا رام نے ایک آدمی سے پوچھا۔ "یہ عورت کون تھی؟"

اس شخص نے گنگا رام کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور آہستہ سے جواب دیا۔ "یہ ابھی تک پتہ نہیں لگا۔ کیا کوئی ایسی شئے نہیں۔ جس سے کچھ پتہ لگ سکے؟"

"ایک تار ہے۔"

گنگا رام کے کان کھڑے ہوئے گھبرا کر بولے۔ "وہ تار کس کے پاس ہے؟"

"سب انسپکٹر صاحب کے پاس۔ وہ سامنے کھڑے ہیں۔"

گنگا رام بجلی کی طرح سب انسپکٹر کے پاس پہنچے۔ اور بولے "ذرا وہ تار دکھائیے گا؟"

"ضرور۔"

گنگا رام نے تار پڑھا۔ تو نیچے اپنا نام نظر آیا۔ مضمون دیکھا۔ وہ بھی وہی۔ تنگ نے یقین کا لباس پہنا۔ بہتیرا ضبط کیا۔ لیکن رک نہ سکے۔ روتے روتے بولے۔

"یہ میری صورت تھی"

گنگا رام کی بھولی بھالی اور تبسم ریز صورت دیکھ کر حاضرین کی چیخیں نکل گئیں۔ اور جب انہوں نے لاشوں کو گلے سے چمٹا کر دل خراش لہجے میں ورلاپ کرنا شروع کیا۔ تو انسپکٹر صاحب بھی آبدیدہ ہو گئے۔ ڈاکٹر بھی رونے لگے۔ در و دیوار بھی رونے لگے۔

انکو پریم دیوی سے انتہائی درجہ کی محبت تھی۔ انہوں نے سوچا۔ کہ اب پریم دیوی کے بغیر ایک تپ طویل ہے۔ جس میں نہ شعاع امید ہے۔ نہ ذائقہ شیرینی۔ اس لئے اسمیں رہنا فضول ہے۔ پریم دیوی (؟) کا کریا کرم کر کے دوسرے دن سنیاسی ہو گئے۔ گھر کا خیال تک ان کے دل میں نہیں آیا۔

(۷)

اوپر کے واقعہ کو تین سال گذر گئے۔ گنگا رام کا کچھ پتہ نہ لگا۔ پریم دیوی کے لئے جہان تاریک ہو گیا۔ جو دنیا مسرت امید اور قہقہے کا مجموعہ تھی۔ وہ گنگا رام کے بغیر عالم یاس میں تبدیل ہو گئی۔ آفتاب اسی طرح نکلتا تھا۔ آسمان پر بادل اسی طرح دوڑتے تھے۔ چاند کی کرنوں میں وہی خوبصورتی وہی مٹھاس وہی موہنی تھی۔ لیکن پریم دیوی کو ان اشیاء سے حظ حاصل نہ ہوتا تھا۔ گویا دنیا کی ہر ایک سودا انگیز شئے انکی ساتھ ہی غائب ہو گئی ہو۔ تحقیقات سے معلوم ہو گیا تھا۔ کہ گنگا رام نے کسی غلطی سے گھر کو ترک کیا ہے۔ لیکن ان کا کوئی پتہ نہ لگتا تھا۔ اسلئے وہ رات دن اداس رہتی۔ ٹھنڈی آہیں بھرتی اور روتی رہتی تھی۔

اس کا چہرہ کمہلا گیا تھا۔ جسم سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا۔ ہر دم فکر میں ڈوبی رہتی۔ دن نکلتا۔ تو سوچتی شاید آج آ جائیں۔ لیکن شام ہو جاتی۔ اور کوئی نہ آتا۔ اسی طرح دن اور رات تیزی کے ساتھ گذرتے گئے۔ وہ گنگا رام کا فوٹو لئے ہوئے تنہائی میں بیٹھی رہتی۔ پہلے اسے دیکھتی پھر آپ ہی آپ باتیں کرنے لگتی۔ تب اسکی آنکھوں کے روبرو گذرا ہوا وقت پھرنے لگتا۔ خیال آتا کیسے دن تھے؟ کیا زمانہ تھا۔ جب میں شام کو ان کے انتظار میں دروازے پر جا جا کر جھانکا کرتی تھی۔ اور جب انکو آنے میں دیر ہو جاتی۔ تو گھبرا اٹھا کرتی۔ یکایک ان کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی۔ میرا دل

دھڑکنے لگتا تھا۔ وہ آتے۔ تو جسم میں مسرت کی لہر دوڑ جاتی۔ اور میں بڑھ کر ان کا چھاتا یا چھڑی پکڑ لیتی تھی۔ وہ مسکراتے اور مجھے گلے سے لگا لیتے تھے۔ آہ اس مسکراہٹ میں جو مزہ۔ جو لطف جو اثر تھا۔ وہ اب کہاں ہے؟ ان کے چہرے پر جو اطمینان تھا۔ پیشانی پر جو جلال تھا۔ آنکھوں میں جو محبت تھی۔ یہ سب اشیا اُسے یاد آجاتیں۔ تو روتے روتے گھگھی بندھ جاتی۔ لاہور سے بنارس لے چلی گئی تھی ماں حوصلہ دیتی تھی۔ باپ پیار کرتا تھا۔ ان کے کہنے سے رونا بند ہو جاتا لیکن آنکھوں کی اندر دل بس میں نہ تھا۔ آنکھیں چپ ہو جاتیں۔ مگر دل برابر روتا رہتا تھا۔

صبح کا وقت تھا۔ پریم دیوی نہا دھو کر خاوند کی تصویر دیکھ رہی تھی۔ کہ گلی میں سے کسی کے گانے کی آواز سنائی دی:

رادھا بن بیکل بہاری

الفاظ معمولی تھے۔ لیکن مہجوروں کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ ہجر کا نقشہ سامنے کھنچ گیا۔ جس جس عورت کا شوہر پردیس تھا۔ اسی کے آنکھوں سے آنسوؤں کی دھارا بہنے لگی۔ اور محبت کی پرانی باتیں دل میں پھرنے لگیں۔ تمام مرد و زن کان لگا کر سننے لگے:

رادھا بن بیکل بہاری

پریم دیوی کے پاس اسکی بہن رام پیاری بیٹھی تسلی دے رہی تھی۔ پریم دیوی سے بولی "بہن! اس سادھو کی آواز میں جادو ہے۔ بلا دو۔ تو ذرا دو پد سن لوں"

تین سال کے عرصہ میں یہ پہلا موقع تھا۔ کہ پریم دیوی نے خواہش سے کسی بات کا مطالبہ کیا۔ رام پیاری نے ٹالنا مناسب سمجھا۔ اور سادھو کے پاس جا کر بولی "مہاراج! آپ موسیقی کے سمندر ہیں۔ میری بہن کو بھی اس فن کا شوق ہے۔ اگر ذرا اندر آجائیں۔ تو وہ بھی دو پد سن لے"۔

سادھو بہت ملنسار مزاج اور خوبصورت تھا۔ مسکرا کر بولا۔ "مائی ہم علم موسیقی کیا جانیں بھگوان کا سمرن کرنا ہے۔ کر لیتے ہیں۔ تم سننا چاہتی ہو۔ تو سنو"

یہ کہہ کر سادھو اندر چلا گیا۔ اور فرش پر بیٹھ گیا۔ پریم دیوی چک کے اندر سے سننے لگی:

رادھا بن بکل بہاری

کیا آواز تھی؟ جو براہِ راست دل کیساتھ ٹکراتی تھی محلے کے لوگ مقناطیسی اثر کے زیر ہو کر پریم دیوی کے صحن میں آ گئے جب سادھو نے گانا شروع کیا۔ تو سب لوگ بصورت تصویر ساکت ہو گئے۔ وہ اپنا آپ بھول گئے۔ انکی آنکھوں میں وہی نظارہ پھر گیا۔ جب کرشن کنھیا شری رادھا جی کے ہجر میں بیتاب و مضطرب پھر رہے تھے۔ در و دیوار سے یہی آواز آنے لگی:۔

رادھا بن بکل بہاری

پریم دیوی چک کے اندر بیٹھی سر ہلا رہی تھی۔ اور لوگوں پر جادو ہو رہا تھا۔ سارے محلے میں یہی آواز گونج رہی تھی۔

رادھا بن بکل بہاری

یکایک پریم دیوی کو یہ آواز شناسا معلوم ہوئی۔ اس نے حیرت کیساتھ سر اٹھایا۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کہ سادھو گنگا رام ہی ہو۔ غور کے ساتھ دیکھا۔ شبہ یقین کے ساتھ ہم آغوش تھا۔ وہی آنکھیں۔ وہی چہرہ۔ وہی ادا۔ پریم دیوی کے رگ رگ میں بجلی دوڑ گئی۔ اتنے میں سادھو نے پھر تان لگائی:۔

رادھا بن بکل بہاری

پریم دیوی چک اٹھا کر باہر نکل آئی۔ اور بیتابی سے بولی "سادھو کے باز! اب یہ دھوکا نہیں چل سکتا"

گنگا رام نے طنبورہ پھینک دیا۔ اور گرتی ہوئی محبت کی مورت کو اپنے بازوؤں میں تھام لیا۔

تھوڑی دیر کے بعد گھر کا نقشہ بدل گیا۔ محلے بھر کے لوگ مبارکبادیں دینے آئے

جب خلوت ہوئی۔ تو پریم دیوی نے کہا۔

"تم کتنے بے درد ہو۔ جب حقیقت حال تمکو معلوم تھی۔ تو سوانگ بھرنا کیا ضرور تھا؟"

گنگا رام نے اس کا ہاتھ تھام کر جواب دیا۔

"حقیقت بھی آج ہی معلوم ہوئی تھی۔ ورنہ اس گلی میں ہرگز نہ آتا"

تھوڑی دیر کے بعد بولے۔

"میں نے تھوڑا سا جھوٹ بولا تھا۔ اسکی اسقدر سخت سزا ملی ہے۔ پتہ نہیں جو دن رات جھوٹ میں غلطاں رہتے ہیں۔ ان کا کیا حال ہوگا"

اعجاز تغزل

ملک کے نامور شاعر پنڈت دیا شنکر صاحب نسیم لکھنوی کے قلم معجز رقم سے

جب ہو چکی شراب تو میں مست مر گیا — شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا

نہ قاصد خیال نہ پیک نظر گیا — ان تک میں اپنی آپ ہی لیکر خبر گیا

روح رواں و جسم کی صورتیں کیا کہوں — جھونکا ہوا تھا ادھر آیا اُدھر گیا

سمجھا ہے حق کو اپنے ہی جانب ہر ایک شخص — یہ چاند اس کے ساتھ چلا جو جدھر گیا

طوفان نوح اس میں ہو یا شور حشر ہو — ہونا جو کچھ ہے ہوگا جو گذرا گذر گیا

شوریدگی سے میری پیا تنگ وہ تنگ تھے — روٹھا جو میں تو خیر منائی کہ شر گیا

گذرا جہاں میں تو کہا سن کے یار نے — قصہ گیا فساد گیا درد سر گیا

کاغذ سیاہ کرتے ہو کس کے لئے نسیم

آیا جواب خط تمہیں اور نامہ بر گیا

شانِ تغزّل

ملک کے نامور شاعر حضرت بسمل فیروز پوری کے قلم جادو رقم سے

الفت اس شوخ سے تجھکو چھپا بھی نہ سکوں
اور پوچھے جو کبھی آپ بتا بھی نہ سکوں

شکر صد شکر مرا یار تو ہرجائی ہے
ورنہ اللہ کی قسم اسکو میں پا بھی نہ سکوں

کوچۂ یار میں اے ضعف تو ایسا کر دے
اک قدم چاہوں اٹھانا تو اٹھا بھی نہ سکوں

اے بتو عرش ہے اللہ کا تو تعمیر کرو
خانۂ دل کو نہ ڈھانا جو بنا بھی نہ سکوں

اے صنم رخ پہ نہ آجائے ترے زلف کہیں
کفر غالب ہو مسلمان بنا بھی نہ سکوں

یاد پڑتا ہے مجھے تجھکو کہیں دیکھا ہے
ورنہ جلوہ کی یہاں تاب میں لا بھی نہ سکوں

اے صنم میں نے نہیں پایا ابھی تیرا مزاج
روٹھ جانا نہ کہیں دیکھ منا بھی نہ سکوں

جبکہ منظور نہیں راز کو افشا کرنا
منہ سے کیوں بات نکالوں جو چھپا بھی نہ سکوں

تیرے کوچے کی ہوا کھا کے دل کہتا ہے
بیخودی حد سے فزوں ہے کہیں جا بھی نہ سکوں

بولنا کون ہے اس خاک کے پتلے میں حضور
واہ کیا بھید ہے رکھا جو بتا بھی نہ سکوں

اب تو حاصل ہوئی جمعیت خاطر بسمل
یہ نہ ہو پاس تو دل میں تجھے پا بھی نہ سکوں

استانی ۔ دیکھو رضیہ تم نے بہت برا کیا۔ کہ چچی جان سے جھوٹ بولا۔ تمہارا ضمیر تمہیں ملامت کر رہا ہوگا۔

رضیہ ۔ نہیں استانی جی۔ چچی جان نے اُسے سچ سمجھ کر یقین کر لیا ہے۔

اشتہار مجریہ عدالت پنڈت آتما رام صاحب پانڈے منصف سوئم برٹش (ریاست پٹیالہ) واقعہ ۲ ماگھ سمت ۱۹۹

نہال سنگھ ولد نرائن سنگھ جٹ ساکنہ منڈیر

مدعی

{بنام} حاجی جلال کرم الہی قوم لوہار مسلمان ساکنہ منڈیر حال آباد لونگو وال تحصیل سنام

مدعا علیہ

دعویٰ ۸۵ روپیہ زرقرضہ

مقدمہ مندرجہ ۲ پھاگن سمت ۱۹۹ پیشی مقرر ہو کر بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ مقدمہ مندرجہ عنوان پر کئی دفعہ تعمیلی سمن جاری کئے گئے ہیں۔ مگر مدعا علیہ دیدہ و دانستہ حاضری عدالت سے گریز کرتا ہے۔ اگر اب بھی تاریخ مقررہ پر یا اندر میعاد ایک ماہ شائع ہونے اشتہار سے حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ نہ کریگا۔ تو حکم مناسب دیدیا جائیگا۔ بعد میں کوئی عذر سماعت نہ ہوگا۔ تحریر ۱۲ ماگھ سمت ۱۹۹

دستخط حاکم

مہر عدالت

استہار بنام مدعا علیہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی)

(بعدالت سردار محمد عبد الوحید خان صاحب نائب ناظم نیوانیگر صدر ریاست پٹیالہ)

مقدمہ نمبر بابت سمت ۱۹۹ بکرم

نرنجن سنگھ ولد سردار کپور سنگھ لمبردار ساکنہ گاجے باس گاجہ باس

مدعی

{بنام} نتھو ولد مانڈو قوم چمار ساکنہ گاجہ باس

مدعا علیہ

دعویٰ زرقرضہ

بنام مدعا علیہ از انجا کہ آج کی تاریخ برائے سماعت مقدمہ مندرجہ بالا مقرر تھی۔ اور ایک سمن تمہارے نام جاری ہوا اور مدعی عدالت ہذا میں حاضر ہوا ہے۔ اور تم حاضر نہیں ہوئے۔ مگر حالات کی کیفیت سے عدالت کو بہ امر قابل اطمینان ثابت ہو گیا ہے۔ کہ سمن مذکور کی تعمیل تم پر ہوئی مگر تم کو کافی مہلت نہیں ملی۔ کہ بروز تعینہ سمن مذکور تم حاضر ہو کر جوابدہی کرتے۔ لہذا تمہیں بذریعہ تحریر ہذا یہ نوٹس دیا جاتا ہے۔ کہ سماعت مقدمہ آج ملتوی کی گئی اور کہ تاریخ ۹ پھاگن سمت ۱۹۹ بکرم اب اسکی سماعت کیواسطے مقرر ہوئی ہے۔ اگر تم تاریخ موخر الذکر پر حاضر نہ ہوئے

ایک مختصر افسانہ

مشیت ایزدی

از ریاض صاحب بی۔ اے

ڈاکٹر سہراب کو بمبئی کا بچہ بچہ جانتا تھا۔ اس کی لیاقت کی دھاک بندھی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں شفا تھی۔ اسکی قابلیت کا چرچا زبان زد عام و خاص تھا۔ خدا نے اسے سب کچھ دے رکھا تھا۔ وہ شکیل تھا۔ امیر تھا۔ صاحب اولاد تھا۔ غرضیکہ ہر لحاظ سے دنیا کا ایک کامیاب انسان تھا۔ شہرت اور امارت کا نشہ اکثر آدمیوں کی عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر سہراب بھی اس نشہ کی ترنگ میں فرعون بن بیٹھا۔ اور اپنی طبی قابلیت میں خدا کی ہستی کا انکار کرنے لگا۔ وہ یار دوستوں کے سامنے اکثر فخر سے کہا کرتا۔ کہ ڈاکٹر سہراب کے مریضوں کے پاس عزرائیل بھی آتے ہوئے گھبراتا ہے۔ قسمت یا مشیت ایزدی کا ذکر سن کر وہ نہایت حقارت سے کہتا۔ "ہونہہ یہ قسمت کیا بلا ہے مشیت ایزدی کس جانور کا نام ہے۔ یہ سب لغو باتیں اور وہم پرستی کی مخلوق ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دوائیوں کی تاثیر قسمت کی تحریر کو یکقلم مٹا دیتی ہے۔ جس طرح دو اور دو کو قسمت پانچ نہیں بنا سکتی۔ اسی طرح دوائیوں اور علاجوں کو مشیت ایزدی کی موہوم طاقت بے اثر نہیں کر سکتی"۔ لوگ اس کی ان ہرزہ سرائیوں کو سنتے اور لاحول پڑھ چلتے۔

خدا تعالیٰ سرکش انسان کو مہلت دیتا ہے۔ مگر چھوڑتا نہیں۔ ڈاکٹر سہراب کو بھی کافی مہلت دی گئی۔ مگر وہ اپنی سرکشی کے طوفان میں گرفتار رہا۔ آخر غیرت حق جوش میں آئی۔ اور اس کے قصر خود پرستی کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔ یعنی اس کا نوجوان لڑکا۔ جو ایم۔ ایس۔ سی کرنے کے بعد ولایت جانے کی تیاریوں میں تھا۔ یک لخت بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹر سہراب نے علاج کیا مگر افاقہ نہ ہوا۔ بیماری زیادہ خطرناک صورت اختیار کر گئی۔ ڈاکٹر کو اب اپنی مجبوری کا احساس ہونے لگا۔ مگر اس احساس کو اس نے فریب وہم کہہ کر دل سے نکال دیا۔ نسخہ پہ نسخہ دیا۔ مگر حالت ابتر ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ لڑکے نے نہایت تکلیف میں جان دیدی۔ ڈاکٹر سہراب اس وقت ایک تازہ دوائی تیار کرنے میں معروف تھا۔ پہلے سے لڑکے کی موت کا یقین نہ آیا۔ جھٹ نبض دیکھی۔ دل پر ہاتھ رکھا۔ اور جب اسے یقین ہو گیا کہ روح پرواز کر چکی ہے۔ تو شیشی کو ہاتھ سے پھینک دیا۔ مایوسی کے عالم میں کرسی پر گر پڑا۔ اور

دیتک منہ ڈھانپے وہاں پڑا رہا۔

یہ حادثہ ایک ٹھوکر تھی۔ جس نے ڈاکٹر کے خوابیدہ دل کو بیدار کردیا۔ اور اب اس کے دل اور دماغ میں ایک شدید جنگ شروع ہوگئی۔ دل کہتا۔ کہ انسان مجبور ہے اور ایک بلند اور برتر طاقت موجود ہے جو اس کے کاموں کو بنا اور بگاڑ سکتی ہے

دماغ اس خیال سے بغاوت
کرتا اور کہتا یہ محض وہم ہے
دل اس کو اپنی مجبوری
ومعذوری کا احساس
دلاتا۔ مگر دماغ معطل ہوگیا
اس کے ہوش وحواس
جاتے رہے اور دیوانہ وار
گلی کوچوں میں پھرنے
لگا۔ اب بھی لوگ اسے
بمبئی کے بازاروں میں ننگے سر
ننگے پاؤں پھرتے دیکھتے
ہیں۔ جہاں کوئی مسجد

ایک نظر ادھر بھی

رئیس ہند دہلی۔ اپروڈ لسٹ پر آچکا ہے مگر بعض ناظم۔ اڈیشنل ناظم۔ نائب ناظم۔ افسر مال تحصیلدار۔ نائب تحصیلدار صاحبان ریاست پٹیالہ نے رئیس ہند پر ابتک نظر عنایت نہیں فرمائی۔ امید ہے۔ کہ اب وہ آئندہ اپنے اپنے عدالتی اشتہارات رئیس ہند میں بھیجکر ممنون منت فرمائیں گے۔ اور عملی ہمدردی کا ثبوت دیں گے۔

"چیف منیجر"

یا مندر یا معبد راستے میں آجائے۔ تو ڈاکٹر اس دیوانگی میں اپنا سر اس کی دہلیز پر جھکا دیتا ہے۔ اور اس کی خاک آلودہ پیشانی ہر وقت۔ دماغ پر دل کی فتح وظفر کا ثبوت دیتی ہے:۔

ریاست سکیت میں ہندو دھرم کا ڈنکا

اس جہان میں جو پیدا ہوتا ہے۔ وہ ایک دن ضرور مرتا ہے۔ لیکن پیدا ہونا اُس نیک انسان کا مبارک ہے جس سے قوم و ملک۔ مذہب و ملت کے علاوہ ہر فرد و بشر فیضیاب ہو سکے۔ تاکہ اس کا نام ہمیشہ کیلئے صفحہ ہستی پر چمکتا رہے۔ چنانچہ خدا رسیدہ راجگان و بزرگان سلف سجارت و رشی کی متبرک زمین پر مندر و سرائیں۔ وغیرہ برائے مفاد ہر خاص و عام تعمیر کراتے رہے ہیں۔ جن سے پبلک فیضیاب ہو کر ان تعمیر کرانے والے خدا ترس اور نیک بخت اصحاب کا نام روشن کرتی رہی ہے۔

ریاست سکیت شور بیر چندر بنسی راجپوتوں کی یادگار ہے۔ زمانہ سلف کے رشی منیوں کا یہاں سلسلہ ہوتا رہا ہے۔ پانڈوں اور کوروں نے بھی اس جگہ اپنی زندگی کا کچھ حصہ بسر کیا ہے راجگان بیر سین۔ مدن سین ہز ہائینس مہاراجہ وسٹ لکشمن سین اور سر بھیم سین کے۔سی آئی۔ای جیسے رعایا پرور حکمران اس پوتر بھومی میں آئیندہ نسلوں کیلئے طرح طرح کے سامانِ آرام و آسائش مہیا کر گئے ہیں۔ صاحبانِ ممدوح اپنے سناتن دھرم میں مستقل مزاجی صداقت۔ ایشور اوپاسنا۔ اور نیک اعمال و کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے اپنی زندگی کو زندہ جاوید کر گئے ہیں۔

نہائت خوشی کا مقام ہے۔ کہ شریمان سبھاپتی جی یعنی موجودہ فرمانروائے ریاست عالی جناب فیض مآب شری حضور ہز ہائینس مہاراجہ لکشمن سین صاحب بہادر نے زر کثیر صرف فرما کر ریاست ہذا میں ایک نہائت اعلیٰ شان مندر طیار کرایا ہے۔ جس میں بے پور سے تینوں دیوتاؤں۔ بشنو بھگوان۔ ماتا اندر گا جی۔ لکشمیشور مہادیو جی کی مورتیاں ستھاپن کی ہیں۔ یہ اعلیٰ شان مندر اپنی نظیر آپ ہے۔ شری مہاراجہ صاحب سچے سناتن دھرمی اور رعایا کے دلی ہمدرد حکمران ہیں۔ ہز ہائینس پیشتر ازیں عدالت عالیہ اپنے انصاف پسند والد بزرگوار کے نام نامی پر کلب اپنے حقیقی برادر بزرگوار کے اسم گرامی پر اور مندر مذکور اپنی قابل تعظیم ماتا جی کے نام

پر اور لائبریری اپنی بہتری کے نام سے تعمیر کرا چکے ہیں۔ سبھا ہذا سری حضور سبھا پتی مہاراجہ ادھیراج کی اس قومی خدمت و سچے پریم کی از حد ممنون ہے۔ اور ایشور سرو شکتیمان سے پرارتھنا کرتی ہے۔ کہ ہز ہائی نس صاحب بہادر کی عمر دراز ہو۔ شری یوراج صاحب سلامت رہیں۔ اور دھرم کی حفاظت اور بہتری و برتری کیلئے مہاراجہ صاحب بہادر کا سایہ ہمیشہ قائم رہے

منتری سناتن دھرم سبھا سکیت

ادبِ لطیف

تُو اور میں

تو شمع حسن ہے اور میں اُسکی تنویروں پر جلنے والا پروانہ عشق۔

تو گلِ نوبہار ہے۔ اور میں اس کا شیدائی بلبل۔

تو چاند ہے۔ اور میں چکور۔

تو ساقئ مئے فروش ہے۔ اور میں بدمست بادہ نوش۔

تو مغنّئ فطرت کے ساز طرب کی مسرور کن ندا ہے۔ اور میں اس میں گم ہو کر رہ جانے والا۔

تو سیاہ کاکل پیچاں ہے۔ اور میں اس کا اسیر۔

تو لیلےٰ محمل نشین ہے۔ اور میں آوارہ منزل مجنوں۔

تو تیر نگاہِ مستانہ ہے۔ اور میں اس کا نخچیر۔

تو میرے من مندر کا دیوتا ہے۔ اور میں اس کا حقیقی پوجاری۔

تو کنول کا خوشنما پھول ہے۔ اور میں اس کا طواف کرنے والا بھونرا۔

روشن پٹیالوی بی اے

مصنف چراغ روشن

تحفہ اطفال

کیا ہاتھوں میں بھی آنکھیں ہیں

"ارے بھائی جان کھٹمل" میری چھوٹی بہن شمیم اختر نے چلا کر کہا"

"کہاں بہن کہاں" میں نے گھبرا کر کہا :

وہاں آپ کی پیٹھ پر رینگ رہا ہے"۔ اُس نے اشارہ سے جواب دیا :

میں اچکن پہنے ہوئے تھا۔ ہاتھ پیچھے لے جا کر ٹٹولا۔ مگر ہاتھ نہ آیا۔ میرے پیچھے آنکھیں تو تھی ہی نہیں جو دیکھ لیتا۔ میری بہن کے دونوں ہاتھ خربوزوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ میری مدد نہ کر سکتی تھی۔ آس پاس کوئی اور تھا نہیں۔ کھٹمل کو سزا دینا ضروری تھا۔ اسلئے مجبوراً اچکن اتارنا پڑی۔ تب کہیں جا کر حضرت ہاتھ آئے۔ میں نے مسل ڈالا :

گرمی کا وقت تھا۔ کمرہ میں جا کر قمیض بھی اتار دی۔ دھوتی باندھ کر لیٹ رہا۔ اور تھوڑی دیر میں سو رہا۔ یکایک میری پیٹھ پر کسی نے ڈنک مارا۔ اور گردن پر بھی کسی چیز نے زور سے کاٹا۔ بھلا کہیئے۔ یہ کون سی ایسی بات تھی۔ سوتے سوتے فوراً آنکھ بھی کھل گئی بلا کہے ہوئے سیدھا ہاتھ پیٹھ کی طرف بڑھا اور اسی مقام پر جہاں لالہ کھٹمل چند میرے جسم میں

سنگین بھونکے کھڑے تھے۔ آناً فاناً جا گرا۔ اتنا صحیح نشانہ بیٹھا۔ کہ اتنے بہادر ہوشیار اور دیدہ دلیر دشمن کو بھاگنے کی بھی مہلت نہ دی۔ ہاتھ جو واپس لاتا ہوں۔ تو انگلیوں میں تھوڑا سا خون۔ مچھر کی کچھ ٹوٹی ہوئی ٹانگیں اور اس کے پروں کے کچھ ٹوٹے ہوئے ٹکڑے مال غنیمت کے طور پر دیکھے۔ میں نے اپنے ہاتھ کو بہت شاباش دی؎

بایاں ہاتھ بھی کیوں پیچھے رہ جاتا۔ وہ گردن کے نیچے سے سرک کر سیدھا وہیں پہونچا۔ جہاں کھٹمل چور میرے خون کی نہر کا پانی کھینچے لئے جا رہا تھا۔ اور اسے دو چٹکیوں میں پکڑ کر میرے سامنے دوسرے ہاتھ پر رکھ ہی دیا۔ ہاتھ کی دو تو انگلیاں اس پر اس طرح ملی ہوئی تھیں۔ جس طرح دو انگریز سپاہی بندوق کی نال میں سنگین لگائے ہوئے پہرہ دے رہے ہوں۔ یا بلی اپنے شکار پر نگاہ جمائے کھڑی ہو۔ ادھر کھٹمل نے حرکت کی۔ ادھر دونوں اس پر جھپٹیں اور ایک سیکنڈ میں کچومر نکال کر رکھدیا؎

کتنی بڑی بہادری کا کام تھا۔ اس خوشی میں میں نے اپنے ہاتھوں کو غسل کرایا۔ اور ان کے جسم پر عطر لگا کر انگلیوں کا منہ چوما اور رخصت کر دیا۔ جاتے جاتے میں نے ان کو اس بہادری پر بہت مبارکباد دی۔ انکی پیٹھ ٹھونکی بہت تعریف کی اور ان سے یہ بات پوچھی۔

بھئی میرے بہادرو۔ ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اس وقت جب میں جاگ رہا تھا۔ اچکن پہنے کھڑا تھا۔ میری بہن شمیم چیخ چیخ کر پکار رہی تھی۔ کہ پیٹھ پر کھٹمل ہے۔ میں نے تم کو اسے پکڑنے کو روانہ کیا۔ مگر تم انہوں کی طرح ناکام لوٹ آئے مگر اسوقت

تم بلا کہے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ اور کامیاب واپس آ گئے"۔
تم میرے نمک خوار ہو۔ یہ کیا کہ جب دل چاہتا ہے کام کرتے ہو۔ اور جب دل چاہتا ہے نہیں کرتے...... جاؤ اب آئندہ احتیاط رکھنا"۔

"جناب آپ ہیں کس خیال میں"۔ ہاتھوں نے اینٹھ کر جواب دیا۔ "کیسے نوکر اور کیسے مالک۔ آپ ہمیں ڈانٹنے والے ہوتے کون ہیں۔ ہم آپ کو جانتے بھی نہیں۔ کہ آپ ہیں کس کھیت کی مولی۔ جو حکم ہمارے ولی عظمت عالیجاہ بادشاہ جسم حضرت "دماغ" ہم کو دیں گے۔ ہم بسر و چشم بجا لائیں گے۔ اعتراض کر دینا جیسے کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔ اب جب آپنے اس بات کو چھیڑا ہے۔ تو ہم اس کی وجہ بھی بتائے دیتے ہیں۔ آپ کی حالت سے پہلی بار ہمارے بادشاہ بے خبر تھے۔ کیونکہ دشمن ان کی حکومت کی حد سے باہر تھا۔ دشمن کا پتہ اسی جگہ لگتا ہے۔ جہاں کچھ سراغ رسانی کے اوزار اور ہتھیار رہوں۔ ہم جب کسی مہم پر جاتے ہیں۔ تو ہمیں صدر دفتر سے دشمن کی نقل و حرکت کی برابر خبر ملتی رہتی ہے۔ آپ کی اچکن پر ہماری حکومت نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں ہتھیار کام نہیں کر سکتے اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔ اور اپنی جگہ پر چلے گئے۔ میری اس گفتگو کی خبر نہ معلوم کس نے تار کے ذریعے بادشاہ کے حضور میں پہنچا دی۔ وہاں سے خطاب ہوا۔ "تم ہمارے نوکروں سے مت لڑو۔ سپاہی کو ڈیوٹی کے وقت ستانا ہماری حکومت کے قانون میں جرم ہے"۔

میں بہت شرمندہ ہوا۔ مگر میں نے عرض کی کہ آپ کے انتظامات سے مجھکو خاص دلچسپی ہے۔ اپنے کسی کارندے کو حکم دیجئے۔ کہ وہ مجھے آپ کے محکمہ سراغ

رسائی کے متعلق کچھ باتیں بتائیے۔ تاکہ میں اس کو تحریر کرکے دوسروں کو فائدہ پونچاؤں۔ میری درخواست منظور ہوئی۔ اور میرے کانوں کا تعلق صدر دفتر سے جوڑ دیا گیا۔ وہاں سے یہ معلومات حاصل ہوئیں۔ جنہیں رتن بھائیوں کے لئے تحریر کرتا ہوں۔

سارے جسم کے اندر انگریزی حکومت کی طرح تار کے کھمبے لگے ہوئے ہیں۔ اور خبریں جانے والے تاروں کا جال پھیلا ہوا ہے۔ ہاتھوں کی انگلیوں میں ناک میں زبان میں اور ہونٹوں میں یہ تار بکثرت ہیں۔ اس کی بیٹری سر کے ایک حصہ میں محفوظ ہے۔ ایسے تاروں کو اعصاب یا NERVE (نروس) کہتے ہیں۔ دماغ کی بیٹری سے نکل کر گردن میں داخل ہوتا ہوا پیچھے کی ہڈیوں کے اندر ایک بہت سے تاروں کا گچھا ہے اسے "حرام مغز" کہتے ہیں۔

جسم کے کسی حصہ پر دشمن ہو۔ فرض کیجئے پیٹھ پر کھٹمل تھا۔ اس نے کاٹا۔ نسوں کے ذریعے سے حرام مغز کو فوراً اس جگہ سے تار دے دیا گیا۔ کہ فلاں فلاں مقام پر دشمن مورچہ جمائے بیٹھا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح شہر میں لڑائی یا غدر کی خبر کلکٹر کو ہو جاتی ہے۔ حرام مغز یا کلکٹر صاحب نے یہ خبر بادشاہ کے حضور میں پہنچا دی یعنی اس لڑائی کی خبر وائسرائے کو دہلی میں پہنچ گئی بادشاہ نے صدر دفتر کو حکم دیا۔ صدر دفتر اپنے خاص تاروں کے ذریعہ ہاتھوں کو حکم دیا۔ کہ پیٹھ پر فلاں فلاں جگہ تمہاری ضرورت ہے۔ ہاتھوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور موقع پر پہنچ گئے۔

الفت انوری سیالکوٹی

صبح کا ترانہ

صبح ہوئی ہے جاگو پیارے　　جاگیں گے پھر بھاگ ہمارے
ہاتھ اور منہ کو دھو کر آؤ　　جو سوئے ہیں انہیں جگاؤ
مانگیں آؤ دعائیں مل کر　　حمد خدا کی گائیں مل کر
تو ہے مالک تو ہے داتا　　خالق تو ہے ارض و سما کا
سورج تارے تو نے بنائے　　باغوں میں کیا پھول کھلائے
بندے ہیں ہم تیرے سارے　　کرتا ہے تو کام ہمارے
علم کی دولت ہمیں عطا کر　　عزت حرمت ہمیں عطا کر
پریت سکھا دے پریم سکھا دے
ہم کو اپنا داس بنا دے

رونق کاشمیری

انمول رتن

(۱) اچھا کہنے سے اچھا کرنا بہتر ہے

(۲) وقت کی قدر کرو۔

(۳) سست آدمی کو ہمیشہ بہت کام رہتا ہے۔

(۴) پاکیزگی روحانی صحت کا دوسرا نام ہے۔

(۵) ہر وقت خوش و خرم رہو۔ رنج و غم کو نزدیک نہ بھٹکنے دو۔

(۶) زیادہ باتیں کرنے سے انسان کا اعتبار جاتا رہتا ہے۔

(۷) حاسد کبھی خوش نہیں رہتا۔
(۸) علم سے دل کی روشنی بڑھتی ہے۔
اور علم ہی سے آدمی خدا کو پہچانتا ہے
(۹) پڑھنے کے بعد اس پر غور نہ کرنا ایسا
ہی ہے جیسا خوراک کھا کر اسے
ہضم نہ کرنا۔
(۱۰) جسم کی راحت تھوڑا کھانے سے اور
دل کی راحت فکر کی کمی سے ہے۔
(۱۱) بداخلاق لوگوں سے ڈرتے رہو
اور کبھی بھی ان کے پاس جانے کی
جرأت نہ کرو۔
(۱۲) کوئی چیز بھی ایسی نقصان دہ
نہیں جیسا کہ وقت کو فضول ضائع
کرنا۔
(۱۳) سب سے محبت کرو۔ اور کسی سے
بگاڑ پیدا نہ کرو۔ اس کے بعد تم
فرشتہ بن جاؤ گے۔
(۱۴) ایک لمحہ کی غلطی ساری عمر کا افسوس
پیدا کر دیتی ہے۔
(۱۵) ارادہ کا پکا آدمی ہر جگہ راستہ نکال
سکتا ہے۔
(۱۶) جواہر میں بغیر گھسنے کے آب و تاب
پیدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح آدمی
بھی بغیر تکلیف اٹھائے کامل
نہیں ہوتا۔

دلچسپ معلومات

عجیب و غریب عینک

حال ہی میں برطانیہ کے ایک سائنسدان
نے ایک ایسی عینک تیار کی ہے جس
کی مدد سے آدمی اندھیرے میں بھی آسانی
اور صفائی سے دیکھنے لگ جائے گا۔
جیسا کہ سورج کی تیز روشنی میں۔

مسلسل بارش

جنوبی امریکہ میں پیراگوئے کے علاقہ
میں ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں اس وقت
سے لیکر جب زمین و آسمان پیدا ہوئے
تھے آجتک لگاتار بارش ہو رہی ہے
اور ایک لمحہ کیلئے بھی بند نہیں ہوئی

آرام طلب دریا:- ملک شام میں ایک عجیب دریا ہے۔ یہ ہفتہ میں چھ روز بہتا ہے۔ اور ایک دن کھڑا رہتا ہے۔

نوٹ بھنانے کی کل:- یورپ میں نوٹوں کا عام رواج ہے۔ وہاں بازاروں میں ایسی کلیں رکھی گئی ہیں جن میں نقدی بھری ہوتی ہے۔ جو شخص نوٹ بھنانا چاہے۔ وہ نوٹ اس کل میں ڈال دیتا ہے۔ کل اتنی ہی نقدی اگل دیتی ہے:

رفتار:- چڑیا ایک گھنٹہ میں ۹۰ میل اڑ سکتی ہے۔ کوا ایک میل ۴۲ سیکنڈ میں اڑ سکتا ہے۔ باز ایک گھنٹہ میں ۱۲۰ میل اڑ سکتا ہے۔ شکرا ایک گھنٹہ میں ۱۲۵ میل اڑ سکتا ہے۔

سونے کی تاریں:- سونے کی ایسی باریک تاریں بنائی گئی ہیں۔ کہ ۵۰۰۰ گز تار کا وزن صرف ایک اونس ہوتا ہے۔

۱۵۰ سال کی عمر کی عورت:- سب سے بوڑھی عورت اس وقت ایران کے ایک دیہات میں رہتی ہے۔ جس کی عمر اس وقت ۱۵۰ سال کے قریب بتائی جاتی ہے۔ اس کے ایک لڑکے کی عمر ۱۲۰ سال ہے:۔

۲۴ سال قید کی سزا:- لاہور کے ایک سپیشل مجسٹریٹ نے ایک نوجوان کو مختلف الزامات میں ۲۴ سال قید کی سزا دی ہے۔ ملزم نے بہت سی کمپنیاں جاری کر کے عام پبلک کو دھوکا دیا تھا

چائے میں زہر:- گوجرانوالہ میں ایک برات آئی۔ میزبانوں کی طرف سے براتیوں کو چائے پلائی گئی۔ لیکن رات کو سب کے سب بے ہوش ہوگئے۔ اسی وقت ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ چائے کو زیادہ دیر آگ پر رکھا تھا۔ اس لئے اس میں زہر پیدا ہوگیا ہے:

بچوں کیلئے راہ عمل

مصیبت کا ہرگز کرو تم نہ غم — نہ مشکل کے آگے کرو سر کو خم
ترقی کی منزل میں رکھو قدم — بڑھے جاؤ جب تک کہ ہے دم میں دم

بڑھو دوسروں کو بڑھاتے چلو
تم ہمت کا نعرہ لگاتے چلو

تمنا ہے دل میں اگر نام کی — اگر آرزو ہے کچھ آرام کی
ہمیشہ لگن ہو تمہیں کام کی — سوا فکر ہو اس کے انجام کی

یہ راحت یہ عزت کا ہے راستہ
ہمیشہ رکھو اس سے تم واسطہ

سائز اکبر آبادی

نمکین چٹکلے

بیٹا ۔ اس دن آپ نے کہا تھا کہ بڑے اپنے چھوٹوں کو مارا نہیں کرتے ۔

باپ ۔ ہاں بیٹا کہا تو تھا ۔

بیٹا ۔ تو اچھے بیٹا یہی بات استاد جی سے بھی کہہ دیجئے ؛

ماسٹر ۔ نقشے کی طرف اشارہ کرکے کرشن بتاؤ نقشے میں پانی کہاں ہے

کرشن (غور سے دیکھکر) اگر نقشے میں پانی ہوتا ۔ تو بھیگ نہ جاتا ؛

باپ ۔ عزیز! تمہاری جماعت میں سب سے نکما اور سست لڑکا کون ہے ؟

عزیز ۔ یہ کس طرح معلوم ہو سکے ؛

باپ ۔ اچھا یوں بتاؤ کہ تمہارے درجے میں سوال نکالتے وقت کونسا لڑکا خالی بیٹھا ادھر ادھر دیکھتا رہتا ہے ۔

ظفرنامہ

گذشتہ سے پیوستہ

ایک مسلسل تاریخی مضمون

ادھکیم پریسرام و ٹرسٹ ہو گا

کی آگ سے جل رہا ہے۔ سرد کرے۔ اس کے جواب میں جب کوئی آواز پیدا نہ ہوئی۔ تو گورو صاحب کے رشتہ دار نے کہا۔

کہ آپ ہر طرح سامرتھ ہیں"۔ کسی اور کی طاقت سلطنت اور ایسے جلیل القدر شہنشاہ سے مقابلہ کی نہیں۔ اس لئے آپ خود ہی سب کچھ کر سکتے ہیں"۔

اس پر وسم بادشاہ نے کہا۔ کہ میں خود شاہی افواج کا مقابلہ کر کے بادشاہ سے اپنے ہاتھ سے بدلہ لوں گا۔ اور اسی روز سے ملک گیری اور لشکر کشی کا مصمم ارادہ کرلیا۔ اور رات دن خزانہ اور افواج یا سپاہ کے جمع کرنے میں مشغول ہوگئے۔ اور مہا بھارت کیطرح اسی ہونیوالے جنگ کے آغاز میں نیناد یوی کے ٹیلے پر بنارس کے پنڈت مدعو کر کے مہا یگیہ اور ہون کیا۔ جس کو میں تفصیل کے ساتھ بنا کر کے ہندو اور سکھوں کے درمیان نزاع لفظی پیدا کرنے سے محترز ہوں..............

.............اور اس واقعہ کا اسقدر ذکر کر کے چھوڑ دیتا ہوں۔ کیونکہ ہون کرنے کے واقعہ سے تو کسی کو انکار رہو نہیں سکتا۔ البتہ جو تفرقے اور اختلافات اس سے آگے پیدا ہوتے ہیں۔ انکو اگر قلم انداز کیا جائے۔ تو ناخوش گوار نتائج پیدا نہ ہوں گے اس کے بعد ہر ایک سکھ گھرانے سے جسمیں چار دستار بند ہوں۔ دو۔ دو کا مطالبہ کیا گیا۔ تاکہ وہ اشخاص تو قومی لڑائی کے لئے بطور سپاہی شامل ہو کر بادشاہی افواج کا مقابلہ کریں۔ اور چار میں سے باقی دو گھر کی رکھوالی اور معاش بہم پہنچاویں۔ حکمنامہ میں یہ لکھا تھا۔ کہ جو لوگ ایسا نہیں کریں گے۔ گورو کے سروپ سے وہ دوبدھی اور نرکی ہوں گے۔

چنانچہ ایسے حکمناموں کی اشاعت کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ پندرہ ہی دن کے اندر اسّی ہزار کا اجتماع ہوگیا۔ تب امرت چھکا کر اُپدیش کرکے انکی جتھا بندی کردی۔ ہر ایک سکھ اپنی کمائی کا ۱/۴ حصہ گورو کے خزانے میں داخل کردیتا تھا۔ ہر طرف سے لوٹ مار اور غارتگری کے حصے کا زر نقد بھی جمع ہونا شروع ہوا۔ خالصہ جتھوں نے جب بلاسپور۔ نالاگڑھ وغیرہ اندپور کے متصل کوہستانی ریاستوں پر لوٹ کا ہاتھ بڑھانا شروع کیا۔ تب اُن راجگان نے بھی گورو صاحب کو لکھا۔ کہ اپنی سپاہ کو ان افعال سے روکو۔ مگر تھوڑے ہی دنوں میں انکی باہمی جنگ شروع ہوگئی۔ عین معرکۂ کارزار میں مسمیان کالے خاں[1]۔ بھیکن خاں[2]۔ نجابت خاں[3]۔ حیات خاں[4] چوہڑ خاں[5] پانچوں گورو کے جرنیل جن کے ماتحت ایک ایک سو جنگی سوار تھا۔ گورو صاحب سے برگشتہ ہوگئے۔ اور ملازمت سے استعفے داخل کردئے۔ ہر چند گورو صاحب نے سمجھایا۔ کہ دشمن دروازے پر ہے۔ تم یہ بیوفائی کیوں کرتے ہو؟ مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔ اور حریف سے زیادہ تنخواہ لینے کے لالچ پر انکی ملازمت میں چلے گئے۔ اور گورو صاحب سے بمقابلہ پیش آئے۔ مگر قدرت کا یہ قانون ہے۔ کہ "نمکحرام فوج جو کفران نعمت پر کمر باندھ کر مالک کے برخلاف ہو۔ کبھی فتحیاب نہیں ہوا کرتی" یہاں بھی وہی صورت درپیش آئی۔ راجگان کو شکست ہوئی۔ اور بہت سا زر نقد۔ اجناس اور زیورات سکھوں کو بدوران تعاقب ہاتھ لگے اور بہت سا حصہ ریاستہائے کوہستان کا گورو صاحب کے قبضے میں آگیا اور گورو دسم بادشاہ مستقل حاکم اور مالک ایک اچھے حلقہ کے ہوگئے۔ چونکہ سکھ ریاستوں میں لوٹ مار کرتے تھے۔ اسلئے راجگان نے گورو صاحب کو لکھا۔ کہ مہنت اور مقدس لوگوں کی طرح اگر آپ ہم سے کچھ نذرانہ سالانہ لیکر لوٹ مار کو روک سکتے ہیں۔ تو ہم دینے کو تیار ہیں۔ مگر گورو صاحب نے اسے منظور نکیا۔ کیونکہ ان کا خیال تھا۔ راج کرے گا خالصہ آکی رہو نہ کوئی۔

...~~~~~...

اورنگ زیب کو گورو گوبند سنگھ کی شکائت کا پہونچنا اور انند پور کی لڑائی

جب اس طرح آپس میں صلح نہ ہوسکی۔ تب پہاڑی راجاؤں نے تنگ آکر ایک عرضی اپنے حال کی بحضور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر بھیجدی۔ جسکو سُن کر شہنشاہ برافروختہ ہوا اور فوراً زبردست خاں صوبہ دار لاہور۔ اور شمس الدین خاں صوبہ دار سرہند کے نام فرمان شاہی لکھوائے۔ کہ تم اپنی اپنی سپاہ کے ساتھ راجگان کوہستانی کی امداد کرو۔ اور جس قدر مال گورو کی فوج نے لوٹا ہے۔ واپس دلاؤ۔ گورو گوبند سنگھ کو گرفتار کرکے حضور اینجانب کے پاس بھیجدو۔ اور اس کا مال و زر ضبط کرکے داخل خزانہ شاہی کرو۔ امیر خاں۔ عنایت خاں، ہیبت خاں، سید خاں، رمضان خاں، دین بیگ خاں۔ افسران فوج کو درست کرکے مقابلہ کریں۔ چنانچہ سب سے پہلے صوبہ سرہند نے انند پور کی طرف یورش کی۔ اور مقام کیرت پور سمت ۱۷۶۱ میں جانبین میں بڑا سنگرام ہوا۔ اور لشکر نے قلعہ آنند پور کا جس میں گورو گوبند سنگھ تھے۔ محاصرہ کرکے مورچہ بندی کرلی۔ اکثر دل چلے بہادر سکھ سپاہی میدان جنگ میں ایک ایک دو دو کبھی جتھوں کی صورت میں نکل کر لڑتے تھے۔ مگر شاہی توپوں اور سامان حرب کے مقابلہ کی طاقت نہ پاکر پھر قلعہ میں جا پناہ لیتے تھے۔ اور طرفین کے آدمی مرتے اور کٹتے رہتے تھے۔ چنانچہ اس طرح سات ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ اور اس عرصہ میں کچھ سکھ تو مارے گئے۔ اور کچھ بلا اجازت گورو صاحب بھاگ گئے۔ اور قلعہ کے اندر کا راشن اور پانی بھی ختم ہوتا نظر آیا:۔

ماتا گوجری اور صاحب زادوں کا کوچ

گورو گوبند سنگھ جی کی والدہ صاحبہ ماتا گوجری گھبرا کر اپنے دونو پوتوں زورآور سنگھ

اور فتح سنگھ کو ساتھ لیکر قلعہ سے باہر نکل آئی۔ اس وقت زور آور سنگھ کی عمر نو برس اور فتح سنگھ کی عمر سات برس کی تھی۔ ایک خچر جس پر زر نقد اور قیمتی مال لدا ہوا تھا۔ معہ ایک رسویا گنگو نامی براہمن کے روانہ ہوئے۔ اور موضع کھیڑی میں شب باش ہوئے۔ رات کے وقت اس انسان صورت شیطان سیرت نمکحرام کے دل میں نہ معلوم کیا خیال پیدا ہوا۔ اس نے مسمی جانی خاں کی معرفت دیوان کلجس رائے کے پاس جو صوبہ سرہند کا دیوان تھا۔ اس واقعہ کی خبر بھیجدی۔ نواب بازید خان صوبہ سرہند دیوان سچانند تک دیوان کو ان کی گرفتاری پر تعین کیا۔ جس نے اس مقدس پارٹی کو پکڑوا کر اپنی کچہری کے متصل برج میں قید کر دیا۔ جسے اب خونی برج کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور سرہند کے گوردوارہ کے جانب شمال واقعہ ہے۔ رات بھر ماتا گوجری نے اپنے عزیز پوتوں کو اپنے مقدس ہندو دھرم میں وشواش رکھنے کی نصیحتیں کرتے ہوئے غم کی پہاڑ سی رات کاٹی صبح ہوئی تو شہزادے صوبہ سرہند کے اجلاس میں پیش ہوئے:۔

صاحبزادگان زور آور سنگھ اور فتح سنگھ اور ماتا گوجری جی کی قربانیاں

تو ان کو نرم اور گرم باتوں سے دین اسلام کی دعوت دی۔ مگر ان کھشتری خون کے پتلے انش سے پیدا ہوئے ہوئے پسر کماروں نے جو گورو تیغ بہادر کے خون کی انش کا حصہ اپنے وجود میں رکھتے تھے۔ جواب دیا۔ کہ دنیاوی جاہ جلال کے لالچ یا اس مہمان سرائے دنیا میں راحت کی طمع یا خوف کے باعث ہم اپنے آبائی ہندو دھرم کو کبھی نہیں چھوڑ سکتے:۔

نواب نے جس قدر ہندو دھرم کی مذمت کی۔ انہوں نے اسی قدر بے دھڑک برجستہ جواب دیئے۔ اور اسلام کو حجتیں کیں۔ کہ نواب کے غصہ کا پارہ سو درجے سے اوپر چڑھ گیا۔ اور ان کے قتل کر نیکا حکم دے دیا۔

اتفاقاً نبی خاں اور غنی خاں دو رئیس مالیر کوٹلہ کے دربار میں موجود تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہ گورو گوبند سنگھ کا قصور ہوگا۔ تو ان معصوم بچوں کا کیا قصور ہے۔ مگر دیوان نے کہا۔ کہ "افعی راکشتن و بچہ اش نگہداشتن کار خردمنداں نیست" یعنی سانپوں کو مارنا اور اُن کے بچوں کی پرورش کرنا کہاں کی دانائی ہے۔ جس صوبہ سرہند کے حکم سے ان معصوموں کو دیوار میں چنوا دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ دنیا کے واقعات نے جو ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ہر روز ہوتے ہیں حرف غلط کی طرح بتدریج صفحہ ہستی سے مٹتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن گنگو رسوایا کی نمک حرامی اور سجانند دیوان کا برا مشہورہ تا ابد لعنت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ مگر نواب شیر محمد خاں مالیر کوٹلہ رائے کلہا رئیس رائے کوٹ۔ نبی خاں۔ اور غنی خاں روسا راجی واڑہ کے نام تا دوام آئیندہ نسلیں عزت اور احترام کے ساتھ یاد رکھیں گی؎

نہ ایں دور نہ ایں ساقی نہ ایں پیمانہ مے ماند
مگر حرف مروت در جہاں افسانہ میماند

زور آور سنگھ اور فتح سنگھ صاحبزادگاں گورو صاحب نے اپنے وجود کے مقدس خون سے سکھ قوم کی عمارت کی بنیاد* تا قیامت صفحہ ہستی پر برقرار رہے گی۔

اس واقعہ ناگریز کی خبر پاکر ماتا گوجری والدہ گورو گوبند سنگھ جی کا طائر روح ان کے عنصری جسم سے سورگ کو اڑ گیا۔

قلعہ انند پور کی تسخیر اور شاہی فریب کاریاں

اُدھر جب انند پور کی تسخیر لوہے کے چنے بن گئے۔ اور سات ماہ کی لمبی مدت میں فتح نہ ہو سکا تو ان واقعات کی خبر پاکر عالمگیر اورنگ زیب نے اپنی ہتک سمجھی۔ اور اپنے سپہ سالاروں کے معرفت خط و کتابت کرنے کے بعد ایک مراسلہ بنام گورو گوبند سنگھ اس مضمون کا لکھا کہ "اگر آپ قلعہ آنند پور جسکو ہم سبب اندیشہ اور بغاوت کا سمجھتے ہیں۔ چھوڑ دو۔

* [illegible] کے رد [illegible] میں جو قربانی دی اس غیر معمولی اور ضرب المثل ایثار کی یادوم

تو بادشاہی افواج تمہارا مقابلہ ہرگز نہ کرینگی۔ بلکہ واپس چلی آئیں گی۔ چونکہ آپ ہمارے سپہ سالاروں کا اعتبار نہیں کرتے۔ اسلئے یہ دستخطی و مثبت بمہر شہنشاہی مراسلہ بہنچتا ہے۔ کہ مطمئن رہو۔ میرے اور آپکے درمیاں اس معاہدے کے تیقن کیلئے خدا واحد لاشریک ہے۔ میں اس خدائے پاک واحدہٗ لاشریک کی قسم دیکر اطمینان دلاتا ہوں۔

اس مراسلہ کو دیکھکر گورو گوبند سنگھ جی قلعہ کھولنے پر رضامند ہو گئے۔ مگر اُن کے ہمراہیوں نے کہا۔ کہ اورنگ زیب کے وعدوں کا اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ وہ اپنے باپ اور بھائیوں کے ساتھ قائم نہ رہا۔ تو آپ کا اُس سے کیا قریبی رشتہ ہے۔ گورو مہاراج نے کہا آخر مہر شہنشاہی ہے اور دستخط بادشاہ کے ہیں۔ بے اعتمادی کی کوئی حد ہونی چاہئے۔ ساتھیوں نے کہا ماتحت اگر معاہدہ سے بدل جائے۔ تو شکائیت اعلیٰ افسر کے پاس کی جا سکتی ہے۔ اور جب ہندوستان کا شہنشاہ بدل جائے گا۔ تو اُس کا عذر اور اپیل کہاں ہو گا۔

مگر گورو صاحب نے ایک نہ سنی اور قلعہ کھول کر مع صاحبزادگان اجیت سنگھ۔ جوجھار سنگھ جی اور بھائی دیا سنگھ شاہی فوج سے لڑتے ہوئے سرسہ ندی کو عبور کرتے ہوئے روپڑ کے مقام پر آ پہنچے۔

چمکور کی لڑائی

شاہی فوج کے سپاہی اور روپڑ خاص کے پٹھانوں نے اُن کو گرفتار کرنے کے لئے تعاقب کیا مگر بھائی اُدے سنگھ نامی بہادر سکھ نے اپنی تلوار میان سے نکال کر اس مقابلہ میں وہ ہاتھ دکھلائے کہ پہر بھر کی تیغ زنی سے حریف کے کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ اور خود بہادری سے لڑتا ہوا میدان میں بہادرانہ شہید ہوا۔ گورو صاحب کے رہے سہے ساتھی بحالت یاس و بدحواسی ہو کر جدہر سینگ سمائے نکل گئے۔ اور گورو صاحب کے ساتھ دونوں صاحبزادے اور صرف چالیس سنگھوں کی مختصر جمعیت باقی رہ گئی۔ جو قلعہ چمکور (کچی گڑہی) میں پناہ گزین ہوئے عقب سے شاہی فوج بھی پہنچگئی۔ اور اُس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ طرفین سے رات بھر گولی

چلتی رہی۔ دن چڑھا تو پھر سنگرام شروع ہوا۔ اس حال میں گورو صاحب کے پاس جو تھوڑا سا سامانِ جنگ اور گولی بارود تھا۔ وہ ختم ہونے کے قریب ہو گیا۔ اس بیچارگی کی حالت میں یہ قرار پایا۔ کہ قلعہ کے اندر سے باری باری ایک ایک سنگھ باہر آ کر شاہی فوج کا مقابلہ کر کے اپنے ہاتھ دکھلا کر شہید ہو جائے۔ چنانچہ ایک کے بعد دوسرا اولوالعزم سنگھ شیر کی طرح گرجتا بحالت جوش قلعہ سے باہر آتا۔ اور رن بھومی میں اپنی جوانمردی۔ چابکدستی اور بہادری کی تیغ کے جوہر دکھا کر اور کشتوں کے پشتے لگا کر بالآخر واہگورو جی کی فتح کا نعرہ لگاتا ہوا پروانہ وار شہید ہو جاتا تھا۔

علیٰ ہذا گورو صاحب کے دونوں بقیہ صاحبزادے اجیت سنگھ جوجھار سنگھ جی بھی باری باری اسی میدانِ کارزار چمکور میں مردانہ وار شہید ہوئے۔ قاہر خاں مالیری محمد خاں پھگواڑی۔ دلاور خاں قصوریہ۔ سمند خاں لاہوری حریف کی فوج کے افسران بھی مارے گئے۔ اور گورو صاحب کے ساتھ اسوقت صرف آٹھ دس آدمی باقی رہ گئے جنہوں نے صلاح دی کہ اب ہم کو کسی نہ کسی طرح قلعہ سے باہر نکل جانا چاہئے۔ اسلئے گورو صاحب نے پولیٹیکل مصلحت کو ملحوظ رکھکر موقعہ کی نزاکت سے فائدہ اٹھانے کے لئے اپنے ہم شکل خالصہ بیر بھائی سنت سنگھ جی کو اپنی پوشاک پہنا کر معہ اور چار سنگھوں کے قلعہ میں چھوڑ دیا۔ اور بھائی دیا سنگھ دھرم سنگھ اور مان سنگھ کو ہمراہ لیکر بادشاہی فوج میں سے یہ غل مچاتے ہوئے کہ "سکھوں کا گورو جا رہا ہے" نکل کر بھاگ گئے۔ اور اس شور مچانے کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس اندھیری رات میں جبکہ ہاتھ پسارا دکھائی نہ دیتا تھا۔ فوجوں کے درمیان گڑبڑ مچ گئی۔ اور آپس میں ہی تلوار چلنے سے بہت سے ان کے اپنے آدمی قتل ہو گئے۔ اور اس برجستہ تدبیر کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ گورو صاحب اور ان کے ہمراہی ان کے ہاتھ سے بچ کر نکل گئے۔ اور رات بھر پیدل چلتے چلتے صبح کو موضع

کمیڑی میں پہنچے۔

لڑائی سے نکل کر گورو صاحب کی صحرانوردی

تمام دن موضع کمیڑی کے باہر ایک جنگل میں چھپ کر گذارا۔ اور دن کی روشنی کو جب ظلمت کی تاریکی نے ہضم کر لیا۔ تو آپ نے یہ سفر اختیار کیا۔ اور توکل خدا آگے روانہ ہوئے۔ موضع سلّوہ میں پہنچکر اپنے استاد قاضی پیر محمد خاں کے پاس جن سے آپ نے علم فارسی کی تحصیل کی تھی۔ پہنچے۔ اور ماچھی واڑہ کے باغ میں سارا دن گزارا۔ نبی خاں اور غنی خاں رئیس پٹھاناں ماچھی واڑہ نے آپ کی خوب تواضع کی۔ نکتہ۔ کسی قوم میں نہ سب کے سب نیک ہوتے ہیں۔ اور نہ سارے بد ہی۔ ان لوگوں نے نہ صرف گورو صاحب کی خاطر مدارات ہی کیں بلکہ پوری پوری پناہ دی۔ اور جان کی حفاظت کی۔ بعض مورخیں نے لکھا ہے۔ کہ قاضی پیر محمد خاں صاحب گورو کو اپنے گھر موضع بہلول پور میں لے آئے چونکہ صوبہ سرہند کے حکم سے شاہی آدمی گورو صاحب کی تلاش میں جابجا سرگرداں پھر رہے تھے۔ اور ان کی گرفتاری کے لئے بڑے بڑے انعام اور صلے مشتہر ہو چکے تھے۔ اس لئے قاضی پیر محمد نے گورو صاحب کو مشورہ دیا۔ کہ آپ اپنی سکھی وضع کو مسلمانی شکل و صورت میں تبدیل کر لینگے۔ تو ایک تو اس طریق عمل سے آپ محفوظ رہ سکو گے۔ دوسرا میں قوم کا مسلمان ہوں۔ عنایت شاہی سے میری آبرو بچ جائے گی۔ چنانچہ گورو صاحب نے اپنے کیس کھول کر گلے میں لٹکا لئے اور ڈاڑھی مونچھوں کو اسی وضع پر رکھ کر نیلا لباس پہن کر اُوچ کا پیر بن بیٹھے۔ بظاہر یہی تجویز تھی۔ جو اختیار کی گئی۔ مگر قاضی جی کے ایک شاگرد نے اسلامی جذبات کے جوش میں ان سے برگشتہ ہو کر سارا ماجرا بہلول پور کے حاکم کو کہہ سنایا جس نے قاضی کو بلاکر ڈرایا دھمکایا۔ مگر اس نیک مرد نے یہی جواب دیا کہ میں مسلمان ہوں اور اوچ کے پیر ہیں سو اس پر بغیر تحقیقات شک کرنا کہ خدا کے پیر کو کلمہ کی جرأت نہیں (باقی آئندہ)

ڈرائیور کی کمزوری سے دمن گھائل

اگر آپ چشم لطیف سے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے تمام کاروبار دس اندریوں سے چل رہے ہیں۔ ان اندریوں کا تمام تر دارومدار منی پر ہے منی ہی اندریوں کو تقویت دیتی ہے لیکن جب منی کمزور ہو جاتی ہے تو دسوں اندریاں پریشان اور ناکارہ ہو جاتی ہیں اگر آپکی منی کمزور ہے ——— تو آج ہی مقویات سرتاج عالم

آتنک نگرہ گولیوں کا

استعمال شروع کردیں۔ یہ گولیاں جملہ خرابیوں کو دور کرکے جسم میں خون اور منی کا دریا موجزن کردیتی ہے۔ جریان احتلام وغیرہ کو دور کرکے تمام اندریوں کو مضبوط کرکے دنیا میں فتحمند بناتی ہیں۔ قیمت فی ڈبیہ ۳۲ گولیاں صرف ایکروپیہ پانچ آنہ اگر بچپن کی غلط کاریوں سے بیرونی نشکائیتیں پیدا ہوگئی ہوں تو ایک شیشی طلائے واجی کرن منگوا کر استعمال کریں صرف دو ہفتہ کے اندر پوری مردمی عطا کریگا

باوجود ان اوصاف کے قیمت بہت کم یعنی فی شیشی پانچروپیہ

۹۰ صفحات

کی

کتاب کام شاستر بالکل مفت طلب کریں

المشتہر

وئید شاستری۔ جام نگر۔ کاٹھیاوار

بیادگار جشن شاہ دار تقلیم سجانی خسرو عمر فرزند دلبند اقدس سردار دیوان راشے بھگونت رائے بہار ستانی مدظلہ العالی ایم۔ اے بی بی ایچ بائی

رئیس ہند

۱۹۰۸ء

جلوس چہار دہمین | منعقدہ دہلی بابت جولائی ۱۹۳۴ء | دربار ہفتمین

رموز مصلحت

صبر

کاتب تقدیر نے روز ازل جو کم وبیش دولت مقسوم میں لکھ دی ہے وہ چاہے کہیں جا بیٹھو ضرور مل جائیگی۔ اس سے زیادہ سونے کی کان میں بھی جانے پر ہاتھ نہ آئیگی۔ اس لئے صابر رہو۔ اور دولتمندوں کے آگے فضول دست سوال نہ پھیلاؤ۔ دیکھو! گھڑا سمندر اور کنوئیں دونو سے برابر ہی پانی لے سکتا ہے

(بھرتری ہری)

مشرق رو مغرب رو پیش از وقت بیش از قسمت از کسے تدبیر میسر نے آید

"ساحر"

ہمارے قدیم سوراج

ریاست کپورتھلہ کے متعلق بعض کوتاہ اندیشوں کی گمراہ کن چالیں

ریاست کپورتھلہ پنجاب کا اُن ریاستوں میں جو انتظامی شہرت کی وجہ سے خاص درجہ رکھتی ہیں۔ پہلا نمبر ہے۔ اسے رعایا ریاست کی خوش قسمتی خیال کرو یا اُس خدائے پاک کی رحمت سمجھو کہ جہاں اسے ہز ہائنیس مہاراجہ سر جگجیت سنگھ صاحب بہادر جیسا بالغ النظر۔ دانشمند اور تجربہ کار حکمران نصیب ہوا ہے وہاں سر عبدالحمید صاحب جیسا سیاست دان اور منتظم وزیر میسر آیا ہے۔ مگر بعض کوتاہ اندیش اپنی ازلی قابل ہزار ملامت حرکات اور سازشات سے خواہ مخواہ اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر...... فضائے کپورتھلہ کو مکدر بنانیکی کوشش کرکے وزیر ریاست کو بدنام کرنیکی ناپاک کوششیں کر رہے ہیں لیکن حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ میاں سر عبدالحمید صاحب کی عدل گسترانہ اور ہمدردانہ پالیسی سے کوئی بھی ناراض نہیں۔ چنانچہ اب سلطانپور میں گولی چلنے کے واقعہ کو بڑی اہمیت دی جارہی ہے اور اس واقعہ کو خواہ مخواہ مذہبیت کے رنگ میں رنگا جارہا ہے اور حدود ریاست میں بدامنی پھیلانیکی سعی کیجارہی ہے۔ مگر ان چند فتنہ پرداز افراد کو اپنے ناپاک مقصد میں ہمیشہ ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے پبلک میں اب ان کی شرارتوں کا برعکس اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ اب تازہ آمدہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ ریاست میں ہر طرح کا امن و امان ہے۔

ریاست نابھہ کی برتری

ریاستوں کے احیا و ابقا کا زیادہ انحصار اُن کے کارکنان کی سرگرمی اور دانشمندی پر مبنی ہوتا ہے۔ چنانچہ جب سے ریاست نابھہ کی کونسل میں دیوان گیان ناتھ صاحب سی۔ آئی۔ ای پریذیڈنٹ اور سردار بہادر سردار گوردیال سنگھ صاحب ہوم ممبر نے قدم رکھا ہے۔ ریاست اُن تمام ترقیوں سے ہمکنار ہو رہی ہے جو ایک قابل منتظم ہستی کے وقت میں ہونی چاہیئے۔ دیوان صاحب ممدوح کی انتظامی قابلیت اور ذاتی لیاقت آج کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ ہر اک سے بکمال خندہ پیشانی پیش آتے ہیں۔ صداقت آپ کا طرۂ امتیاز ہے اخلاق آپ کا جوہر ہے۔

سردار بہادر موصوف کی ذات سے بھی رعایا نابھہ از حد مانوس ہے آپ نے جو احسانات رعایا ریاست پر کئے ہیں وہ آپ کی یاد اُنکے دلوں میں ... مدت تک تازہ رکھیں گے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ ریاست نابھہ ان ہر دو صلح کل اور صداقت پسند اصحاب کے وقت میں دن بدن شاہراہ ترقی پر گامزن ہو۔

ریاست فرید کوٹ کا قابل رشک انتظام

رؤسا کی نابالغی کے دور میں کونسلوں کے نالائق انتخاب سے جو جو بڑے نتائج رونما ہوتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں وہ دن مبارک تھا کہ جب ریاست فرید کوٹ کی موجودہ کونسل کا انتخاب ہوا تھا۔ کونسل کے پریذیڈنٹ سردار بہادر سردار اندر سنگھ صاحب جہاں ریاست کے سچے وفادار ہیں وہاں اپنے حسن انتظام سے خاص شہرت حاصل رکھتے ہیں آپکو ریاست ہذا میں جو شہرت

دہردلعزیزی حاصل ہوئی ہے۔ آپ کے کارناموں کی بہترین سند ہے آپ نے جب سے اس اہم ذمہ داری کو اپنے ذمہ لیا ہے۔ ریاست روز بہ روز ترقی سے ہمکنار ہو رہی ہے آپ کی بے شر اور خیراندیش طبیعت نے رعایا ریاست کے قلوب تسخیر کر لئے ہیں ہم اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر یہ بلاخوف کہہ سکتے ہیں کہ آپ سے کوئی ناخوش نہیں اور ہو بھی کیونکر جب راستی آپ کا شیوہ ہو۔ اور انصاف طرۂ امتیاز۔

سردار بہادر سردار فتح سنگھ صاحب سردار صاحب موصوف کے صحیح طور پر دست راست ہیں اور رعایا ریاست کی بہبودی کیلئے ہمیشہ مصروف عمل رہتے ہیں۔

اس کونسل کا دور مسعود کہ جو ہر طرح کامیاب ثابت ہوا ہے ریاست کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھے گا۔

شکر کا مقام ہے کہ ہز ہائینس ہریندر سنگھ صاحب بہادر والئے ریاست فریدکوٹ نے بھی وہ تمام خوبیاں اللہ نے پائی ہیں کہ جو ایک ہونہار اور دانشمند حکمران میں ہونی چاہئیں۔ آپ کی خیراندیش طبیعت نے رعایا ریاست کے قلوب کو مسخر کر لیا ہے اور آپ کو پرماتما نے ایک درد مند دل عطا کیا ہے۔ صداقت آپ کا جوہر ہے۔ اخلاق کے آپ بادشاہ ہیں۔ چنانچہ یہ خبر نہایت مسرت سے سنی جائیگی کہ ماہ ستمبر ۴۸ء میں آپ کو مکمل اختیارات تفویض فرمائے جائینگے ہم اس خوشی پر بہ قلب صمیم ہز ہائینس صاحب بہادر کی خدمت میں تحفہ مبارکباد پیش کرتے ہیں اور سردار بہادر سردار اندر سنگھ صاحب بھی اس کے لئے خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔

بھائی صاحب باگڑیاں کی قابل رشک سنور العمل

بھائی صاحب باگڑیاں زمانہ قدیم کی بہترین یادگار ہیں۔ آپ کی طبیعت نہایت بے شر اور سنجیدہ واقع ہوئی ہے ہر ایک سے یکساں خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں آپ کے حسن اخلاق کے سبب

گرویدہ ہیں۔ عالموں کے قدردان ہیں۔ پرماتما کا ہزار ہزار شکر ہے کہ پچھلے دنوں میں بڑی مدت اور انتظار کے بعد ولی عہد کے نخل مراد میں گل پھیلا ہے ہم اسکی سرسبزی اور شادابی کیلئے صدق دل سے خواہاں ہیں۔ اور اسے بھائی صاحب موصوف کی نیک نیتی اور شرافت ذاتی کا ثمرہ خیال کرتے ہیں۔

ریاست ملودھ کا دیوتا صفت حکمران

دنیا میں ایسے نیک آدمیوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے جو حقیقی طور پر اشرف المخلوقات کہلانے کا حق رکھتے ہوں چنانچہ سردار دل سنگھ صاحب بہادر آف ملودھ کا دم غنیمت ہے کہ جن کی بدولت سینکڑوں بیکس محتاج اپنی زندگی کے تلخ ایام بکمال خندہ پیشانی بسر کر رہے ہیں۔ اور رعایا ریاست آپ کی نوشیروانی کی بدولت بہشت کے مزے لے رہی ہے۔ ریاست کا ہر فرد بشر آپ کے حسن اخلاق اور دانشمندی کا مداح نظر آتا ہے۔ آپ کی طبیعت اعلیٰ درجہ کی علم دوست واقع ہوئی ہے ریاست کا انتظام اعلیٰ پیمانہ پر چل رہا ہے اس کا دور دورہ ہے۔ مقام شکر ہے کہ آپکو اہلکار بھی ایسے ہی وفادار اور دانشمند ملے ہیں۔ چنانچہ اہلکار ریاست منشی جان محمد صاحب سردار صاحب موصوف کے سچے جاں نثار ہیں اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں پوری دانشمندی سے کام لیتے ہیں۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ پرماتما سردار صاحب موصوف جیسے نیک فیاض بزرگوں کو تاقیامت سلامت رکھے۔

حکمران شہزادپور کی ضیا پاشیاں

اول خاندانی ہونا دوسرے شرافت ذاتی یہ دونوں اوصاف خاص خاص انسانوں میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ کرنل سردار رام سنگھ صاحب بہادر آف شہزادپور (ضلع انبالہ) ان ہر دو اوصاف کے مالک ہیں۔ آپ کی پرفیض اور دانشمند طبیعت نے سب کے قلوب تسخیر کر لئے ہیں۔ آپ عالموں کے قدردان ہیں۔ علم و ادب سے آپ کو قدرتی انس ہے۔ ہم

دعا کرتے ہیں کہ واہگورو ایسے نیک حکمرانوں کو ابد تک زندہ رکھے اور ہر قدم پر فتح نصیب ہو۔

والئے ریاست جہلوگ کی بیدار مغزی

ریاست جہلوگ ضلع شملہ کی اُن ریاستوں میں سے ہے کہ جو انتظامی شہرت کی وجہ سے خاص درجہ رکھتی ہیں اور جو چند سالوں میں ہی اپنے دیوتا صفت حکمران کی مساعی جمیلہ سے حیرت انگیز ترقی کر گئی ہے رانا صاحب بہادر کی طبیعت حد درجہ کی فیاض اور نہایت دانشمند واقع ہوئی ہے آپ کا حسن اخلاق ہر کسی سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے رعایا پروری آپ کو ورثہ میں ملی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رعایا شاد و آباد ہے۔ آپ ہر وقت رعایا و ریاست کی برتری و بہبودی کیلئے کوشاں رہتے ہیں لحاظا کاہر فرد و بشر آپ سے ہر وقت مل کر اپنا دکھ درد بیان کر سکتا ہے رانا صاحب ممدوح بلحاظ اپنے اعلیٰ کیریکٹر اور نیک صفات کے روسائے شملہ میں ممتاز سمجھے جاتے ہیں۔ ہمیں یہ ظاہر کرتے ہوئے دلی مسرت حاصل ہوتی ہے کہ رانا صاحب موصوف برٹش حکومت سے سچا خلوص اور حقیقی محبت رکھتے ہیں اور آپ ہر وقت اس انصاف پسند حکومت کے گلستان کو سرسبز دیکھنے کے آرزومند ہیں۔ آئندہ اشاعت میں ریاست کے انتظام پر مکمل تبصرہ کیا جائے گا۔

پنڈت لائق رام صاحب کے لائق انتظامات

ریاست نالاگڑھ کے اندرونی معاملات عرصہ سے الجھے ہوئے تھے مگر جب سے پنڈت لائق رام صاحب وزیر ریاست نالاگڑھ نے اس عہدہ کا چارج لیا ہے سلجھ گئے آپ کے عہد میں ریاست ہر شعبہ ہر پہلو سے ایک عالمگیر ترقی سے ہمکنار ہو رہا ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب انتظام کی باگ ڈور ایسے لائق افسر کے ہاتھ میں ہو۔ آپ اخلاق کے پیکر ہیں۔ علم و ادب سے خاص لگاؤ ہے آپ جس ریاست میں گئے وہاں لازوال ہر دلعزیزی حاصل کی۔ چنانچہ رعایا "کیجی" ضلع شملہ آپ کو ابتک یاد کرتی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ریاست آپ کے دور مبارک میں جلد تر شاہراہ ترقی کی طرف بڑھتی چلی جائے گی۔

ہمیں یہ لکھتے ہوئے دلی مسرت حاصل ہوتی ہے کہ ریاست کا موجودہ حکمران شری راجہ جوگندر سنگھ صاحب منتظم اور اولوالعزم ہونے کے علاوہ حد درجہ کا فیاض واقع ہوئے ہیں اور آپ اپنی رعایا کی بہبودی کے لئے ہمیشہ ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ کسی آئندہ اشاعت میں ریاست کی مکمل تاریخ کے علاوہ شری ہز ہائینس صاحب کی فوٹو بھی شائع کیجائیگی۔

کوٹھار پچھ بہار کی حیرت انگیز ترقی

ریاست کوٹھار ضلع شملہ میں ایک حسین انتزین اور ترقی کنار ریاست ہے جس کا موجودہ حکمران ہز ہائینس سری کشن چند صاحب بہادر انتہا درجہ کے خلیق اور منتظم واقع ہوئے ہیں آپ کے دور حکومت میں ریاست روز بروز ایک عالمگیر ترقی سے ہمکنار ہو رہی ہے۔ آپ کو اپنی پیاری رعایا کی بہتری و برتری کا ہردم خیال رہتا ہے اور آپ ان کی بہبودی کیلئے ہمیشہ ہمہ تن مصروف عمل رہتے ہیں آپ نے ریاست کے جنگلات جو بیکار پڑے تھے فضول پہاڑی لکڑی کو جلا کر از سر نو آباد کر کے گلزار بنا دیئے ہیں۔ ریاست کی حیرت انگیز ترقی کو دیکھ کر رؤسائے شملہ آپ کی خداداد قابلیت کے قائل ہو گئے ہیں۔ جگجیت نگر کے آباد کرنے کی مہم میں بھی آپ کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اور کیوں نہ ہو ہر نیک کام میں خدائی امداد شامل ہوا کرتی ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ ایشور آپ کو تا ابد سلامت رکھے اور رعایا ریاست آپ کی فیاض طبیعت سے اسی طرح مستفیض ہوتی رہے۔

راناصاحب کنہار کی بےنظیر شخصیت

ریاست کنہار ایک جمیل پہاڑی ریاست ہے جو اپنے دیوتا صفت حکمران کی بدولت فردوس کا نمونہ بنی ہوئی ہے رانا صاحب حد درجہ کے با اخلاق۔ بلند حوصلہ۔ اور فیاض واقع ہوئے ہیں آپ کے طرز عمل سے رعایا بہت خوش ہے آپ کو پیاری رعایا کے آرام کا ہردم خیال رہتا ہے اور آپ اسے ہر طریقہ سے مزید آرام پہونچانے کے لئے سرگرم رہتے ہیں۔ ریاست کا حسن انتظام دیدہ حساد میں خار کی طرح کھٹکتا رہتا ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ رانا صاحب کو ابدی خوشیاں میسر رہیں اور آپ ہمیشہ شاد کام رہیں

ریاست ارکی کا دیوتا صفت حکمراں

ریاست ارکی ضلع شملہ میں ایک حسین ترین زرخیز ریاست ہے۔ اور جو اپنے موجودہ حکمران ہز ہائینس سری راجہ سر اندر سنگھ صاحب کی دیوتائی خوبیوں سے جنت کا بدل بنی ہوئی ہے گو راجہ صاحب کو اختیارات ملے زیادہ عرصہ نہیں گزرا مگر آپ کی جدت پسند اور ہونہار طبیعت نے اس قلیل عرصہ میں اپنی خداداد قابلیت کے وہ وہ جوہر دکھائے ہیں۔ جو اپنی نظیر آپ ہیں آپ درویش مزاج اور با اخلاق ہونے کے علاوہ منتظم اور زیرک واقع ہوئے ہیں۔ خدا نے آپ کو انصاف پسند اور دردمند دل عطا فرمایا ہے آپ کی دوراندیشی اور ذاتی قابلیت کی بہترین مثالیں موجود ہیں آپ کے دل میں گورنمنٹ عالیہ کی وفاداری اور سچی محبت کے لئے بڑی جگہ ہے ہم راجہ صاحب کی درازی عمر کے لئے صدق دل سے خواہاں ہیں۔ کسی آئندہ ماہ میں ہم راجہ صاحب کے حالات زندگی پر مفصل روشنی ڈالیں گے۔

رانا صاحب دھامی کے دیوتائی اوصاف اور ریاست کی قابل رشک ترقی

ریاست دھامی ایک مردم خیز اور حسین ترین پہاڑی ریاست ہے جس کے موجودہ حکمران ہز ہائینس ہتری راجہ دلیپ سنگھ صاحب بہادر نے وہ تمام خوبیاں ورثہ میں پائی ہیں جو ایک شریف۔ اور خاندانی حکمران میں ہونی چاہئیں۔ آپ نے چند سال میں ہی اپنی خداداد قابلیت اور ذہانت طبعی کے وہ وہ جوہر دکھائے ہیں جو آپ کی یاد مدتوں تک دلوں میں تازہ رکھنے کے لئے کافی ہیں۔۔۔۔ اور تاریخ ضلع شملہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے آپ ایک خدا ترس نیک سیرت اور فرشتہ خصلت اور روشن ضمیر ہیں۔ رعایا کی ہمدردی آپ کے ہر رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے اور آپ ان تمام تراکیب کو بروکار لانے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں کہ جس سے رعایا کی بہبودی کی امید ہو۔ آپ کا دور مسعود ہر طرح ایک کامیاب دور ہے۔ تعلیمی وطبی انتظامات بھی آپ کے مرہون احسان ہیں اور اپنی تمام رعایا

کو زیور علم و صحت سے آراستہ و پیراستہ کرنے کے متمنی ہیں ان تمام اوصاف کے قطع نظر آپ حددرجہ کے علم دوست اولوالعزم اور بہادر راجپوت ہیں آپ کی ہر بات قدیم مشرقی تمدن کی یاد دلاتی ہے۔ غرضیکہ رعایا ریاست آپ کے عہد میں ہر طرح شاد و آباد ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ پرماتما آپ کو باغ دنیا میں ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے اور آپ کے چشمہ فیض سے بندگان الہٰی فیضیاب ہوتے رہیں۔

ریاست بھجی کا بے نظیر حکمران

ریاست بھجی ضلع شملہ میں ایک خوبصورت اور زرخیز ریاست ہے جسے ستلج کی روانی نے اور بھی زرخیز بنادیا ہے والئے ریاست ہز ہائینس سری رانا بیر پال سنگھ جی حددرجہ کے با اخلاق بالغ النظر اور دانشمند واقع ہوئے ہیں آپ کو سب دیوتائی خوبیاں ورثہ میں ملی ہیں۔ آپ کیا بلحاظ ذاتی کیریکٹر اور کیا بلحاظ ذاتی قابلیت روسائے شملہ میں ممتاز خیال کئے جاتے ہیں آپ کے جسم کے ہر رگ و ریشہ سے راجپوتی خون ٹپک رہا ہے آپ اپنی پیاری رعایا کی برتری کے لئے ہر ممکن کوشش کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے گو ابھی آپ کو مکمل طور پر اختیارات نہیں ملے (جنکی کہ عنقریب ملنے کی قوی امید ہے) مگر پھر بھی آپ اپنے تئیں ایک کامیاب دانشمند حکمران ثابت کر رہے ہیں گورنمنٹ قیصریہ کے آپ سچے خیرخواہ ہیں۔ ہم اُس مبارک دن کے لئے بڑی بیتابی سے منتظر ہیں۔ جب آپ کو مکمل طور پر اختیارات تفویض کئے جائیں گے اور ہم جلالی ہمایوں ایام کی نزدیکی کے لئے متمنی ہیں وہاں راجہ صاحب کی درازی عمر کے لئے بھی دست بدعا ہیں

رانا صاحب کیونتھل کی ضیا پاشیاں

رانا صاحب کیونتھل روسائے شملہ میں کیا بلحاظ ذاتی قابلیت کے کیا بلحاظ انتظامی لیاقت کے مشہور رہیں۔ یہ آپ کی ہی مسلسل کوششوں اور مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے کہ ریاست کیونتھل اب ہر طرح حقیقی طور پر ریاست کہلانے کی مستحق ہے آپ کی رعایا پروری ضلع شملہ میں مشہور رہے خدا نے آپ کے پہلو میں درد آشنا دل ودیعت کیا ہے آپ اپنی پیاری رعایا کی برتری بہبودی کے لئے ہمیشہ مصروف عمل رہتے ہیں آپ نے

بیگار کی لعنت کو مدت ہوئی ریاست سے محو کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رعایا ریاست کو آپ سے دلی ہمدردی ہے۔ آپ نے اپنی پیاری رعایا کو مہذب اور شائستہ بنانے کے لئے تعلیمی درسگاہوں کا اجرا فرما کر حسن مساعی جمیلہ کو بروئے کار لایا ہے وہ آپ کے مبارک عہد کی بہترین یادگار رہیں گی۔ رعایا ریاست شاد و آباد ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ راجہ صاحب کو منزل دنیا میں ہر قدم پر ترقی و کامیابی نصیب ہو۔ اور رعایا ریاست آپ کے زیر سایہ رہتی ہوئی اسی طرح ترقی سے ہمکنار ہوتی رہے۔

رائے بہادر رائے کدار ناتھ رئیس گجرات کی رئیسانہ شان

رائے بہادر رائے کدار ناتھ صاحب رئیس گجرات بلکہ آپ ان برگزیدہ اور قابل احترام ہستیوں میں سے ہیں جنکی عزت کرنا ہر ہندوستانی کا فرض اولین ہے آپ کے پہلو میں خدا نے درد آشنا دل عطا فرمایا ہے سینکڑوں خاندان آپ کی فیاضی طبیعت کی بدولت زندگی کے تلخ ایام کو بخوشی بسر کر رہے ہیں۔ آپ کی ذاتی لیاقت کسی مزید تعارف کی محتاج نہیں آپ حد درجہ کے خلیق اور نیک سیرت ہونیکے علاوہ علم دوست واقع ہوئے ہیں۔ خود عالم ہیں۔ عالموں کے قدردان ہیں ہم آئندہ پرچہ میں آپکے مبارک سوانح حالات مع تصویر درج کریں گے تاکہ ناظرین رئیس ہند بھی ایک قابل تعظیم ہستی کے زریں اصولوں سے کوئی فائدہ اٹھا سکیں۔

رئیس ہند کے سچے سرپرست

یوں تو آجکل خود غرضی کا دور دورہ ہے مگر پھر بھی اس دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ جو حقیقی طور پر اشرف المخلوقات کہلانے کے حقدار ہیں اور جو اپنے فرائض کا احساس فرماتے ہیں اور جن کے دل میں دوسروں کا درد ہے چنانچہ رائے بہادر رکھی رام صاحب رئیس لاہور کی ذات بابرکات بھی انہیں نیک ترین لوگوں میں سے ہے آپ حد درجہ کے منکسر مزاج اور فرشتہ خصلت واقع ہوئے ہیں حال ہی میں آپ نے موجودہ کساد بازاری کو مدنظر فرماتے ہوئے ایک کثیر رقم بطور امداد مرحمت

فرمائی ہے ہم ان کی اس بر وقت امداد کا شکریہ ادا کرنیکے لئے موزوں الفاظ نہیں پاتے

رانا صاحب موہن کا مبارک عہد حکومت

رانا صاحب بہادر سوہن کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ نے اپنی خداداد قابلیت ۔ اور انتظامی لیاقت سے سوہن کو شملہ بنا دیا ہے۔ آپکی ہر سکیم شاہراہ ترقی کیطرف ایک نیا کامیاب قدم ہوتی ہے..... آپ کے دور حکومت میں جسقدر ترقی سوہن نے کی ہے اس کی مثال ضلع شملہ میں ملنی ناممکن ہے۔ شہر کی صفائی وغیرہ کا انتظام لاجواب ہے دراصل آپ کو رعایا و ریاست سے سچی ہمدردی ہے۔ اور آپ اپنی تمام تر کوششوں کو اس کی بہبودی کے لئے ہمیشہ بروکار لاتے رہتے ہیں۔ رعایا ریاست آپ کی حد درجہ کی مداح و ریاست کا ہر شعبہ ترقی پذیر ہے۔ ہم رانا صاحب بہادر کی خدمت میں گلدستۂ مبارکباد پیش کرتے ہوئے آنکی درازی عمر کیلئے اُس پرماتما کی حضوری میں دعاگو ہیں۔

رئیس الکلام

نتیجۂ فکر جناب علامہ بھی صاحب نوم نوزپوری

سنہری گھڑی

واہ واہ اللہ اکبر یہ سنہری ہے گھڑی
آپ کی خاطر ڈپیر سر یہ سنہری ہے گھڑی

تو دکھا دے باندھ کر نازک کلائی کی لچک
خوبصورت اور خوشتر یہ سنہری ہے گھڑی

جھکتے ہیں لے تاج سامنے جھکے آ گئے تاجدار
تخت کی اپنے سکندر یہ سنہری ہے گھڑی

ٹھیک دیتی وقت ہے یہ وقت پر قربان ہے
سب سے بہتر سب سے برتر یہ سنہری ہے گھڑی

ہر گھڑی کی قدردانی ہے سکھاتی بان من
فرض کی پابند بڑھکر یہ سنہری ہے گھڑی

اسکی ٹک ٹک پر ہزاروں نکے الٹ جائیں دل
ہمدم و ہمراز و دلبر یہ سنہری ہے گھڑی

لاکھ کی اک بات ہے سو بات کی اک بات ہے
سید حاکر دیگی مقدر یہ سنہری ہے گھڑی

اس سے بڑھکر لا نہیں سکتا کبھی تحفہ کوئی
لایا ہے سبل بنا کر یہ سنہری ہے گھڑی

کاش! دیگر سرپرست صاحبان بھی ہماری حالت پر توجہ فرماکر اپنے فرض کا احساس فرمائیں۔

ویدک اور طبّی مشورے

خوراک اور صحت

جو ڈاکٹر یا وید نہیں ہے۔ اور ڈاکٹر و ویدوں میں بھی وہ جو خوراک (DIETICS) کا سپیشلسٹ نہیں ہے اس کے لئے اس مضمون پر کچھ لکھنا ناواجب کوشش کرنا ہے۔ مگر گاؤں کی ایک کہاوت ہے کہ بیاہ نہیں کیا تو براتیں تو کی ہیں۔ مطلب یہ کہ کنوارہ آدمی بھی۔ اگر وہ براتوں میں شامل ہوا ہے۔ بیاہ شادی کے متعلق کئی باتوں کی واقفیت رکھ سکتا ہے۔ یہی بات قریب قریب ہم پر بھی صادق آتی ہے۔ ہم نہ تو ڈاکٹر ہیں۔ نہ وید اور نہ علم خوراک کے ماہر ہیں۔ مگر ہم اُن لوگوں میں سے ضرور ہیں جو صحت و طاقت کے لئے موزوں خوراک کو ایک نہایت ضروری جزو سمجھتے ہیں۔ ٹھیک وقت پر کھائی گئی موزوں خوراک سے ہم نے برسوں فائدہ اُٹھایا ہے۔ پہاڑوں پر ۴۰ میل روزانہ کے حساب سے سفر کیا ہے میدان میں ۱۵ میل دوڑنا ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل رہا ہے مگر اب پیٹ کے ساتھ اتیاچار کر کے، بے وقت اور غیر موافق خوراک کھا کر اور کھانے کے مقابلہ میں تیتیس چالیس روٹیاں کھا کر اوپر سے دوسری چیزوں کی ٹپ لگانے کی بیوقوفی کر کے اپنی طاقت و صحت کو تباہ کر لیا ہے۔ وہ دانت جو سپاری کو دباتے ہی توڑ دیتے تھے، آج "پایئوریا" کے شکار ہو رہے ہیں۔ وہ ہاضمہ جو اُرد کی دال کو دودھ اور پھل کی طرح پچا سکتا تھا۔ آج پوری کی صورت سے گھبراتا ہے۔ جب خوراک ٹھیک تھی اور دوسری باتیں بھی ٹھیک تھیں، تب ضرورت پڑنے پر ایک ہی کرسی پر بیٹھ کر ۱۶ گھنٹے تک دماغی کام کرنا معمولی سی بات تھی، لیکن اب جسم کے بائیلر۔ پیٹ۔ کے بگڑنے سے دماغ

میں بھی اتنی طاقت نہیں ہے اور نہ اتنی پھرتی - ہمارا اپنا تجربہ ہے کہ دماغی کام کرنے والوں کو خوراک کی بے قاعدگی پر کبھی نہ کبھی اور کسی نہ کسی شکل میں قدرت کے ہاتھوں سزا بھگتنی پڑتی ہے خوراک کے معاملہ میں ہمارے جسم کی تو یہ حالت ہو گئی ہے کہ اگر کھانے پینے میں گڑبڑ ہو گئی تو اس کا اثر دل و دماغ پر فوراً ہی پڑتا ہے خوراک کی گڑبڑ سے سنجیدہ امور پر لکھتے وقت خیالات کا تانتا ٹوٹ جاتا ہے قدرتی نظارہ کتنا ہی خوبصورت ہو، درختوں کے جھنڈ لکھنے کے لئے کتنا ہی اکساتے ہوں، مگر پیٹ کی گڑبڑ سے خیالات کا سلسلہ برابر ٹوٹ جاتا ہے امید ہے میرے تجربات سے لوگوں کو فائدہ ہوگا اور میرا حق جوانی کے نوجوان میری غلطیوں کو خطرہ کا سگنل سمجھ کر ان سے بچیں گے اور دوسروں کو بچائیں گے۔ اسی خیال سے یہ مضمون لکھا گیا ہے۔

اک نظر ادھر بھی

رئیس ہند دہلی - اپروڈ لسٹ پر آ چکا ہے مگر بعض ناظم - اڈیشنل ناظم - نائب ناظم - قرمال تحصیلدار نائب تحصیلدار صاحبان ریاست پٹیالہ نے رئیس ہند پر ... نظر عنایت نہیں فرمائی امید ہے کہ ... آئندہ اپنے عدالتی اشتہارات رئیس ہند میں بھیجکر ممنون فرمائیں گے اور علمی ہمدردی کا ثبوت دیں گے۔

"چیف منیجر"

کھانے کا وقت کھانا کھانے کے متعلق دو ضروری باتیں ہیں۔ جن کو پیدائش سے وفات تک نبھانا چاہیئے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کھانا وقت مقررہ پر ہی کھانا چاہیئے مقررہ وقت پر کھانا تندرستی کی پہلی سیڑھی ہے۔ کہا جاتا ہے کیسا ہی بڑھیا ہو بڑھیا سے مراد قیمتی اور بھاری نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ روزانہ مقررہ وقت پر نہیں کھایا جاتا تو ہاضمہ میں گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ پاخانہ ٹھیک وقت پر نہیں آئے گا۔ اور ممکن ہے کئی بار بھی جانا پڑے۔ آج دس بجے کھانا کھایا ہے، کل بارہ بجے، پرسوں

آٹھ بجے اور کبھی دس بجے۔ ایسا کرنے سے ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے انتڑیاں بگڑ جاتی ہیں اور صحت جسم میں بیماری کا گھن لگ جاتا ہے ممکن ہے کوئی کہے کہ فلاں شخص کو ایسا کرنے سے کچھ نہیں ہوا۔ یہ خیال غلط ہو، مگر لگاتار بے قاعدگی سے اس کی عمر تو ضرور گھٹ جائے گی۔ انگریز، جرمن، امریکن، فرنچ و دیگر لوگ ہم سے اس بات میں بہت اچھے ہیں وہ لوگ ٹھیک وقت پر کھاتے ہیں۔ پنجاب میل اور فرنٹیئر میل تک لنچ اور چائے کے وقت اُن سٹیشنوں پر کھڑی کر دی جاتی ہیں جہاں اُسے سواریوں کے لئے کھڑا نہیں ہونا پڑتا۔ ہمارے لوگوں کی کوئی بات ٹھیک وقت پر نہیں ہوتی۔ گپ شپ میں لگ گئے۔ تو چاہے کھانا ٹھنڈا ہو، یا رسوئی گھر میں بیوی انتظار کرتی رہے۔ پھر کوئی پرواہ نہیں رہتی۔ مجبوری کی تو بات دور۔ گپ شپ میں ہی کھانے کا وقت نکل جاتا ہے ہم لوگ شکایت کرتے ہیں اُن اتیاچاروں کی جو دوسرے لوگ ہم پر کرتے ہیں، مگر کئی باتوں میں ہم لوگ اپنے اوپر بھاری اتیاچار کرتے ہیں۔ پیٹ کے ساتھ ہم جو اتیاچار کرتے ہیں، اُس کا تلخ نتیجہ ہمیں تاحیات بھگتنا پڑتا ہے۔

دانت اور غذا دوسری بات ہے غذا کو چبا کر کھانے کی۔ پرماتما نے دانت دکھانے کو نہیں دیئے وہ اس لئے دیئے گئے ہیں کہ جو کچھ کھایا جائے، اچھی طرح چبا کر کھایا جائے۔ جب غذا خوب اچھی طرح چبائی جاتی ہے، تب دانتوں کے سہارے لعاب (SALIVA) نکلتا ہے۔ کسی چیز کو ہضم کرنے کے لئے وہ رس نہایت ضروری ہے اس کے بغیر کھانا اچھی طرح ہضم نہیں ہو سکتا۔ کئی ڈاکٹروں کا تو مت ہے کہ دودھ تک کو ایکدم غٹ غٹ کر کے نہیں پینا چاہیئے اس کو تب تک منہ میں رکھنا چاہیئے جب تک اس میں کافی لعاب نہ مل جائے بعض کی رائے ہے کہ غذا کو تب تک چبانا چاہیئے جب تک اس کا اصلی سواد دور نہ ہو جائے۔ بعضوں کا تو یہاں تک بھی کہنا ہے کہ پرماتما نے انسان کو ۳۲ دانت اس لئے دیئے ہیں کہ ایک لقمہ کو ۳۲ بار چبایا جائے۔ ایک دانت کو ایک بار چبانے کا موقعہ

دیا جائے۔ ۳۲ دانت اور ۳۲ بار چبانے کا اندازہ ٹھیک ہو، چاہے نہ ہو۔ لیکن ایک بات تو لازمی طور سے ٹھیک ہے۔ وہ یہ کہ لقمہ کو جتنا ہی زیادہ چبایا جائے اتنا ہی جلدی وہ ہضم ہوگا۔ اس پر ایک اعتراض ہو سکتا ہے کہ کھانا کھانے میں ایک گھنٹہ لگانا تو مصیبت مول لینا ہے" عورت کا نہانا اور مرد کا کھانا" جلدی جلدی ہونا چاہیئے یہ بات سراسر فضول ہے کھانا کھانے میں جتنی دیر لگے گی اور جتنا ہی چبا کر لقمہ کھایا جائے گا اُسی اندازسے پاخانہ جانے میں وقت بچے گا۔ ٹٹی میں بیٹھ کر آدھ گھنٹہ تک زور لگا کر پاخانہ کرنا دن میں کئی بار ٹٹی جانا۔ اپھرا اور سر درد سے تکلیف پانا۔ یہ سب بغیر چبائے غذا کو پیٹ میں ڈالنے کا نتیجہ ہیں۔

۱۹۱۵ء میں چار مہینے تک ہم کئی آدمیوں نے گھڑی سامنے رکھ کر ایک ایک معمولی لقمہ کو چونسٹھ بار چبا کر کھایا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ کھانا کھانے کے بعد پیٹ ملکا رہتا تھا۔ کھانے کے سواد کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا۔ روکھے لقمہ کو چبانا پہلے پندرہ بیس مرتبہ تو اچھا نہ لگتا تھا۔ لیکن بعد کو دانتوں سے نکلنے والے لعاب کے ملنے سے لقمہ اتنا لذیذ ہو جاتا تھا کہ نمکین چیز اُسی وقت مُنہ میں ڈالنے کو طبیعت نہ کرتی تھی اس طرح پاخانہ بھی قدرتی ڈھنگ کا سا ہوتا تھا۔

دانت آنت کے بڑے مددگار ہیں جو کوئی چیز پیٹ میں جائے وہ پہلے دانتوں کے ذریعے ٹھیک ہو جانی چاہیئے۔ ورنہ غذا کے ٹرپ یا نگل جانے سے دانتوں کا کام آنتوں کو کرنا پڑتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہاضمہ بگڑ جاتا ہے، اور پیچش، نیلے دست اور دوسرے روگ ہو جاتے ہیں۔

عمر اور غذا عمر اور غذا کا بھی گہرا تعلق ہے چھوٹی عمر میں کئی بار بلکہ بار بار کھانے کی ضرورت پڑتی ہے بچہ دن میں کئی بار دودھ پیتا ہے سکول جانے والے طلباء کو بھی چار یا پانچ بار کھانا چاہیئے ایک بار ہی ٹھوس ٹھوس کر نہیں کھانا چاہیئے کھانا وقت پر اور

تھوڑا تھوڑا اور کئی بار کھانا چاہیئے - جوانی کے بعد طاقت گھٹنے لگتی ہے اس لئے خوراک کی مقدار کو کم کرتے جانا چاہیئے - عمر ڈھلنے پر طاقت جواب دینے لگتی ہے اور انتوں میں پہلے کی سی چستی نہیں رہتی اور نہ جسم کو اتنی خوراک کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے کئی بوڑھے لوگ اکثر ایک بار ہی کھانا کھایا کرتے ہیں۔

پیشہ اور غذا ہمارے ہاں جس طرح سکول میں ایک ہی قسم کی تعلیم سب کو دی جاتی ہے اور بچوں کی رغبت یا شوق کا کچھ خیال نہیں کیا جاتا اور نہ بچوں کے سرپرست صاحبان ہی اس بات کا خیال کرتے ہیں کہ ان کے بچوں کو کیسی تعلیم ملنی چاہیئے اسی طرح غذا کے بارے میں بھی ہم لوگ غلطیاں کرتے ہیں اس کسان کی خوراک جو دن بھر کھیت میں جتا رہتا ہے اور اس ایڈیٹر کی خوراک جو کرسی پر جم کر لکھا کرتا ہے ایک سی نہیں ہو سکتی۔ خندقوں میں لڑنے والے سپاہی کا ہاضمہ سب قسم کی خوراک ہضم کر سکتا ہے اور گدی پر جمے رہنے والے بیوپاریوں کے لئے مونگ کی دال پچانا مشکل ہو جاتا ہے اوپر سے وہ فٹ بال سے "بلیڈر" کی طرح پھولے دکھائی بھلے ہی پڑیں مگر اصلی طاقت اور پیٹ کی آگ ان کی کمزور ہوتی ہے جس میں ہمیں دیکھنا یہ چاہیئے کہ خوراک کس لئے کھائی جاتی ہے اور کون سی خوراک سے ہمارا جسم ٹھیک رہ سکتا ہے۔

خوراک کی مقدار یہ بتانا کچھ مشکل سا ہے کہ کھانا کس مقدار میں کھایا جائے ہمارے خیال سے اس کی کوئی فہرست نہیں ہو سکتی ایک آدمی کے لئے عمر کے مختلف اوقات میں خوراک کی خاص مقدار ہونی چاہیئے مگر ٹھونس کر کبھی نہیں کھانا چاہیئے بورڈنگ یا ہوسٹل میں طلباء شرط لگا کر کھایا کرتے ہیں ایسا کرنا بہت برا ہے چڑھتی عمر میں زیادہ کھانے کا برا نتیجہ جلدی ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر ہے وہ پیٹ کے ساتھ انتہائی ظلم۔ علاوہ ازیں زیادہ کھانا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ کم کھانے کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ سب لوگ لاغر بن جائیں اور دو روٹی اور چٹنی بھر ساگ کو تہذیب کی نشانی سمجھ لیا جائے طاقت

پیشہ اور عمر کے مطابق خوراک ہونی چاہیئے مطلب یہ کہ صرف اندھا دھند کھانے کو ہی طاقت، حوصلہ اور بڑپن کی کسوٹی نہیں بنا لینا چاہیئے۔ زیادہ کھانا موٹا حیوانی طاقت کا مظہر ہے۔ حیوانی طاقت کی بھی ضرورت ہے، مگر جو روحانی طاقت بڑھانا چاہتے ہیں وہ بھوجن بھٹ نہیں رہ سکتے۔ تیتلی چھوٹی عمر میں بے حد کھاتی ہے درخت کے پتوں کو کھاتی ہی رہتی ہے منہ سے کھاتی رہتی ہے اور دوسری طرف سے پاخانہ کرتی رہتی ہے مگر بڑی ہو جانے پر۔ پر نکل آنے پر۔ اُس کی خوراک بہت کم ہو جاتی ہے جن کا رجحان روحانیت کی طرف ہوتا ہے جو متفکر مزاج ہوتے ہیں، ہر دم سوچتے رہتے ہیں۔ وہ بہت کم کھانے والے ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہیں کوئی بیماری ہو جاتی ہے بلکہ اُن کی سب طاقتیں بہت مضبوط ہو جاتی ہیں "۶۲" برس کے جوان" بوڑھے بابا گاندھی کی خوراک کتنی ہے! مگر ذرا اُن کے ٹہلنے کی رفتار دیکھیئے کتنے تیز چلتے ہیں۔ کام کرنے کی طاقت کا بھی خیال کیجیئے روزانہ اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے بلکہ اس سے بھی زیادہ وقت تک برابر کام کرتے ہیں۔ مرحوم سوامی رام تیرتھ جی ٹہری گڑھوال، سے بہ ناپ نگر کی ۹ میل کی چڑھائی۔ اور بڑی سخت چڑھائی۔ ڈیڑھ گھنٹہ میں ہی چڑھ جاتے تھے۔ کم خوراک کا مطلب مریل اور ناتواں ہونا ہرگز نہیں ہے۔

غذا اور آرام کھانا کھانے کے بعد فوراً ہی دماغی یا جسمانی کام نہ کرنا چاہیئے پیٹ میں جب کھانا پہنچتا ہے تب پیٹ میں کچھ رس بننے لگتا ہے اگر کھانا کھانے کے بعد فوراً ہی کچھ پڑھنا شروع کر دیا جاتا ہے تو دل کی طاقت اور توجہ پڑھنے پر لگ جاتی ہے، کھانا ٹھیک ٹھیک ہضم نہیں ہوتا اور بدہضمی و قبض کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے اور جسم کو غذا سے پورا فائدہ نہیں پہنچتا۔ اُستادوں اور طلباء کے بہی خواہوں کو چاہیئے کہ طلباء کو پڑھنے سے ایک گھنٹہ پہلے کھانا کھلائیں یا کھانا کھلانے کے بعد فوراً ہی نہ پڑھنے دیں۔ ہوتا اصل میں یہ ہے کہ لڑکے کھانا کھانے بیٹھتے ہیں۔ اور اُدھر سکول یا کالج کا گھنٹہ بجتا ہے جلدی جلدی پیٹ میں جیسے بھی ہوا کھانا

ڈال لیا جاتا ہے۔ اور ایک رسم سی ادا کردی جاتی ہے۔ خود تو صحت بگاڑ لی اور جب سُدھارنے کی کوئی صورت نہیں تو پھر بچوں کو تو اُس برے راستے سے روکنا چاہیئے انگریزوں کے بچوں کی مانند ہم لوگوں کو اپنے بچوں کو ٹھیک وقت پر کھانا کھلانا چاہیئے۔ دن میں کئی بار کھلانا چاہیئے۔ لیکن چٹو نہیں بنانا چاہیئے۔ عادت بچپن ہی سے بنتی ہے بڑے ہونے پر بھی عادت ڈالی جاسکتی ہے۔ راقم سطور کا خیال بھی ایک بار غیر موافق غذا سے پیدا شدہ امراض کو دُور کرنے کے لئے غذا کے عام اصولوں کی پابندی کرنا ہے۔ کھان پان کی بے قاعدگی سے جہاد سا کرنا ہے بغیر کئے، وقت سے پہلے بڑھاپا آجائے گا۔

ہمارا آچار وِہار

سوامی ویویکانند جی ایک بار امریکہ سے لکھا تھا کہ ہندوؤں کا چوکا منتر ہو گیا ہے۔ اور برہمن دیوتاؤں کی مورتیاں۔ بات کچھ ہے بھی ایسی چوکے چولہے کی تہ میں اصلی مقصد تھا۔ پاک صاف اور دل پسند کھانا حاصل کرنا۔ انھیں اہمیت اس لئے دی گئی تھی کیونکہ روزمرہ کی زندگی میں خوراک کا درجہ بہت بلند ہے جس کی خوراک ٹھیک نہیں۔ اُس کی بندگی ہی ٹھیک نہیں ہوسکتی۔ خوراک سے دل بنتا ہے اگر خوراک ٹھیک نہیں ہے تو دل بھی ٹھیک نہیں ہوسکتا۔ ہمارے بزرگوں نے اسی واسطے رسوئی کے کچھ قواعد بنائے تھے لیکن اُس کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ دنیا بھر کے پاپ کرو۔ دھوکا فریب ٹھگی جعلسازی بدچلنی اور گناہوں میں ناک تک ڈوبے رہو۔ بس ایک چوکے میں بیٹھکر لکیر کھینچ کر کھانا کھاتے رہو۔ توکل اور دھرم کی مریادا بنی رہے گی ہم اس بات کے قائل ہیں کہ کھانا علیحدگی میں کھانا چاہیئے۔ ہم اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ کھانا کھانے میں بولنا بھی نہیں چاہیئے لیکن اس کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ جنگ کے وقت بھی یہ اصول نبھایا جائے یا دعاوے میں ہی انگلیوں کے اشاروں سے روٹی مانگی جائے۔ لوگ اپنا کھانا اپنے ہاتھ سے اس لئے پکاتے تھے کہ دوسرے کے ہاتھ سے بنی رسوئی میں بنانے والے کے سانس کے جراثیم نہ آجائیں۔ ہماری لاٹیں ہیں گندے اور غلیظ ہندو کے ہاتھ سے

کھانے کے بجائے صاف انگریز کے ہاتھ سے کھانا اچھا ہے بہت سے لوگ کئی قسم کی تکلیفیں برداشت کریں گے۔ لیکن دوسری ذات کے جان پہچان کے بھلے آدمی کے ہاتھ کی روٹی نہ کھائیں گے! ہاں حلوائی سے جہاں گندگی کا کچھ ٹھکانا نہیں مٹھائی لے لیں گے یا چاٹ پکوڑی فروش سے جہاں مکھیوں کی غلاظت کا ڈھیر ہے۔ میٹھے چنے چاب لیں گے

امیروں کی خوراک غریبوں کا مالک تو بھگوان ہے وہ تو پیسے پیسے کو ترستے ہیں پھر مناسب خوراک کا بندوبست کون کرے؟ مگر دکھ کی اس بات کا ہے کہ ہندوستانی امیروں کی خوراک بھی اچھی نہیں ہے۔ مثال کے لئے کلکتہ کے لکھپتی مارواڑی لوگوں کو دیکھیئے۔ رہتے ہیں صدیوں سے بنگال میں اور کھانا کھاتے ہیں راجپوتانہ کے ریگستانی علاقہ کا! پھر بیمار کیوں نہ رہیں؟

وٹامن کیا ہیں؟ آجکل غذا کے بارے میں وٹامن کا ذکر اکثر آتا رہتا ہے۔ وٹامن وہ عجیب چیز ہے جسے کوئی نہ تو دیکھ سکتا ہے نہ سونگھ سکتا ہے اور نہ چکھ سکتا ہے۔ لیکن اگر جسم کو وہ مناسب مقدار میں نہیں ملتی تو ہم کمزور ہو جاتے ہیں کئی بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں اور کبھی کبھی اُن کی کمی یا عدم موجودگی سے مر بھی جاتے ہیں مختلف اشیائے خوردنی میں مختلف وٹامن رہتی ہیں۔

وٹامن سے ہمیں کوئی خاص چیز کھانے کی نہیں ملتی وہ ایک طرح سے انسانی جسم میں وہی کام کرتی ہے جو تیل مشین کے لئے کرتا ہے۔ پہیوں میں تیل نہ دینے سے وہ جلدی گھس جاتے ہیں اور رگڑ سے آگ بھی لگ جاتی ہے۔ وٹامن انسانی مشین میں تیل کا ہی کام کرتی ہیں سمندر کے سفر میں ملاحوں اور مسافروں کو ایک قسم کی چمڑے کی بیماری ہو جایا کرتی تھی اور اس کی وجہ اب معلوم ہوئی ہے کہ وہ وٹامن سی کی کمی سے ہو جایا کرتی تھی اب کئی قسم کے تازہ پھل اور ساگ کے کھانے سے وہ بیماری نہیں ہوتی۔

ایک بار روم کا بادشاہ آگسٹس بیمار پڑا اور اس کے بچنے کی کوئی امید نہ تھی بادشاہ کی خواہش تھی کہ (LETTUCE) کھانے کی تھی حکیم نے اسے کھانے کی اجازت نہ دی بادشاہ نے دوسرا حکیم بلا یا۔ اور اس نے سلاد کھانے کی اجازت دیدی۔ سلاد کھاتے ہی اس کی حالت سدھرنے لگی اور وہ صحتیاب ہو گیا ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ اس کے جسم میں وٹامن" اے" یا "بی" کی کمی تھی اور وہ کمی سلاد نے پوری کر دی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر ایک خواہش کسی خاص وٹامن کی کمی کا نتیجہ ہے۔

وٹامن "ڈی" کی کمی سے بچوں کو سوکھا کا مرض ہو جاتا ہے کاڈ لور تیل و انڈے میں وٹامن "ڈی" بہت ہوتی ہے اس لئے ان چیزوں کو کھانے والے بچوں کو سوکھا کا مرض اکثر نہیں ہوتا۔ سورج کی کرنیں جب جسم پر پڑتی ہیں تب بھی جسم میں وٹامن "ڈی" پیدا ہوتی ہے اس لئے جو کام کاڈ لور تیل کرتا ہے وہ سورج کی کرنیں بھی کرتی ہیں ہندوستانی غذا میں دو نہایت ضروری وٹامن "اے" اور "بی" کی کمی ہے۔ "اے" کی کمی دودھ اور ہرے ساگ کے بکثرت استعمال سے پوری ہوتی ہے اور "بی" کی کمی سلاد وغیرہ سے پوری ہوتی ہے وٹامن "سی" کی کمی لیموں، نارنگی اور گوبھی سے پوری ہوتی ہے۔ وٹامن "سی" کی کمی سے خون اور جلد کی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے ان وٹامنوں کی کچھ واقفیت ہو جائے گی۔

کچھ وٹامن اور اغذیہ جن میں وہ پائی جاتی ہیں

نام وٹامن	ضرورت	کس سے پوری ہوتی ہے
" اے "	(۱) سردی اور دیگر چھوت کی بیماریوں کو دور کرنے کیلئے (۲) بچے کی نشو و نما اور تندرستی بڑھانے کیلئے (۳) آنکھ کی خاص بیماریوں کی روک تھام کے لئے	(۱) دودھ، مکھن تازہ پنیر اور انڈا (۲) ہرا ساگ۔ جیسے پالک۔ لوکی اور مولی کی پتیاں (۳) پیلے ساگ۔ جیسے گاجر

نام وٹامن	ضرورت	کس سے پوری ہوتی ہے؟
"بی" جس کو "ا" اور الف بھی کہتے ہیں	(۱) آنتوں کی بیماریوں کو روکنے کے لئے (۲) بھوک شدت لانے کے لئے (۳) بچوں کے بڑھنے کیلئے	(۱) گیہوں کے جرمز و دیگر ان (گیہوں کے جرمز کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا) (۲) ایسٹ (۳) سلاد
"سی"	(۱) خون کی حالت ٹھیک رکھنے اور جلدی امراض سے بچنے کے لئے	(۱) لیموں، نارنگی، انگور، کچی بند گوبھی مٹر، ٹماٹر، سلاد، کچی پالک، شلغم اور سبز مرچ
"ڈی"	(۱) ہڈی کی نشو و نما اور بچوں کے سوکھا مرض کی روک تھام کے لئے (۲) دانتوں کی کمزوری دور کرنے کے لئے (۳) خون کے جمنے کو روکنے کے لئے	(۱) جگر، کاڈ مچھلی کا تیل، انڈے کی سفیدی، کھونگھا اور دھوپ
"ای"	(۱) حمل میں بچہ کی نشو و نما کے لئے	(۱) چکنائی والی چیزیں، تازہ سلاد
"الیف"	(۱) ا- "بی" کی طرح	(۱) ا- "بی" کی طرح-
"جی" یا "بی" نمبر ۲	(۱) جلدی امراض کو دور کرنے کے لئے	(۱) تازہ دودھ- ہرا ساگ، کیلا اور ایسٹ

آخر میں ہمارا یہ ارمان ہے کہ لوگ غذا کے مسئلہ کو اچھی طرح سمجھیں اور سمجھکر اس پر عمل کریں یہ ہم مانتے ہیں کہ تندرستی صرف غذا پر ہی منحصر نہیں ہے، لیکن غذا تندرستی - اور طاقت کا ایک ضروری جزو ہے اور شاید سب سے زیادہ ضروری جزو ہے- کیونکہ موزوں اور غیر موزوں غذا پر انسان بلکہ قوم کی ترقی و تنزل منحصر ہے-

(نوٹ)

جن اصحاب کو سالہ رئیس ہند کی خریداری منظور نہ ہو۔ انکو ۲۰ جولائی تک اسکی اطلاع دفتر ہذا میں پہنچا دینی چاہیے- ان اصحاب کو مستقل خریدار سمجھا جائیگا

ایک نظر ادھر بھی

آفیسر صاحبان پٹیالہ بغور پڑھیں

ریاست پٹیالہ کی عدالتوں کے اشتہارات صرف انھیں اخبارات میں بھیجے جاسکتے ہیں کہ جو اپروڈ لسٹ Approved List پر آچکے ہیں۔ مگر بعض آفیسر صاحبان اپنے فرائض منصبی سے قطعی بے پرواہ ہوکر اور قواعد حکومت کو بالکل فراموش کرکے بعض اوقات صرف اس غرض سے کہ اگر اور کچھ نہیں تو روزانہ اخبارات ہی مفت میں آیا کرینگے اشتہارات روانہ کردیتے ہیں مگر انکو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ بھی ایک طرح کی رشوت ہے اور بعض اصحاب اسکو قوم پروری کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور بعض آفیسر محض اس خوف سے اپنی بزدلی اور بددیانتی کا ثبوت دیتے ہیں کہ اگر فلاں اخبار میں اشتہار نہ بھیجا تو کہیں اس کا اڈیٹر انکے سیاہ کارناموں کو طشت از بام نہ کردے کیونکہ بددیانت اور نااہل آفیسر کو اسکی کمزوریاں اور بدعنوانیاں ہر وقت خائف رکھتی ہیں برخلاف اس کے قابل اور دیانتدار آفیسر کبھی کسی کی بیجا مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے سردست ہم ایسے اصحاب کے نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے اور انہیں ایک اور موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنے اس قابل اعتراض طرز عمل کو تبدیل کریں اخبارات و رسائل کہ جن کا نصب العین ریاست عالیہ کی خدمات انجام دینا ہے اور جن کے اڈیٹر اور پروپرائٹر ریاست کے قدیم اور وفادار خاندانوں کی یادگار ہیں بمقابلہ غیر ریاستی اخبارات و رسائل کے جو ریاست کی بیجا مخالفت کرتے ہیں ہر لحاظ سے عدالتی اشتہارات لینے میں

اعتذار

رسالہ رئیس ہند روز اجراء سے جس باقاعدگی اور پابندی وقت کیساتھ شائع ہوتا ہے وہ ناظرین رئیس ہند پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ گذشتہ دو ماہ میں پرچہ شائع نہ ہونے کا سبب رجسٹرڈ ایل نمبر کا کٹ جانا تھا۔ مئی کا پرچہ چھپ رہا تھا۔ کہ غلط فہمی سے رئیس ہند کا ایل نمبر کٹ جانے کی اطلاع موصول ہوئی۔ خیر اب دوبارہ نمبر آگیا جس کے لئے پوسٹ ماسٹر صاحب جنرل پنجاب سرکل۔ این ڈبلیو ایف خاص شکریہ کے مستحق ہیں کہ جنکی عنایت سے کارپردازان رسالہ کو زیادہ حیرانی نہیں ہوئی جس قدر عرصہ رسالہ شائع نہیں ہوا اسیقدر مدت خریداری میں اضافہ کردیا جائیگا۔ منیجر

زیادہ حقوق رکھتے ہیں کیونکہ وہ ریاست کے باشندہ ہونے کے علاوہ ریاست کے دلی خیرخواہ ہیں اور خیرخواہوں کی سرپرستی کرنا ہر ہوشمند کا فرض اولین ہے کسی ہفتہ وار یا روزانہ اخبار میں کہ جو ریاست کی بے جا نکتہ چینی کرتا ہوا شتہارات روانہ کرنا۔ سراسر نادانی ہی نہیں بلکہ حکومت سے غداری کرنا ہے اس لئے ان بعض آفیسر صاحبان کی خدمت باعظمت میں باادب التماس ہے کہ کسی اخبار میں اشتہارات بھیجنے سے قبل بہ وہ ہر پہلو سے بخوبی جانچ لیا کریں کہ آمیں اشتہارات کا بھیجنا نامناسب تو نہیں۔ امید ہے کہ آئندہ وہ اپنے فرائض منصبی کا احساس فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں اور مستحقین کے حقوق پر کند چھری نہ پھیریں گے۔ (انصاف پسند)

خوشخبری

ناظرین یہ پڑھکر خوش ہوں گے کہ کارپردازان ریشیر ہند نے پنجاب کی سب سے بڑی اور نیک نام ریاست پٹیالہ کا خاص نمبر شائع کرنیکا فیصلہ کیا ہے جو یکم اکتوبر ۱۹۴۳ء کو نہایت آب و تاب سے شائع ہوگا۔ کوشش کی جارہی ہے کہ یہ نمبر جملہ ظاہری و باطنی خوبیوں کے لحاظ سے دنیائے صحافت میں ایک نظیر قائم کردے اور یہ بھی کوشش کی جارہی ہے کہ ریاست کے قدیم اور اہم واقعات کہ جو ناقدردانی عالم کے شکار ہوکر محو ہوچکے ہیں از سر نو زندہ کیا جائے اس نمبر میں کم از کم بیس سہ رنگی بلاک کی تصاویر ہوں گی اور تقریباً دو صد سے زائد صفحات پر مشتمل ہوگا۔ جو اصحاب اس نمبر کے متعلق مضامین بھیجنا چاہیں ان کے مضامین بصد شکریہ درج کئے جائیں گے۔ کل مضامین ۱۵ ستمبر تک دفتر ہذا میں پہنچ جانے چاہئیں۔ ——— منیجر:-

اعلان

رسالہ کہکشاں "امرت سر کا رونق نمبر۔ ممتاز الشعرا وحید العصر طوطی گلستان جنت حضرت رونق دہلوی کی وفات حسرت آیات پر ماہ جولائی میں شائع ہونے والا ہے گرامی قدر شعرا و شاہیر اہل قلم سے التماس ہے کہ ماتمی مضامین۔ قطعات تاریخ وفات۔ وچند اشعار برائے مشاعرہ برطرح: سے پہنچی اور بیگانے بھی کرتے ہیں۔ ماتم رونق کا " قافیہ ماتم " علاوہ از جلد دفتر رسالہ ہذا میں بھیجکر مشکور فرمائیں۔　منیجر کہکشاں امرتسر

قربانی

از دھنی پیشاوری بی اے
مصنف حریم زندگی

کملا قدرت کا حسین ترین شاہکار تھی کیسی شاعر کے تصور جمیل، کلیوں کی مسکراہٹ۔ غنچوں کی رعنائی، گلوں کا تبسم، اس کی رسیلی انکھڑیاں۔ سپیدہ سحر کی طرح روشن چہرہ پھولوں سے شگفتہ تر ہنسی، کنول سے زیادہ نازک لب سرخ دیکھنے والوں کو محو حیرت بنا دیتے تھے۔

کملا رگھو ونشی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس نے اپنے اوصاف حسنہ سے اس قابل عزت ووقار خاندان کی روایات کہن کو زندہ وبرقرار رکھا تھا۔ حسن وصورت کے ساتھ ساتھ حسن سیرت بھی اسے ورثہ میں ملا تھا۔ وہ مطلع سعادت کا درخشندہ ستارہ تھی مظہر رفعت شرافت، شرم وحیا کا مخزن، نیکی و پارسائی کی منہ بولتی تصویر۔ دانائی وعقلمندی کا مجسمہ۔

کملا کے وادی شباب کی رنگین روشوں پر قدم رکھتے ہی اس کے والدین کو اس کی شادی کی فکر دامنگیر ہوئی۔ سینکڑوں حسن پرست طبیعتوں نے اسے اپنی رفیقہ حیات بنانے کی خواہش ظاہر کی۔ بیسیوں نوجوانوں نے اس سے شادی کرنے کی آرزو دکھائی مگر قرعہ شہزادہ رام سنگھ والئے رام گڑھ کے نام پڑا۔

رام سنگھ راجپوتی شان۔ خودداری وعظمت کا بہترین علمبردار تھا۔ علاقہ میں اسکی جوانمردی جوصلہ وہمت کا شہرہ تھا۔ راجپوت اسے ایک قابل عزت معبود سمجھ کر اس کے اشاروں پر ناچتے تھے۔ اس کے حکم پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے

(۲)

رام سنگھ تخت رام گڑھ پر جلوہ افروز تھا۔ کہ دربان نے آکر عرض کی ''جہاں پناہ

ایک کسان فریاد لیکر آیا ہے"

اسے فوراً حاضر کرو" رام سنگھ نے جواب دیا۔ کچھ دیر کے بعد چوبدار ایک غریب کسان کو لے کر مہاراج کے سامنے آیا۔ کسان کے بدن پر چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے۔ اور چہرے سے حسرت و یاس برستی تھی۔ دوربین آنکھیں فوراً بھانپ سکتی تھیں۔ کہ غم و آلام حیات نے اسے قبل از وقت بوڑھا بنا دیا تھا۔ گو اس کی عمر زیادہ نہ تھی۔ لیکن چہرے سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ اس کی عمر اسی برس سے بھی تجاوز کر گئی ہے۔ اس کے چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ رنگ بالکل زرد، تمام اعضائے جسمانی نہایت کمزور و نحیف، بدن گویا استخواں کی ایک مٹھی۔

رام سنگھ نے کسان کی قابل رحم حالت دیکھ کر نرمی سے کہا "کہو کیا بات ہے؟"

کسان نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ دین کے رکشک! ہماری لاج تمہارے ہاتھ ہے مسلمانوں کے مظالم نے ہماری زندگی وبال جان بنا دی ہے۔ چاروں طرف آفات و مصائب کی بجلیاں کوند رہی ہیں۔ گائیوں کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ برہمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے مندروں اور دیوتاؤں کی بے حرمتی کی جا رہی ہے۔ عورتوں اور ابلاؤں کو ستایا جا رہا ہے۔ فصلوں اور جانوروں کو ناجائز طور پر استعمال کیا جا رہا ہے جس طرح چوہا بلی کے خوف سے ایک کونہ میں دب کر بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح ہم لوگ اپنے گھروں سے بھی باہر نہیں نکل سکتے بڑی مشکل سے ان کی آنکھوں سے بچتا بچاتا آپ تک آیا ہوں آپ کے بنا ہمارا کوئی نہیں۔ اس آڑے وقت میں اور کون ہماری سہائتا کر سکتا ہے۔ اے راجپوت قوم کے روشن چراغ ہم گمراہوں اور بھولے بھٹکوں کی اس وقت رہنمائی کر ہمیں بے وقت موت سے بچا۔ ورنہ آنے والی نسلیں آپ کو کس نام سے یاد کریں گی۔ یہ مجھے بتانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اے شیر! اٹھ اور دشمنوں کو تہ تیغ کر دے۔ اور ہزاروں لاکھوں انسانوں کی زندگیاں بچانے کا ثواب کما۔ اس کارنامۂ نمایاں کا صلہ آپ کو ضرور ملے گا۔ آپ کا نام تاریخ کے

اوراق پر جلی حروف سے لکھا جائے گا۔ اور رام گڑھ کے خاندانوں کے نام لیوا آپ کا نام عزّت و احترام سے یاد کریں گے......"

ان الفاظ نے رام سنگھ کے نیم خفتہ جذبات کو یکدم بیدار کر دیا۔ جس طرح بادِ سموم سے مرجھایا ہوا پھول بادِ بہاری کے جھونکے سے کھِل اٹھتا ہے۔ حدّتِ آفتاب سے ستایا ہوا مور بارش ہونے پر خوشی سے ناچنے لگتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح رام سنگھ کی نس نس میں راجپوتی خون ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ آتشِ انتقام سے اس کا دل جلنے لگا۔ اس نے کسان سے کہا۔ تم چلو۔ ہم ابھی آتے ہیں۔ اور دشمنوں کو اُن کے کئے کی سزا دیتے ہیں

ایک تاریخی واقعہ کی بنا پر
سبق آموز افسانہ

کسان دعائیں دیتا ہوا رخصت ہو گیا۔ رام سنگھ نے ہتھیار پہنے۔ خیال پیدا ہوا۔ کملا سے ملاقات کر چلوں۔ مگر پھر خیال آیا۔ دیر ہونے سے خوفناک نتائج پیدا ہونے کا امکان ہے۔ اور وہ بڑی سُرعت سے دشمنوں کی طرف بڑھا۔

(۳)

جس وقت کملا کو اس واقعہ کا پتہ لگا۔ تو وہ خوشی سے پھولی نہ سمائی۔ آج وہ ایک بہادر و جوانمرد راجپوت کی دھرم پتنی کہلانے کی حقدار ہوئی تھی۔ وہ ان بہادر اور ایثار نفس راجپوتنیوں کی نام لیوا تھی۔ جو ہنس ہنس کر اپنے رشتہ داروں کو میدانِ جنگ میں دشمنوں کا سامنا کرنے کے لئے روانہ کیا کرتی تھیں۔ کائرتا اور کمزوری راجپوت مرد و عورت کے لئے ایک ناقابلِ عفو جرم ہے۔ بزدلی سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں۔ پست ہمت و کم حوصلہ راجپوت کا زندہ رہنا ایک ندامت ہے۔ یہ خیال تھا جو بچپن سے ہی ہر راجپوت کے بچے کے دل میں جاگزیں کیا جاتا تھا۔ جس وقت راجپوت بہادر میدانِ جنگ میں دشمنوں کو شکست دیتے تھے تو راجپوتنیوں کو اسقدر خوشی نہ ہوتی تھی جتنی کہ ان کی قربانی سے راجپوتانہ کا چپہ چپہ ان بہادروں کے

کارناموں کی پکار پکار کر تشہیر کر رہا ہے۔ اور جب تک دنیا قائم ہے ان کا نام محو نہیں ہو سکتا
رام سنگھ تھوڑی دور ہی گیا ہوگا۔ کہ جذبات محبت و فرض میں پھر جنگ شروع ہوا۔ خیال آیا۔
اگر دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے میں کام آیا۔ تو کملا مجھے کیا کہے گی۔ ہا کیا وہ مجھے بے وفا و
لاپروا نہ سمجھے گی۔ کیا میرے آخری دیدار کی حسرت اسے زندہ درگور نہ کر دے گی مستقبل میں
کیا ہوگا۔ اس کا پتہ سوائے پرماتما کے اور کس کو ہے۔ ابھی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں
میں نے اسے نظر بھر دیکھا بھی نہیں۔ اس کے دل میں کیا کیا خیالات اٹھ رہے ہونگے
میں از حد بے وقوف ہوں۔ آخر اس سے ملاقات میں وقت ہی کون صرف ہوگا۔ ایک دفعہ
ملکر اور اجازت حاصل کر کے منزل مقصود کی طرف بڑھوں گا۔۔۔ کچھ دیر کے بعد جذبات
نے پلٹا کھایا۔ ان چند منٹوں کے توقف سے نہ معلوم کتنی بیگناہ جانیں تلف ہو جائیں گی۔
کتنے آباد گھر ویران ہو جائینگے۔ کتنا مال و دولت دشمنوں کے ہاتھ میں چلا جائیگا۔ وقت کا
ایک ایک منٹ قیمتی ہے مجھے کملا کی محبت کا خیال دل میں نہ لانا چاہیئے۔ راجپوت کیلئے
یہ باعث ننگ و عار ہے۔

فرض کہتا تھا۔ آگے بڑھو۔ کملا کی محبت وطن و بیگناہوں کی حفاظت سے بدرجہا حقیر ہے۔ محبت
کیسی تھی۔ اگر اس فرض کی ادائیگی میں جان سے کام آئے۔ تو دنیا میں آنے کا کیا فائدہ ہوا
ایک ابلا مجھے کیا کہیگی۔ اس کی زندگی کتنی تلخ و ناکارہ ہو جائیگی۔ کافی دیر تک رام سنگھ
اس ادھیڑ بُن میں مشغول رہا۔ اور آخر کملا کی محبت نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ قدم
آگے نہ اٹھ سکے۔ اور رام سنگھ واپس محل کی طرف لوٹے۔

رام سنگھ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ باندی حیران تھی۔ کہ اس وقت کون آیا ہے۔ دروازہ
کھولکر دیکھا۔ تو رام سنگھ کھڑے ہیں۔ باندی کو رام سنگھ کے چلے جانے کا علم ہو چکا تھا۔
اسے رام سنگھ کے اتنی جلدی واپس آ جانے سے سخت حیرت ہوئی۔ اور اس نے استعجاب
کے لہجہ میں کہا۔ سرکار اتنی جلدی لوٹ آئے۔ کیا راستے ہی دشمنوں کی شکست کی خبر مل گئی

رام سنگھ کے دل پر پھر ایک ضرب لگی۔ اور چاہا کہ جس طرف سے آیا ہے۔ اُسی طرف کو چلدے مگر طبیعت پر قابو کر کے اُس نے کہا۔ اندر خبر کر دو۔ میں ایک دفعہ رانی صاحبہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ پھر جنگ کے لئے جاؤں گا .... جس وقت باندی نے کملا کو یہ خبر سنائی تو کملا کا چہرہ غم و غصّہ سے انگارے کی طرح سُرخ ہو گیا۔ اور کڑک کر کہا۔ جاؤ جا کر کہدو۔ کہ کملا ایسے کاپُر شخص کا مُنہ دیکھنا نہیں چاہتی۔ جس وقت دشمنوں پر فتح حاصل کر کے لوٹیں گے۔ اسوقت انہیں اندر داخل ہونے کی اجازت ملے گی۔ ورنہ وہ سمجھ لیں۔ کہ یہ دروازہ اُنکے لئے ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے .... باندی رام سنگھ کے پاس آئی اور کملا کا حکم کہہ سنایا۔ رام سنگھ پر سنکر دل گھڑے پانی کے پڑ گئے۔ وہ زمین میں گڑا جا رہا تھا۔ مگر جذبہ محبت نے اس کے ضمیر کو بالکل مُردہ کر دیا تھا۔ اور اس لئے اس نے باندی کو پھر کہا کہ جا کر کہدو۔ صرف ایک دفعہ درشن کرنا چاہتا ہوں۔ باندی نے پھر کملا کے پاس جا کر کہا۔ کہ مہاراج کا یہ ارشاد ہے .... کملا ایک زخم خوردہ شیرنی کی طرح پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ غم و غصّہ نے اس کا بُرا حال کر رکھا تھا۔ جس وقت باندی نے اسے رام سنگھ کا پیغام دیا۔ تو وہ آپے سے باہر ہو گئی۔ اور کٹار نکال کر باندی سے مخاطب ہوئی۔ دیکھو تم میرا سر اُن کے پاس لے جانا۔ اور کہنا۔ کہ جس صورت کے لئے آپ نے اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔ اسے ہر دم اپنے ساتھ رکھیں تاکہ پھر بہانہ کا کوئی موقعہ نہ ملے ...."

یہ الفاظ لرزتی ہوئی زبان سے کملا نے باندی سے کہے۔ اور اس کے بعد چشم زدن میں چھُری سے گردن کاٹ کر ہمیشہ کی نیند سو گئی ... باندی تصویر کی سورت بن گئی۔ کملا کی بے مثال قربانی و ایثار نے اسکے دل پر عجیب کیفیت پیدا کی۔ اسے حیرت و استعجاب میں کچھ نہ سوجھتا تھا۔ مگر رانی کے حکم کی تعمیل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہوئے وہ فوراً کملا کا سر لیکر رام سنگھ کے سامنے آئی اور کہا جہاں پناہ! رانی نے یہ تحفہ آپکے لئے ارسال کیا ہے۔ اور کہا۔ کہ جس شے کیلئے آپ سودائی ہو رہے ہیں۔ اسے لڑائی میں ہر وقت ساتھ رکھیں۔ تاکہ آپکو تسکین نصیب ہو۔ اور دشمن کو پیٹھ دکھانے کا خیال

کیا؟

آپ کا نام اِس فہرست میں ہے ۔ غور سے پڑھیے

حضرات معاونین رئیس ہند!

کبھی جناب نے یہ بھی خیال فرمایا ۔ کہ ہم نے آجتک رئیس کو کیا امداد دی ہے ۔ اور اس کا کام کیونکر چلتا ہے ۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو سمجھ لیجئے کہ ایک ملکی رؤسا اور رعایا کا سچا خدمتگذار رسالہ جو محض آپکی امداد کے بھروسے آپکی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے ۔ اس کی اعلےٰ کتابت ۔ طباعت اشاعت ۔ کاغذ محصول ڈاک وغیرہ پر بھی کچھ صرف ہوتا ہے ۔

واقعی صرف ہوتا ہے ۔

تو کہاں سے آسکتا ہے ۔ اور بلا آپکی امداد کے کیونکر کام چل سکتا ہے ؟ اگر آپ جدید خریدار پیدا نہیں کر سکتے تو کیا امداد و معاونت زر چندہ سے بھی چشم پوشی کرنا مناسب ہے ۔ اگر جناب نے اب بھی اپنے فرض کا احساس نہ فرمایا ۔ تو عنقریب نا صرف آپ کی عملی بے توجہگی دیے متازی کی وجہ سے رؤسا و رعایا کا سچا خدمت گذار رسالہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکیگا ۔

جس سے آپ کا بھی نقصان ہوگا "

اس لئے جلد از جلد کم از کم چندہ واجب سے اس کی امداد فرمائیے ۔ تاکہ اسے آپکی خدمت بجالانے میں کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے ۔

بعض معاونین نے مدت خریداری سے آجتک بالکل بھی سرپرستی نہیں فرمائی رئیس ہند آپکی سرپرستی کے بھروسے پر آپکی خدمت میں برابر حاضر ہو رہا ہے ۔ اب بعد ادب التماس ہے کہ وہ جو کچھ بھی مناسب سمجھیں ۔ ارسال فرماویں بشکریہ کے ساتھ قبول کیا جائیگا ۔ یا کم از کم اگلے سال کے لئے چندہ روانہ فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے ۔

اگر کسی وجہ سے کسی صاحب کو رئیس ہند کی خریداری منظور نہ ہو۔ تو ۲۵ جولائی تک اسکی اطلاع دفتر ہذا میں دیدیں۔ اور جس سال سے رئیس ہند کے خریدار بنتے ہیں۔ اس عرصے سے آجتک جو بھی مناسب خیال فرمادیں۔ دفتر میں بطور امداد ارسال فرمادیں۔ گذشتہ دو اشاعتوں میں بھی ایسے اصحاب کی فہرست درج کی گئی تھی۔ مگر چند شریف اصحاب نے ہی اخلاقی فرض کو محسوس فرمایا ہے۔ باقی اصحاب کو بھی ہماری اپیل کی طرف توجہ فرمانی چاہیے اور اپنے اخلاقی فرض کو جلد از جلد محسوس فرمانا چاہیئے۔ امید ہے۔ کہ ہماری استدعا معاونین کو ہماری امداد پر مائل کرنے کے لئے عملی طور پر بہتر ثابت ہوگی۔ اور مزید یاددہانی کی ضرورت محسوس نہ ہوگی۔

رائے نانک چند صاحب بہادر دہلی
رائے روپ نرائن صاحب آنریری مجسٹریٹ دہلی
راجہ صاحب بہادر بالقابہ افروٹہ
لالہ کشوری رئیس اعظم جگادہری
سردار صاحب بہادر رئیس مکریاں
رائے صاحب بہادر مالسنوال
سردار صاحب بہادر رئیس کتھ گڈھ
بیدی صاحب بہادر اونہ
سردار صاحب بہادر رئیس نگروٹہ
وزیر کرم سنگھ صاحب رئیس بیٹر
رائے صاحب بہادر رئیس بیٹر
میاں صاحب بہادر رئیس تلوک پور
راجہ صاحب بہادر رئیس نورپور

راجہ صاحب بہادر رئیس لمباگراؤں
سردار بہادر رئیس گھنولی
سردار صاحب بہادر سیکری
نواب صاحب بہادر رئیس منڈل
رانا پرا کرم جنگ بہادر الہ آباد
سردار گوردت سنگھ بہادر چھاچھی رئیس راولپنڈی
کنور رندیپ سنگھ صاحب تاہن
سردار بھگونت سنگھ صاحب رئیس برلی
سردار شودیو سنگھ صاحب نابھہ
سردار فتح سنگھ صاحب رئیس ٹڈاکھیاں
مسٹر تیرتھ رام صاحب رئیس اعظم امرتسر
راؤ راجہ رگھناتھ سنگھ پریزیڈنٹ کونسل بھرت پور
سردار ہرچند سنگھ صاحب رئیس کھوڑ

سردار جودھ سنگھ صاحب رئیس فیروز پور
سردار راجندر سنگھ صاحب رئیس میاں پور
راجہ نریندر ناتھ صاحب لاہور
لالہ مہاسیر پرشاد رئیس میرٹھ
راجہ محمد اکبر خانصاحب رئیس جہلم
چودہری محمد فضل الٰہی رئیس لاہور
پرنس جگجیت دیو سنگھ بہادر سری نگر
لالہ دیبی پرشاد رئیس سہارنپور
کنور برکتی سنگھ صاحب رائے پور رانیاں
لالہ بنارسی داس صاحب بنکر رئیس اعظم انبالہ
سردار دلیپ سنگھ صاحب جاگیردار امرتسر
سردار کشن سنگھ رئیس بھوکی رام پور

مہاراجہ ناہر سنگھ جی صاحب شاہ پورہ
راؤ مادھو سنگھ صاحب رئیس سبہاولی ناہن
سردار سندر سنگھ صاحب رئیس ڈوالہ جوہل
میر صاحب بہادر گڑھی کوٹانا رئیس ٹنڈرادل
کنور شمشیر سنگھ صاحب ڈیرہ دون
کنور جیجیت سنگھ صاحب رئیس جالندھر
نواب محمد نواز خاں رئیس دب کلاں
سردار ہری سنگھ رئیس دہلی
راجہ صاحب بہادر محمود پور
منشی فضل رب بانغ رئیس سنبھل مرادآباد
رائے بہادر سردار سنگھ چیئرمین ڈسٹرکٹ بورڈ مرادآباد
مولوی سید محمد صاحب رئیس مرادآباد

نادر موقعہ

جن ریاستوں میں ماہر فن جنگلات نہ ہونیکی وجہ سے بیش قیمت وسیع رقبہ جات جنگلات بیکار پڑے ہیں اور بجائے اُنسے کسی قسم کی آمدنی فضول بار پڑ رہا ہے۔ اگر ان ہی جنگلات کے انتظام کی باگ ڈور کسی ٹرنینڈ و تجربہ کار افسر کے ہاتھ دیا ہو وہ ہی جنگلات ہر سال لاکھوں روپیہ کی آمدنی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ آجکل جنگلات کا انتظام جن نااہل ہاتھوں میں پڑکر خراب و خستہ ہو رہا ہے۔ اور اس سے جو نتائج رونما ہو رہے ہیں۔ سب پر بخوبی عیاں ہیں۔ دراصل جنگلات کے ذریعہ ہی شخص آمدنی پیدا کر سکتا ہے۔ جس نے باقاعدہ اس فن کی مکمل تعلیم حاصل کرنے کے بعد ذاتی عملی تجربہ حاصل کیا ہو۔ چنانچہ جن ریاستوں کو جنگلات کے ماہرین افسروں کی ضرورت ہو۔ اور وہ چاہتے ہوں کہ جنگلات مسلسل آمدنی کا ذریعہ بن جائیں۔ ان کو ہماری معرفت خط وکتابت کرنی چاہئیے۔ کیونکہ ہمارے پاس کئی ایسے ماہر افسران کہ جنہوں نے فارسٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ و کالج ڈیرہ دون میں باقاعدہ تعلیم حاصل کرکے اور کافی عرصہ پنجاب کی کئی ایک مشہور ریاستوں میں اعلے افسران نے جنگلات رہ کر ریاستوں کو لاکھوں روپیہ کا فائدہ پہنچایا ہے۔ اور جو نوجوان ہونے کے علاوہ اس فن کے استاد ہیں۔ خط وکتابت پتہ ذیل پر کریں۔ (فارسٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

(منیجر ڈیرہ دون)

تحفۂ اطفال

شہنشاہ جہانگیر کا انصاف

شہنشاہ جہانگیر ہندوستان کے بادشاہ تھے۔ آصف جاہ ان کی طرف سے لاہور کا گورنر تھا۔ یہ آصف جاہ نور جہاں کا بھائی تھا۔ اول تو خود گورنر تھا۔ دوسرے بادشاہ سے قریبی رشتہ داری اس غرور میں جو کچھ کر بیٹھتا کم تھا۔

ایک دن ناچ گانے کے مزے لے کر آدھی رات کے قریب سو رہا تھا۔ کہ شور و غل سے آنکھ کھل گئی۔ بہت غصے ہوا۔ دریافت کیا کہ یہ شور و غل کیسا ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ محل کے قریب ایک غریب آدمی ولی محمد نامی رہتا ہے۔ بڑی تمناؤں اور دعاؤں کے بعد آخیر عمر میں اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ اور یہ اس کی خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ آصف جاہ نے حکم دیا کہ ابھی اس بے ادب اور اس کے بچے کو میرے سامنے حاضر کرو۔ حکم کی دیر تھی۔ کہ سپاہی دوڑے اور ولی محمد اور اس کے بچے کو آصف جاہ کے سامنے لے گئے آصف جاہ نے نہایت غرور سے کہا۔ اس محل میں لاہور کا گورنر اور ملکہ نور جہاں کا بھائی آصف جاہ رہتا ہے۔ اور یہ اس کے آرام کا وقت ہے تو نے جان بوجھ کر یہ شور و غل کیوں کیا۔ اور اپنی موت خود کیوں بلائی ولی محمد یہ سن کر کانپ اٹھا۔ اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی۔ حضور خداوند تعالےٰ نے بڑی دعاؤں۔ اور مرادوں کے بعد آج مجھے ایک بیٹا دیا ہے۔ یہ اسکی خوشی منائی جا رہی تھی۔ حضور کے آرام میں خلل پیدا ہوا۔ مجھ سے بڑا قصور ہوا۔ ہاتھ

جوڑ کر اور حضور کے قدموں پر سر رکھ کر معافی چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا سر آصف جاہ کے قدموں پر رکھ دیا۔ مگر اُس کے دماغ میں اور ہی نشہ تھا۔ کم بخت ظالم نے ظلم کی انتہا کر دی۔ اور غریب ولی محمد کے جگر کے ٹکڑے کو جسے دنیا میں آئے ابھی چند ہی گھنٹے ہوئے تھے۔ اس کے ہاتھوں سے ذبح کرایا۔ اپنے معصوم بچے کے گلے پر خنجر پھیر کر ولی محمد کا جو حال ہوا۔ بیان سے باہر ہے اپنے مردہ بچے کی نعش کو سینہ سے لگا کر بیہوش ہو گیا۔ جب ذرا ہوش میں آیا۔ تو روتا پیٹتا آصف جاہ کے محل سے باہر نکل آیا۔ اور اپنے بچہ کو ہمیشہ کے لئے خاک میں سُلا کر بادشاہ سے فریاد کرنے آگرہ کو روانہ ہُوا۔ آگرہ پہنچ کر اس طرح بادشاہ کے حضور میں رو رو کر فریاد کی کہ بادشاہ کا دل بھی ہل گیا۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فوراً لاہور کے سفر کی تیاری کا حکم دے دیا۔ لاہور پہنچ کر دوسرے دن ایک بہت بڑا دربار کیا۔ جس میں رئیسوں اور امیروں کے علاوہ عام رعایا بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئی۔ جس وقت درباری بادشاہ اور ملکہ نورجہان کو شاہی سلام کر چکے۔ بادشاہ نے دربار میں فرمایا۔ "بادشاہ خدا کا سایہ ہوتا ہے۔ اور اُس کا یہ فرض ہے۔ کہ خدا کے بندوں کی حفاظت کرے۔ اِن کے آرام و خوشی کو اپنے آرام و خوشی سے بہتر سمجھے اور کسی کو ہرگز نہ ستائے نہ ظلم کرے۔ اور یہی فرض اُن لوگوں کا ہے۔ جو بادشاہ کی طرف سے رعایا پر حاکم مقرر ہوتے ہیں۔ یہ خدا اور رسول کا حکم ہے۔ بارے میں کچھ غلطی ہے۔ بادشاہ نے آصف جاہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ آصف جاہ نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔ حضور والا بالکل بجا ارشاد فرمایا۔ حاکم کا فرض ہے۔ کہ وہ رعایا کے آرام کی خاطر اپنی جان بھی قربان کر دے۔

بادشاہ نے ملکہ نورجہان کو مخاطب کر کے۔ فرمایا اگر آصف جاہ کا یہ کہنا سچ

ہے۔ تو تمہاری رائے میں ایک ایسا حاکم کس سزا کا مستحق ہے۔ جو صرف اپنی نیند میں خلل پڑ جانے کی وجہ سے ایک غریب شخص کو اپنے ایسے بچے کے حلق پر خنجر پھیرنے کے لئے مجبور کرے۔ جو بڑی تمناؤں کے بعد آخر عمر میں خدا نے اُسے عطا کیا ہو۔

بادشاہ کی یہ باتیں سُن کر آصف جاہ کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ مارے خوف کے تھر تھر کانپنے لگا۔ نورجہاں جو اِن تمام باتوں سے ابتک بے خبر تھی۔ نہایت جوش کے ساتھ بولی۔ ایسے سخت دل حاکم کا خواہ وہ میرا کیسا ہی عزیز کیوں نہ ہو سرتن سے جُدا کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ولی محمدؐ دربار میں ایک طرف چھپا بیٹھا تھا بادشاہ نے اس سے کہا کہ تو اپنا سچا حال دربار میں پھر سنا۔ ولی محمد نے اپنا دردناک حال بیان کرنا شروع کیا۔ دو چار لفظ کہتا تھا۔ اور پھر رنج وغم سے اس کا گلا گھٹنے لگتا۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کا مینہ برسنا شروع ہو جاتا۔ بڑی مشکل سے اس نے سب حال کہا۔ درباریوں میں شاید ہی کوئی ہو۔ جو ولی محمد کا دل ہلا دینے والا بیان سُن کر آنسو نہ بہا رہا ہو۔ ملکہ نورجہاں کا چہرہ غصہ کی وجہ سے سُرخ ہو رہا تھا۔ اور وہ ایک بھوکی شیرنی کی طرح اپنے ہونٹ چبا رہی تھی۔ اُدھر آصف جاہ کا یہ حال تھا کہ خوف اور شرم کی وجہ سے ادھ موا ہو چکا تھا۔ چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی۔ اور اُسے اپنی موت نہایت ڈراؤنی شکل میں بہت قریب نظر آ رہی تھی۔ بادشاہ نے نورجہاں سے کہا۔ تم نے کہا تھا۔ کہ میں ایسے سخت دل حاکم کا سر تو اڑا دوں گی۔ خواہ وہ میرا کیسا ہی عزیز ہو۔ اب کیا دیر ہے۔ اپنے اس قول کو پورا کرو۔ تمام دربار میں سناٹا چھا گیا۔ آخر رئیسوں اور امیروں نے جرأت کر کے بادشاہ سے آصف جاہ کا قصور معاف کر دینے کے لئے نہایت عاجزی سے التجا کی۔ ولی محمدؐ نے بھی عرض کیا۔ جہاں پناہ! جو مجھ بدنصیب کی تقدیر میں لکھا تھا۔ پورا ہوا۔ اب آصف جاہ کے قتل سے میرا بچہ تو واپس نہیں آسکتا

اس لئے آصف جاہ کو معاف کر دیا جائے۔ آصف جاہ بھی اٹھا اور بادشاہ کے قدموں پر گر کر معافی چاہی اتنے میں نور جہاں بجلی کی طرح تڑپ کر اٹھی اور بادشاہ کی تلوار لے کر آصف جاہ کا سر ایک ہی وار میں تن سے جدا کر دیا۔ اور اس کی تڑپتی ہوئی لاش کو ٹھکرا کر بولی "ایسا ظالم اور بے غیرت شخص نور جہاں کا بھائی کہلانے کے ہرگز قابل نہیں"۔

(الفت النوری سیالکوٹی)

نئے سال کا ترانہ

نیا سال تقدیر نے پھر دکھایا — زمانہ کا گلشن بہاروں پہ آیا
شگوفے کھلے۔ کونپلوں کو سجایا — درختوں نے شاخوں کو دولہن بنایا

کھلے پھول سبزے لہکنے لگے ہیں
گلستاں میں بلبل چہکنے لگے ہیں

کہیں مینہ برس کر وہ کھلنا۔ آہاہا — وہ ہر پھول پتی کا دھلنا۔ آہاہا
وہ قطروں کا کانٹوں میں تلنا آہاہا — گل و سبزہ کا ملنا جلنا۔ آہاہا

آہاہا۔ عجب اس کی قدرت عیاں ہے
بہشت بریں ہے کہ ہندوستاں ہے

پھولوں کا مدرسہ

آسمان پر جب طوفانی گھٹائیں گرجتی ہیں۔ پورب کی ہوا جھاڑیوں سے گزرتی ہوئی بانسوں کے بن میں باجہ بجاتی آتی ہیں۔ اس وقت خدا جانے اچانک بے شمار پھول کہاں سے نکل آتے ہیں:۔

اماں سچ مچ میں یہ خیال کرتا ہوں۔ کہ پھول زمین کے نیچے اپنے مدرسے میں جاتے ہیں۔ وہاں دروازے بند کر کے اپنے سبق یاد کرتے ہیں۔ اور اگر چاہتے ہیں۔ کہ چھٹی کے وقت سے پہلے نکل کر باہر کھیلیں تو ان کا استاد انہیں کونے میں کھڑا رہنے کا حکم دیتا ہے۔

جب بارش کا موسم آتا ہے۔ تو پھولوں کو چھٹیاں مل جاتی ہیں۔ جنگل میں درختوں کی ٹہنیاں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں۔ اور پتے اندھا دھند آندھی کے زور سے سرسراتے ہیں۔ گرجتے ہوئے بادل اپنے بڑے بڑے ہاتھوں سے تالیاں بجاتے ہیں۔ اور یہ "پھول" بچے بسنتی اور گلابی کپڑے پہنے ہوئے آنکلتے ہیں۔

اماں کیا تم نہیں جانتیں۔ کہ انہیں اس قدر جلدی کیوں ہے۔ بے شک میں اندازہ کر سکتا ہوں جس طرح میری اماں تم ہو۔ اس طرح ان پھولوں کی بھی کوئی ماں ضرور ہوگی:

محمد حسین غازی

(ٹیگور)

انمول رتن

جو محنت سے بھاگتے ہیں۔ وہ کسی کام میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

وقت کو ضائع نہ کرو۔ کیونکہ یہ ہماری زندگی کا سرمایہ ہے۔

بزدل لوگ موت سے پہلے کئی بار مرا کرتے ہیں۔ لیکن بہادروں کی موت صرف ایک بار ہی ہوتی ہے۔

انسان دنیا کو اکیلے فتح کر سکتا ہے۔ اگر اس میں ہمت کا مادہ ہو۔

جو چیز آنکھ سے دکھلائی نہیں دیتی عقلمند اُسے دل سے دیکھ لیتے ہیں۔

اگر کوئی مشکل کام انجام دینا ہے تو سستی کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

اعتدال اور ورزش صحت کے لئے نہایت ضروری ہے۔

کلکتہ کے ایک ڈاکٹر نے اپنی ماتا کی یادگار قائم کرنے کے لئے ایک لاکھ روپیہ دان دیا ہے۔ اس کی آمدنی سے طلبا کو وظائف دیئے جائینگے۔

نمکین چٹکلے

ایک دیہاتی چولھا خریدنا چاہتا تھا۔ دوکاندار نے اُسے چولھا دکھا کر کہا۔ کہ اگر تم اسے خریدو۔ تو تمہارا نصف ایندھن بچ رہے گا۔

دیہاتی نے کہا۔ تو اچھا دو چولھے دیدیجئے۔ کہ سارا ہی ایندھن بچ رہا کرے۔

بیٹیا! اماں! اچھی تندرستی کی کیا علامت ہے

اماں۔ رخساروں کا گلابی ہونا۔

بیٹیا۔ اچھا میں نے کل ایک لڑکے کو دیکھا اُس کا ایک رخسار گلابی تھا۔ گویا وہ ایک طرف سے تندرست تھا اور دوسری طرف سے بیمار۔

ماسٹر۔ لڑکو کیا تم بتا سکتے ہو۔ کہ آدمی گیدڑ سے تیز کیوں نہیں دوڑ سکتا۔

ایک لڑکا۔ کیونکہ جناب آدمی کے دم نہیں ہوتی!

بحکم بابو بلدیو کرشن صاحب تحصیلدار پٹیالہ مورخہ ۱۵ جیٹھ سمت ۱۹۹۱

اشتہار میعادی ایک ماہ بنابر

آگاہی اشخاص زراعت پیشہ موضع شیخ پورہ و دیگر دیہات تحصیل پٹیالہ برائے فروخت اراضی تعدادی
۱۴ بیگہ خام واقعہ موضع شیخپورہ چاہی بارانی بنجر

مسمی ہرنام سنگھ ولد کشن سنگھ و مسمات نند و بیوہ لشا جٹ ساکنان موضع شیخ پورہ تحصیل پٹیالہ
نے ۱۴ بیگہ خام اراضی موحصہ شاملات دیہہ بشرح ... روپیہ فی بیگہ خام بدست کرتار سنگھ ولد
جواہر سنگھ ٹھیکیدار ساکن پٹیالہ غیر زراعت پیشہ بیع کرنے کے لیے حصول اجازت کی درخواست پیش
کی ہے۔ لہذا بتقرر ۵ ہاڑ سمت ۹۱ بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص زراعت پیشہ
اس اراضی کو خرید نا چاہتا ہے تو تاریخ مقررہ پر اصالتاً یا وکالتاً حاضر آکر بولی دے بعد انقضاء میعاد
عذر سماعت نہ ہوگا۔

مہر عدالت دستخط حاکم

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۱ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب سردار ٹھاکر سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر ریاست کلسیہ

ساون رام و درو ڈمل پسران معدی مل ۲ پر بھو دیال پسر سنت لال ۳ بابجھد و تلسی رام
کہنری بسی اپیلانٹان بنام ۱ پسران بنسی لال و اجہڑ و مل پسر نانوں کہتریان
سکنہ بسی رسپانڈنٹان

اپیل بنا راضگی حکم سنیئر جج صاحب جسکی رو سے اپیل رسپانڈنٹان منظور فرما کر دعوی اپیلانٹان
مدعیان خارج کیا۔ اور حکم منصف صاحب درجہ دوم بسی منسوخ کیا بحرادی بحال حکم منصف صاحب بسی

بمقدمہ مندرجہ عنوان صدر رسپانڈنٹان ۱ کے نام اطلاعنامہ جاری ہوئے مگر معمولی طور پر
تعمیل نہیں ہوئی۔ اور عدم پتہ اپیل اسواسطے ان کے (پربھودیال و اجہڑو مل) اشتہار جاری کیا جاتا
ہے کہ ۲۷ جون ۱۹۳۴ء کو حاضر عدالت آکر جوابدہی مقدمہ کریں ورنہ انکے برخلاف یکطرفہ سماعت
کیجائیگی۔ آج بتاریخ ۱۲ مئی ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت دستخط حاکم

اشتہار بحکم سردار نند کشور صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی نائب ناظم دیوانی بھٹنڈہ

(زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی)

بابو رام ولد کشن داس اگروال ساکن گیدڑ بہا منڈی مدعی | بنام | پریم سنگھ ولد سندر سنگھ قوم جٹ ساکن بہادر گڑھ جنڈیاں تھانہ بھٹنڈہ مدعا علیہ

دعوے دلا پانے ۔۔۔ روپیہ

اندرین مقدمہ بیان حلفی مدعی سے عدالت کو یقین ہو گیا ہے کہ مدعا علیہ دیدہ دانستہ حاضری عدالت سے گریز کرتا ہے لہذا بغرض تاریخ پیشی ۲۸ ہاڑ سمت ۱۹۹۱ بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ مذکور تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت ہو کر پیروی نہ کریگا تو مقدمہ یکطرفہ سماعت ہوگا اور حکم مناسب دیا جاویگا۔ آج بتاریخ ۳۰ جیٹھ سمت ۱۹۹۱ کو بثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔ تحریر بصدر صدر

مہر عدالت — دستخط حاکم

بحکم جناب پنڈت آتما رام صاحب پانڈو منصف درجہ سوم برمیہ ۲ فروری جیٹھ ۱۹۹۱

(اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی)

کاکو سنگھ پسر الوکہ سنگھ قوم جٹ سکنہ کشن گڑھ سیڈ ہا سنگھ والا مدعی | بنام | نانکو سنگھ پسر سہر نام سنگھ جٹ سکنہ ایضاً مدعا علیہ

دعوی دلا پانے مبلغ ۔۔۔ روپیہ

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں رپورٹ چپراسی کنندہ بیان حلفی مدعی سے عدالت کا اطمینان ہو گیا ہے کہ مدعا علیہ دانستہ حاضری عدالت سے گریز کرتا ہے اسلئے بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ تاریخ آئندہ ۲۰ ہاڑ سمت ۱۹۹۱ بکرم پر حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ نہیں کریگا تو اس کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی۔

بہ ثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم

ظفرنامہ

حکیم پرسرام صاحب موگا

قسط نمبر ۳

ایک مسلسل تاریخی مضمون

کھانا چنا گیا۔ تو گورو صاحب کے ہمراہیوں نے کہا کہ دشمنوں کے ہاتھ سے مارا جانا بہتر ہے مگر ہندو دہرم ہو کر ہم مسلمانوں کا کھانا کھا نہیں سکتے۔ گورو صاحب نے کان میں کہا۔ حفاظت جان سب سے مقدم ہے۔ اگر نہ کھایا اور راز کھل گیا۔ تو قتل ہو جاؤ گے یہ کہکر کرد کھانے میں پیروی اور ان کا شک ہٹا دیا۔ کھانے سے واپس آکر گورو صاحب پھر قاضی کے ہاں شب باش ہوئے ہیں۔ بلکہ ماچھی واڑے میں گلابا نام ایک کھتری کے گھر جس پر انہیں اعتبار تھا۔ اس نے نذر پیش کی اور بکرا پیش کیا۔ جسے گورو صاحب نے اپنے ہاتھ سے جھٹکا یا۔ اور جھٹکا کھا کر اس کی ہڈیاں متصلہ مسجد کے صحن میں پھینکدیں۔ صبح کو امام مسجد نے یہ صورت دیکھکر گلابا کو دھمکایا۔ کہ کوئی شخص اجنبی جو مسجد کے آداب سے واقف نہیں تیرے گھر آکر ٹھہرا ہے۔ اور جب اس نے ان نووارد آدمیوں کو دیکھا تو شبہ کر کے کہ کہیں یہی گورو گوبند سنگھ کی پارٹی نہ ہو جس کی گرفتاری کے اشتہار اور منادیاں ہو رہی ہیں۔ ملاں دوڑا دوڑا حاکم کے پاس گیا جس کے واپس آنے سے پہلے ہی یہ پارٹی دور نکل گئی تھی۔ وہ تمام دن ماچھی واڑے کے جنگل میں گزار۔ اور پھر گورو صاحب اوچ کا پیر بن کر ایک پلنگ پر بیٹھ گئے۔ جس کے چارپایوں کو نبیؐ خاں۔ غنیؐ خاں۔ مانؐ سنگھ۔ بھائیؐ دیا سنگھ چاروں نے ایک ایک کر کے کندھوں پر اٹھا لیا۔ اور بھائی دیا سنگھ برابر چنور جھلتے جاتے تھے جب لوگ دریافت کرتے تھے کہ اس ہیئت کذائی کیسا تھ کون بزرگ کہاں تشریف لیجا رہے ہیں تو جواب ملتا تھا۔ کہ اوچ کے پیر صاحب ہیں جو جابجا اپنے مریدوں کو زیارت پاک سے مستفیض فرمانے ہوئے چلے جاتے ہیں الغرض اسی صورت میں بہلول پور سے مالوہ دیس میں بمقام ہیراں آکر سنت کرپال داس جی کے ہاں قیام فرمایا۔ اور وہاں سے غنی خاں

اور نبی خاں کو خوشنودی مزاج کا پروانہ دیکر جو اب تک ان کی اولاد کے پاس ہے با عزت رخصت کیا۔ اور خود بمقام رائکوٹ پہنچے۔

گورو گوبند سنگھ جی رائے کلہا رئیس رائکوٹ کے گھر

جب گورو صاحب رائے کلہا رئیس رائکوٹ کے پاس پہنچے اور اپنا کل حال بیان کرکے رہائش اور پناہ چاہی تو باوجود مسلمان ہونیکے وہ رئیس بھی گورو صاحب سے نہایت اخلاق اور خلوص سے پیش آیا۔ اور کہا۔ چونکہ آپ معتوب سلطانی ہیں۔ اسلئے اپنی ریاست کے ایک لمّا جٹ پورہ میں بخانہ نوراماہی گوجر جو بھینسوں کا چرواہا تھا ٹھہرایا۔ اور ان کی آسایش اور رہائش کا پورا پورا انتظام کردیا۔ اور کہا کہ ہندؤوں کی نسبت مجھے اس مسلمان پر زیادہ اعتماد ہے۔ یہ راز کو سربستہ رکھ سکتا ہے۔ یہ گورو صاحب نے رائے صاحب کو کہا۔ کہ میری ماتا اور بچوں کی بابت جو مجھ سے بچھڑ گئے تھے پتہ منگوادو کہ سرہند میں ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ چنانچہ رائے صاحب نے خاص معتمد کو سرہند کو در پردہ روانہ کردیا۔ کہ وہ خبر لادے اور اس عرصہ میں گورو صاحب لمّا میں رہے مسلمان میزبان مسمی نوراگوجر انکو بپاس ہندو دھرم سوکھے برتن میں دودھ بھینس کا دوہ کر دیدیا کرتا تھا اور کھانا گورو صاحب بنوا کر کھایا کرتے تھے۔

اس عرصہ میں رائے صاحب کا فرستادہ مسمی نورا ماہی واپس آگیا اور اس نے رائے صاحب کو بتلادیا۔ رائے صاحب خود گورو صاحب کے پاس آئے اور صوبہ سرہند کے مظالم اور ان کے لڑکوں اور ماتا کے شہید ہوجانے کے واقعات افسوس کیساتھ بیان کرکے گورو صاحب کو صبر اور تسلی کی بابت کچھ کہا۔

اسی روز گورو صاحب دل برداشتہ ہوکر وہاں سے آگے روانہ ہوئے۔ اور رائے صاحب کی مہربانیوں کا شکریہ اداکرکے تحفتہً وتبرکاً ان کو حسب ذیل اشیاء دیتے گئے۔

ایک کتاب کے کچھ اوراق۔ نہ معلوم کیا تھی۔ رائے امیر خاں صاحب مجھے بتلاتے تھے۔ کہ وہ کتاب کے قلمی اوراق ایک افسر جو غالباً ڈپٹی یا تحصیلدار ہو کر جگراؤں آیا تھا۔ اور آنند پور کا ہوا تھا کا خاندان کا سیحر تھا مانگ کر لے گیا تھا۔

دوسری چیز گورو دسم پادشاہ کی بخشیدہ ایک عمدہ تلوار سنہری قبضہ کی تھی جو اس خاندان کے لوگوں نے کسی انگریز افسر کو تحفتہً دیدی تھی۔ نہ معلوم انہوں نے کسی عجائب گھر کو بھیجدی یا کسی کو دیدی۔

تیسری نادر و نایاب شے ایک لوٹا ہے جو ہندوانی وضع کا گنگا ساگر ہے پھرت یا پیتل کا بنا ہوا ہے دسم پادشاہ کے مبارک ہاتھوں کا یہ تحفہ و عطیہ ہے رائے کلہ کے خاندان کے موجودہ جانشین میرے دوست خان بہادر رائے عنایت خاں صاحب رئیس رائکوٹ آنریری مجسٹریٹ سب جج اور سب رجسٹرار جگراؤں کے قبضہ و تصرف میں ہے جو سب سے پہلے مجھے رائے امیر خاں نے دکھلایا تھا اس خوشنما لوٹے کے چاروں طرف اور اوپر نیچے یعنی پیندے میں باریک باریک بیشمار سوراخ موجود ہیں جب لوٹے میں پانی ڈالا جاتا ہے تو پانی کی دھاریں ہر چہار طرف کے سوراخوں سے بہنے لگتی ہیں۔ مگر جب لوٹا پانی سے لبریز ہو جاتا ہے تب پانی کا ایک قطرہ بھی اُن سوراخوں میں سے نہیں ٹپکتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ رائے کلہا نے اس عجیب غریب صنعت کے گنگا ساگر کو دیکھکر وجہ دریافت کی کہ مہاراج کہ اب بھی وہ سوراخ ہیں اب کیوں پانی نہیں ٹپکتا گوردوارہ صاحب نے فرمایا " رائے صاحب! بھرا ہوا کبھی نہیں ڈولتا "

ظفرنامہ یا منظوم خط بنام اورنگ زیب

رائے کوٹ سے مکہیر سہلانشا بمقام دینہ تشریف لے گئے جو کہ آجکل تحصیل موگہ میں واقع ہے بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ چودہری لکھمیر نے انکو اپنی کچی گڑھی میں

چھوٹے قلعہ میں ٹھہرایا اور بعض روایات سے یہ ثابت ہوا ہے کہ لکھمیر چوہدری عتاب سلطانی سے ڈر گیا اور اس نے قلعہ میں ٹھہرنے کی اجازت نہ دی تب ایک ترکھان نے جس کے اولاد نہ تھی گورو صاحب کو اپنے گھر میں ٹھہرا کر خدمت کرنی شروع کی موجودہ گوردوارہ دیتہ اُس ترکھان کی جگہ پہ واقعہ ہے۔ کانگڑ اپنے کھنڈرات قدیم پر ایک چھوٹی سی بستی ہے اس قصبہ کی شان اب نہیں رہی۔ القصہ گورو صاحب نو ماہ تک وہاں ٹھہرے رہے ہر روز وہاں سے باہر جوہڑ پر جا کر اشنان کر کے جنگل میں نظم فارسی لکھتے رہتے تھے۔ جو آخر ایک منظوم کی صورت میں ترتیب پا کر معہ چند نصیحت آمیز حکایات کے فارسی نظم میں مکمل کیا اور اُس خط کو بھیجنے کے لئے آرفی کھتری ساکن لاہور گوردوار۔ صاحب نے اپنا پرانا معتمد منتخب کر کے روانہ کیا۔ خط اس کے سپرد کیا اور زبانی بہت کچھ ضروری پیغامات جو مناسب تھے۔ بتلا دیئے۔ جیسا کہ ایک شعر میں لکھا ہے کہ باقی حال فرستادہ بیان کرے گا۔ جو کہ لکھنا نامناسب تھا اور اُسے سمجھا دیا۔ کہ جس طرح ممکن ہو۔ حیدر آباد دکن میں جہاں اورنگ زیب مرہٹوں سے لڑ رہا ہے۔ پہنچا دے اور صورت نہ ہو۔ تو دربار عام میں پیش کر دینا۔

بھائی دیا سنگھ بھیس بدل کر اور اس خط کو بغل میں دبا کر دکن کو روانہ ہوا۔ سینکڑوں کوسوں کا سفر پیدل طے کر کے دشوار گزار جنگلوں پہاڑوں اور بیابانوں میں سے ہوتا ہوا اورنگ آباد کے مقام پر جا پہنچا۔ اور وہاں ایک سکھ جیٹھا سنگھ نامی سے ملکر اپنی سرگزشت اُس سے بیان کی۔ جیٹھا سنگھ نے دیا سنگھ کی بڑی خاطر و تواضع کی۔ اور ایک دھرم شالہ کے اندر سکھوں کی ایک خفیہ میٹنگ ہو کر یہ قرار پایا کہ خدمت گزاروں سے مل ملا کر بادشاہ کی خوابگاہ میں اپنے مطلب کا ایک پرچہ لکھ کر رکھ دیا جائے۔ چنانچہ یہ لکھا کہ "گورو گوبند سنگھ جی کا سیوک (خادم) اُن کا مراسلہ لیکر آپ کے پاس حاضر ہوا ہے وہ آپکو ملنا چاہتا ہے حاضر ہو کر خود اپنے ہاتھ سے مراسلہ اور زبانی پیغام عرض کرنے کی

اجازت چاہتا ہے۔ آپ اسے باریاب ہونے موقعہ عطا فرمائیں"۔
مذکورہ بالا مضمون کا پرچہ لکھ کر بادشاہ کے پلنگ پر رکھوا دیا گیا۔ صبح اٹھ کر جب شہنشاہ نے اُس پرچے کو پڑھا۔ تو حکم دیا۔ کہ بھائی دیا سنگھ کو حضور اینجانب کے پاس حاضر کرو۔
معمولی رسمیہ باتوں کے بعد مراسلہ لیکر پڑھوا کر سُنا۔ اُس مراسلہ یا منظوم خط کا مضمون یہ تھا۔ جیسے اب ہم یہاں درج کرتے ہیں۔
چونکہ اُس مضمون کے سمجھنے کے لئے اب تمام واقعات کا بیان کرنا ضروری تھا۔ جن کو کنایۃً اُس نظم میں لکھا ہے۔
لہذا اُس مراسلہ کی وضاحت کے لئے مذکورہ بالا حالات ضروری سمجھ کر لکھدیئے ہیں تاکہ ان کو پڑھ کر نظم اور اس کے کنایات کا سمجھنا آسان ہووے۔
بلکہ اس خط کے آخیر میں خط یا مراسلہ کے مضمون کو ایسے اردو ترجمہ کی صورت میں لکھ دیا جائیگا۔ جس سے مضمون مراسلہ ذہن نشین ہو سکے گا۔ اس کمی کیوجہ سے مراسلہ کے مضمون کا سمجھنا اور مطلب پر عبور ہونا آسان نہ تھا۔

نوٹ مختلف کتب تواریخ مثلاً "پنتھ پرکاش" "تاریخ مؤلفہ مفتی خیرالدین بٹالیہ" وغیرہ کے مطالعہ سے بعض باتوں میں جزوی اختلاف پایا جاتا ہے جس سے نفس تاریخ اور اُس کے مقاصد میں تو کوئی ہرج واقع نہیں ہوتا۔ اور اس کی صحت اور درستی ہونا البتہ باقی رہ جاتی ہے۔ مثلاً ماتا گوجری فتح سنگھ اور جوجھار سنگھ اپنے پوتوں کو لے کر سرسہ ندی کو عبور کر کے جبکہ گورو گوبند سنگھ جی کا مقابلہ دشمن سے ہو گیا۔ مع اپنے رسو یا ملازم کے موضع سہیڑی چلی آئیں اور اُس نمک حرام ملازم نے قریب تر موضع مورنڈہ کے جانی خاں اور مانی خاں راجپوتوں کو خبر دی۔ جو دونوں صاحبزادگان اور ان کی دادی کو حراست میں لے کر صوبہ سرہند کے پاس

یادداشت: پیدائش سمبت ۱۷۲۳ بکرمی۔ وفات کا تنک شدی سمبت ۱۷۶۵ ب کل عمر ۴۲ برس تھی۔ ۱۳ پوہ

لے گئے - چونکہ دیوان سجانند نے گورو صاحب کے بیٹے کو اپنی بیٹی کے ناطہ کا شگن بھیجا تھا۔ جسے گورو صاحب نے نہ معلوم وجوہات کی بنا پر نامنظور کر دیا تھا۔ اس انتقام لینے کے لئے سجانند نے صوبہ سرہند کو مشورہ دیکر صاحبزادوں کو سزا دینے کے لئے شیر محمد خاں جس کے باپ کو گورو صاحب نے قتل کیا تھا۔ اس کے باپ مقتول کے قاتل گورو صاحب کے بیٹوں کا بدلہ لینے کے لئے سپرد کر دیا۔ خضر خاں بھی موجود تھا۔ جس کے بھائی ناہر خاں کو گورو صاحب نے قتل کیا تھا۔ مگر سچے سورما اور دانا شیر محمد خاں و خضر خاں نے سر ہلا کر جواب دیا۔ کہ ہمارا بھائی تو میدان جنگ میں لڑ کر بہادرانہ شہید ہوا تھا۔ ان معصوم اور شیر خوار بچوں سے ہم کیا بدلہ لیں گے۔

اس کے بعد جلاد نے بحکم حاکم سرہند گھٹنے کے نیچے دبا کر ذبح کر دیا۔ یعنی دیوار میں چنوانے کی کہانی غلط ہے اور اصل یہی ہے۔ کہ قتل کر دیئے گئے۔ جن کو ما بعد داہ سنسکار کرنے کے لئے دوسرا مقام بصرف زر کثیر حاصل کیا گیا۔

بعض مورخوں نے لکھا ہے۔ کہ صاحبزادگان اجیت سنگھ اور جھوجھار سنگھ گورو صاحب کے ساتھ چمکور کے موقعہ میں شہید ہوئے۔ اور ماتا جی کے ساتھ زور آور سنگھ اور فتح سنگھ بمقام سرہند قتل کر دیئے گئے۔ اور بعض مصنفوں نے لکھا ہے۔ کہ فتح سنگھ اور جھوجھار سنگھ جی ماتا جی کے ساتھ آئے تھے۔ اس میں کلام نہیں۔ کہ صاحبزادہ اجیت سنگھ جی چمکور میں شہید ہوئے اور فتح سنگھ جی سرہند میں۔ اختلاف صرف اسی قدر ہے۔ کہ آیا سرہند میں جھوجھار سنگھ جی تھے یا زور آور سنگھ جی علی ہذا چمکور میں ان دونوں میں سے کون تھے۔ تاریخی نکتۂ خیال سے بالکل معمولی بات ہے۔ مگر کثرت مطالعہ اور قسم قسم کی کتب تواریخ کے زیر نظر رہنے نے یہ موشگافی کی صورت پیدا کر دی ہے۔ ورنہ ختم کلام اس پر ہے۔ کہ گورو جہاراج اور اُن کا پریوار دھرم اور ملک کی راہ میں پروانہ وار ایک ایک کر کے شہید ہو گیا۔

دوسری بات۔ سرہند میں ماتا جی کو مروا ہے کتریوں کے گھر میں قید رکھا گیا

اور شہزادے پوری کھتریوں کے مندر میں پانچ روز تک بھوکے پیاسے مقید رکھے گئے
جب ان کے شہید ہونے کا دل ہلا دینے والا سانحہ عمل میں آیا۔ تو اس واقعہ کی خبر
پاکر ماتاجی نے کٹار پیٹ میں گھونپ لیا۔ اور جان دیدی۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ خونی
برج متصل کچہری صوبہ ہیں یہ لوگ قید رہے۔ خبر مذکور سن کر ماتاجی نے برج
سے گرکر جان دیدی یا ویسے فرط غم سے ان کی روح جسم خاکی سے ہیکنٹھ دھام کو اڑ
گئی۔ غرضیکہ اختلاف بیانی ہے۔ جسے میں نے ناظرین اور مورخین کی رائے پر چھوڑ دیا
تاکہ زمانہ مستقبل میں تحقیقات اور چھان بین سے کسی ایسے نتیجہ پر پہنچ جائیں۔ جس پر
پہونچنے سے میں اب تک قاصر رہا ہوں۔ "بندہ پرسرام"

اگر آپ کی خواہش ہے کہ ہمارا اشتہار ہندوستان کے کونے کونے میں پہنچ جائے تو جلد خط وکتابت کیجئے

اعلان

رئیس ہند کے خاص نمبر جس امتیازی شان کے حامل ہوتے ہیں وہ قارئین کرام

پر

بخوبی روشن ہے۔ چنانچہ اب کارپردازان رئیس ہند نے افسانہ نمبر شائع کرنے کا
فیصلہ کیا ہے جس میں ملک بھر کے مایہ ناز افسانہ نگار اصحاب کے شاہکار درج ہونگے
کوشش کی جارہی ہے کہ اس نمبر کو ظاہری و باطنی خوبیوں کا دلکش مرقع بنایا جائے
یقین کیا جاتا ہے کہ رئیس ہند کا یہ نمبر اردو صحافت میں یقیناً ایک بے نظیر اور
قابل مطالعہ نمبر ہوگا۔ افسانہ نگار صاحبان کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اپنے اپنے
افسانہ ۲۰ جولائی تک بھیجدیں تاکہ انھیں بہترین جگہ دی جاسکے ایجنٹ صاحبان بھی
نوٹ فرمالیں کہ وہ جسقدر زائد نمبر منگوانا چاہیں ۲۵ جولائی سے پہلے پہلے اطلاع
دیں مشتہرین کیلئے یہ نادر موقعہ ہے۔ شرح اجرت اشتہارات بہت ہی کم رکھی گئی ہے
اشتہارات جلد بھیجکر جگہ ریزرو کرالیجئے۔ منیجر۔

خط

مرسلہ گورو گوبند سنگھ بنام شہنشاہ ہند محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر

کمال کرامات قائم کریم — رضا بخش و رازق رہاکن رحیم

امان بخش بخشندۂ دستگیر — خطا بخش روزی دہ و لپذیر

شہنشاہ روزی دہ و رہنموں[1] — کہ بے گون[2] و بے چون[3] و چون بے نمون[4]

نہ سازو نہ بازو نہ فوج و فرش — خداوند بخشندۂ عیش و عرش

جہاں پاک جبار ظاہر ظہور — عطا میکند ہمچو حاضر حضور

خطا بخشد و پاک پروردگار — رحیم است روزی دہ و ہر دیار

کہ صاحب دیار است اعظم عظیم — کہ حسن الجمال است رازق رحیم

کہ صاحب شعور است عاجز نواز — غریب الپرست و غنیم[5] الگداز

شریعت پرست و فضیلت مآب — حقیقت شناس و نبی الکتاب

کہ دانش پژوہ است صاحب ظہور — حقیقت شناس است ظاہر ظہور

شناسندۂ علم عالم خدائے — کشائندۂ کار عالم کشائے

گزارندۂ کار عالم کبیر — شناسندۂ علم عالم امیر

۱ رہنما۔ ہادی۔
۲ بغیر کسی رنگ و روپ کے۔
۳ بے مثال
۴ عدیم المثال
۵ غنیم الگداز ناموزوں ہے۔ مگر ضرورت شعری سے لکھ دیا گیا ہے۔ (باقی آئندہ)

مرآۃ الغیب

یعنی

بھرگو سنگتا کا اردو ترجمہ

یہ سنسکرت کی علم جوتش کی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ دم بھر
میں مالداری و مفلسی عزت و دولت عمر بھر کے رنج و راحت
تجارت کا فائدہ و نقصان ازدیاد کی نسل تعداد سالہائے
عمر متوسلین دوستوں اور دشمنوں کا حسن و قبح
باسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ آئینہ سکندری یا جام جم کو
سنسکرت کی پراچین کتابوں کا خلاصہ اور دیدہ ریزی و نکات
جوتش کا چاند پر ہا ہے لمحہ لمحہ سے گھنٹے بنا کر دن سے
رات رات سے دن کر کے آنکھوں سے محبت کا تیل
ٹپکا لکھی گئی ہے۔ بے تعداد نقشے نظارہ ستارگان وغیرہ
کمال محنت سے فراہم کئے گئے ہیں اعلیٰ کاغذ پر خوش خط
چھاپی گئی ہے۔ **قیمت** ایک روپیہ چار آنہ ہے

چند جلدیں باقی رہ گئی ہیں

مطبع پرکاش پریس میں پنڈت پیارے لال شرما پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا

فروری ۳۵ء

ہندوستان کا واحد ممتاز الاثر علمی و ادبی و اخلاقی

ماہوار صحیفہ

ریاست ہند

دارالسلطنت دہلی

یعنی

گوناگوں دلچسپیوں کا بہترین مجموعہ

پروپرائٹر

ساحر رشنامی

گلزار بہار (باتصویر)

معروف بہ

بزم نظم برہمن

یعنے

بلبل ہندوستان ہندوئے فارسی داں رائے رایاں پنڈت چندربھان برہمن میر منشی

شہزادہ دارا شکوہ و دیوان شاہجہاں و دیوان اعظم اور انگریزی

کلیات کلام منظم

مشتملبر

کمل دیوان شریف ۲۰۳ غزلیات ۵۴ رباعیات ۱۲ اشعار ۴ قصائد، مثنوی ہفت بحر مع مفصل سوانحعمری

جامع و اکمل مزین بہ تصویرات شاہجہاں، دارا شکوہ، برہمن و نمونہ خط نستعلیق آمیز شکستہ حجم ۲۴۴ صفحات قیمت ۳

مراۃ الغیب

یعنے

بھرگو سنگتا کا اردو ترجمہ

یعنی یہ وہ کتاب ہے جس کی شہرت شرق سے غرب تک ہر گوشۂ دنیا میں پھیل چکی ہے۔ اسے

آئینہ سکندر کہو یا جام جم

اگر آپ

آئندہ واقعات و حالات قبل از وقت معلوم کرنا چاہتے ہیں اور خواہش ہے کہ آپ کی زندگی ہر طرح

سے کامیاب ثابت ہو تو آج ہی مشہور عالم کتاب مراۃ الغیب یعنی سنسکرت کی مستند کتاب کا اردو ترجمہ

منگوا کر مطالعہ فرمائیں قیمت صرف عہ پتہ:- **چیف مینیجر ریاست ہند دہلی**

باہتمام مسٹر کے ایل۔ یکتا۔ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر دلی پرنٹنگ ورکس میں طبع ہو کر شائع ہوا۔

شریمد بھگوت گیتا (پہلا ادھیائے) مترجمہ جناب نظر سوہانوی پر مرزا خادم کا تبصرہ

بحسن اتفاق رسالہ رہنمائے تعلیم ماہ جون کے صفحہ ۵۱ پر بھگوت گیتا پہلا ادھیائے مترجمہ جناب نظر سوہانوی پر مرزا خادم کے اعتراضات خاکسار کی نظر سے گذرے مرزا خادم کے اعتراضی مضمون کے شروع میں جناب جوش صاحب ملسیانی مدیر حصہ نظم رسالہ رہنمائے تعلیم نے بھی چند سطور بطور تمہید تحریر فرمائی ہیں اور اس تمہید میں جناب جوش نے مرزا خادم کے بعض اعتراضات کو تو بالکل بیجا اور بے بنیاد قرار دیدیا ہے مگر بعض اعتراضات کی طرف آپ نے بھی اشارۃً توضیح فرمایا ہے اس لئے ایک حقیقت نگار نقاد کی حیثیت سے خاکسار کو تحرک ہوا۔ کہ حضرت مرزا خادم کے اس تبصرہ کا صحیح جائزہ لیا جائے کہ وہ کہاں تک صداقت پر مبنی ہے خاکسار کے مضمون کو بھی خدمت فن پر محمول فرمایا جائے کیونکہ یہ مضمون کسی تردیدی جذبہ سے متاثر ہو کر نہیں لکھا گیا صرف حقیقت کی نقاب کشائی منظور ہے۔ مرزا خادم نے شری مد بھگوت گیتا مترجمہ جناب نظر سوہانوی کے صرف پہلے ادھیائے پر اعتراض کئے ہیں۔ مرزا صاحب کے اس تنقیدی مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف پہلے ادھیائے کا منظوم ترجمہ پمفلٹ کی شکل میں ملاحظہ فرمایا ہے جسے وہ دو اعتراضات سے تقریباً دو تین سال قبل نظر کے کسی عینی عقیدتمند نے بلا اجازت صاحب اگانہ شکل میں شائع کرا دیا تھا۔ حالانکہ یہ ترجمہ ابھی زیر فکر تھا۔ جب جناب نظر کو اس پمفلٹ کے شائع ہونے کی خبر ملی تو صاحب موصوف نے تمام پمفلٹ تلف کرا دیئے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا خادم کے کہیں وہی پمفلٹ ہاتھ آ گیا۔ اور مرزا صاحب نے اسی پر اعتراضات جڑ دیئے۔

کاش کہ یہ مکمل و مبسوط منظوم ترجمہ از جناب نظر سوہانوی (جو نغمۂ الہام یعنی کلام ربانی
... کے نام... سے ورود اعتراضات سے تقریباً چھ ماہ پیشتر شائع ہو کر نہ صرف مقبول
عام ہو چکا ہو بلکہ ملک کے بہترین علما و فضلا و نقادان فن نے اسے بھگوت گیتا کا بے نظیر
ولاجواب ترجمہ قرار دے دیا ہے حضرت خادم کے اعتراضات کرتے وقت پیش نظر ہوتا تو
اکثر اعتراضات کرنے کے لئے تو مرزا صاحب کے قلم کو جنبش تک کی بھی نوبت نہ پڑتی۔

اب رہا دیگر اعتراضات کا معاملہ قطع نظر اس حقیقت کے جو خاکسار نے اوپر لکھی ہے مرزا خادم
کے بعض اعتراضات محض قوت بیانیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور محض خیالی ہیں ان اعتراضات
سے یہ مکمل طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ مرزا صاحب شری مدبھگوت گیتا کے اصل مفہوم سے قطعی
بے خبر ہی نہیں بلکہ آپ نے کبھی بھولے سے بھی شری مدبھگوت گیتا کو نہیں پڑھا۔ جہاں
جناب نظر نے دریا کو کوزہ میں بند کرنے کے مصداق واقعہ نگاری کی ایک شاندار مثال
پیش کی ہے وہاں حضرت خادم نے وقائع نگاری سے قطع نظر خصوصیات ترجمہ کو قطعی
فراموش کرتے ہوئے ایسے بیجا و لغو اعتراضات بھی کر دیئے ہیں جن کے توسل سے مترجم
نے حق ترجمہ ادا کیا ہے اصل مضمون یا واقعہ کو جہاں مترجم نے اسے بجنسہٖ ترجمہ کر کے اپنی
قادرالکلامی کا ثبوت دیا ہے وہاں مرزا خادم نے اُن کی کفالت بھی جناب نظر کے ذمہ
ڈال دی ہے اگرچہ اصلیت یہ ہے۔ کہ جناب نظر شری مدبھگوت گیتا کے مترجم ہیں مصنف
نہیں۔ اصل واقعات کی غلطی (اگرچہ وہ غلطی نہیں پھر بھی اگر اسے دو منٹ کے لئے غلطی تسلیم
کر لیا جائے) ہرگز ہرگز مترجم کی غلطی نہیں کہی جا سکتی ہاں اُس وقت مرزا خادم ایسے اعتراضات
کرنے میں حق بجانب ہوتے اگر منظوم ترجمہ جناب نظر کے تخیّل کا نتیجہ ہوتا جب جناب نظر
نے اسے مترجم کی حیثیت سے نظم کیا ہے تو اصل واقعہ کی غلطیوں کا اطلاق مترجم پر نہیں ہو سکتا
اگر وہ ایسا کرتے تو ان کا ترجمہ کسی طرح صحیح ترجمہ نہ کہلا سکتا۔

مرزا خادم نے اسی اعتراضی مضمون کی تمہید میں اپنی نیک نیتی اور حسن عقیدت کا مظاہرہ

کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ان اعتراضات کو محض نیک نیتی کا اقتضا اور حسن عقیدت پر محمول سمجھا جائے۔ اگر مرزا خادم کے یہ الفاظ واقعی اُن کے دلی جذبات و خیالات کے آئینہ دار ہوتے اور ان میں تصنع کی رنگ آمیزی نہ ہوتی تو مرزا صاحب کا مقدم فرض یہ تھا کہ وہ اعتراضات کرنے سے پیشتر اصل بھگوت گیتا کو مطالعہ فرمانے کی زحمت گوارا فرماتے اور وہ بھی اُس مستند سنسکرت گیتا کا جس کا ترجمہ جناب نظر نے کیا ہے اور یا اگر مرزا صاحب نے علامہ نظر کے مکمل و جامع ترجمہ کے محض پہلے دھیائے پر اعتراضات کرنے کو اپنی شہرت اور قابلیت کا ذریعہ کار بنایا ہے تب بھی آپکو اعتراضات کرنے وقت وسعت نظری، انصاف پسندی کے صدقہ میں زیادہ کاوش کرنے کی تکلیف اٹھانی چاہئے تھی حقیقت یہ ہے کہ اگر مرزا خادم نے وسعت نظری و انصاف پسندی کو اپنا رہبر بنایا ہوتا تو آپ کو اسقدر تکلیف گوارا فرمانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی اور منظوم بھگوت گیتا کے ظاہری و باطنی محاسن آپ کو اپنی گود میں لے لیتے۔ اس لئے جذبۂ صداقت سے متاثر ہو کر محترم ناظرین رہنمائے تعلیم و دیگر اصحاب کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے ذیل میں کل اعتراضات کا نمبروار جواب دیا جاتا ہے۔

نوٹ۔ مرزا خادم کی بجائے معترض اور جوابات عرض کرنیوالے کی طرف سے انصاف پسند لکھا جائیگا۔

(۱) اعتراض ؎ کوردیپ دھرت راشٹ عالی گہر۔ لولا سنجے سے کہ اے نیکو سیر

معترض۔ مصرعہ اول میں دھرت راشٹ کی ٹ وزن سے گرتی ہے اور اگر اسے تقطیع میں شمار کیا کیا جائے تو مصرعہ ساقط الوزن ہوتا ہے۔

انصاف پسند۔ جناب معترض ٹ زائد الوزن ہی نہیں بلکہ خارج التقطیع ہے ہندی اور فارسی زبان کے اکثر ایسے الفاظ جن کے ہر دو آخری حروف شت ست شٹ سٹ ہوتے ہیں ان کا حروف ماقبل کوئی ساحرف علت ہوتا ہے عہ کہ خارج از تقطیع سمجھے جاتے ہیں ذیل کی امثلہ میں دوست اور زلیست کی "ت" تقطیع میں نہیں لیجائیگی۔ غالب ؎

عشق سے طبیعت نے زلیست کا مزا پایا — درد کی دوا پائی درد لا دوا پایا
دوست غمخواری میں میری سعی فرمائینگے کیا — زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئینگے کیا

عہ مثلاً دوست زلیست وغیرہ الفاظ کے آخری حروف اصول ہجے کے لحاظ سے بلا حرکت ہوتے ہیں اور یہ آخری حروف السقاط ہو جاتے ہیں۔

نیز دوسری زبان کے اسمائے صرفہ اردو میں استعمال کرتے وقت حروف علت کا گرا دینا ناجائز نہیں
علاوہ اس کے اصل منظوم ترجمہ میں یہ شعر اس طرح ہے ؎

کور دیدہ راجہ عالی گہر سنج سے بولا کہ اے نیکو سیر

فرمائیے! اب بھی کوئی اعتراض ہے

(۲) اعتراض ؎ گورکشیتر کی زمین پاک پر رزمگہ کی تشنۂ خوں خاک پر

معترض۔ کورکشیتر کی زمین اگر پاک ہے تو وہ تشنۂ خون نہیں ہو سکتی اگر تشنۂ خون ہے تو زمین پاک نہ رہی۔

انصاف پسند۔ معترض کا یہ اعتراض بیجا ہی نہیں بلکہ اصلیت سے بھی برعکس ہے۔ کیونکہ مترجم نے یہاں واقعہ نگاری کا حق ادا کیا ہے مشہور جنگ مہابھارت کے متعلق ہندوؤں کے بزرگان دین اور مہرشی بیاس جی نے سینکڑوں سال پیشتر پیشینگوئی کی تھی کہ مہابھارت کا مشہور خونریز جنگ کورکشیتر کی مقدس زمین پر ہوگا اور اسی زمین پر شری مدبھگوت گیتا جیسا عدیم المثال گیان رجن کے توسل سے دنیا تک پہونچے گا۔ اسی لئے جناب نظر نے ان دونوں امور کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس واقعہ کو موزوں طریق پر نظم کیا ہے اور اہل بصیرت بخوبی سمجھ گئے ہونگے کہ جناب نظر اس واقعہ کے ترجمہ میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اور انہوں نے اپنی خداداد ذہانت اور قادرالکلامی سے دریا کو کس طرح کوزہ میں بند کیا ہے۔ قطع نظر اس کے خون خون میں فرق ہے یہ زمین نہتوں کے خون کی پیاسی نہیں یہ زمین مجبور بچوں و بیکس عورتوں اور ضعیفوں کا مقتل نہیں یہ زمین بے زبانوں لاچاروں کا مذبح نہیں بلکہ ظالموں کے خون کی پیاسی ہے جو اس کی پاکیزگی پر چار چاند لگاتا ہے۔ اس خون کی تقدیس سے انکار کرنا تمام شہیدوں کی شہادت سے منکر ہونا ہے اور تمام مقامات شہادت کی تقدیس و تبریک سے انکار کرنا ہے۔

(۳) اعتراض۔ سنج جو دھرت راشٹ کا قاصد ہے اسے رزمگہ کے حالات سنانے شروع کرتا ہے۔ اور کہتا ہے ؎

سنجے بولا اے شہ عالی وقار — تاجدارِ بے عدیل روزگار

راجہ دریودھن ترا لختِ جگر — بانٹے پیکار آمادہ بہ شر

معترض - جائے غور ہے کہ قاصد سنجے مہاراجہ دھرت راشٹر ایسے مطلق العنان شہنشاہ کے سامنے جسے وہ شاہ عالی وقار اور تاجدار بے عدیل روزگار کہہ کر خطاب کرتا ہے اس کے لختِ جگر کو آمادہ بہ شر کہہ سکتا ہے؟ آمادہ بہ شر کی ترکیب بھی قابلِ اعتراض ہے آمادہ شر ہوتا ہے۔

انصاف پسند - مرزا خادم یہاں سنجے کو دھرت راشٹر کا قاصد بتاتے ہیں (جس سے غالباً ان کی یہ مراد ہوگی کہ وہ ہر روز ہستناپور سے کوروکشیتر کے میدان میں ۸۰ کوس کا فاصلہ طے کر کے جایا کرتا تھا اور واپس آکر راجہ کو تمام حالات سنایا کرتا تھا۔ یہ مرزا خادم کی ناواقفیت کی روشن دلیل ہے اور ہمارے تمہیدی خیال کی زبردست تائید) اور فرماتے ہیں کہ سنجے ایک مطلق العنان شہنشاہ کے سامنے جسے وہ عالی وقار، تاجدار بے عدیل روزگار کہہ کر خطاب کرتا ہے اس کے لخت جگر کو آمادہ بہ شر نہیں کہہ سکتا۔ اول تو معترض کا یہ اعتراض مترجم پر عیب نہیں لا سکتا مترجم نے ترجمہ کیا ہے اور حرف بحرف۔ اگر مترجم ترجمہ کرتے وقت واقعات کے مناسب یا غیر مناسب ہونے کا خیال رکھتا تو وہ صحیح ترجمہ نہ ہوتا دوسرے یہ واقعہ سے بھی خلاف ہے کیونکہ .... راجہ دھرت راشٹر چیر ہرن لاکھ کا محل، قمار بازی وغیرہ میں دریودھن نے جو پارٹ ادا کیا ہے اس سے راجہ دھرت راشٹ خوش و متفق ہی نہ تھا۔ بلکہ اس کی ان حرکات کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور اس نے بارہا اسے ایسے اعمال بد سے اجتناب کرنے کی نصیحت کی تھی اور یہ امر مسلمہ ہے کہ باپ بیٹوں میں اختلاف رائے رہا۔ تیسرے زمانہ قدیم کی ہندی تہذیب میں ریاکاری اور ظاہرداری سے کوئی انس نہ تھا اصلیت بیان کرنا ہی جوہر انسانی سمجھا جاتا تھا اس لئے ایسی صورت میں دریودھن کو جس کے طرز عمل سے سب ناخوش تھے اس کے باپ کے سامنے آمادہ بہ شر کہنا بیجا نہیں۔

دوسرا اعتراض آمادہ بہ شر کی ترکیب پر ہے یہ بھی فضول ہے فارسی نظم و نثر سے آمادہ بہ قتل

اماده بہ شر وغیرہ بہت سی اسناد مل سکتی ہیں ۔ مثلاً

آمادہ بہ قتلِ من ہے اس شوخ ستمگار ے ۔۔۔۔ اک طرفہ تماشا ہیں نا کردہ گنہگار رے

اور الطاف نواز اصحاب نے بخوبی سمجھ لیا ہوگا کہ ایک ہی مصرعہ میں دو دو اضافت ہمزہ آجانے سے شعر پھیکا ہو جاتا جو زور اماده بہ شر کی ترکیب میں ہے۔ وہ روشن ہے۔

(۴) اعتراض ۔ یوں دردنا چارج سے گویا ہوا ۔ یوں نگاہِ لطف کا جویا ہوا

معترض ۔ جویا ہوا سے طالب ہوا مرادلی ہے ۔ حالانکہ جویا کے یہ معنی نہیں

انصاف پسند ۔ باریک بیں اصحاب بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس شعر میں لفظ جویا کا استعمال نہایت مناسب اور برمحل طریق پر ہوا ہے ۔ مرز خادم کا یہ اندازہ درست ہے کہ جویا سے طالب مرادلی ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ مراد غلط کیوں ہے جویا جستن مصدر سے ہے ۔ جس کے معنی ہیں تلاش کرنے والا متلاشی ۔ خواہشمند اور ہمیشہ جستجو سے پہلے طلب پیدا ہوتی ہے گویا دریودھن درونا چارج کے دل میں اتر کر اس کا لطف آمیز جواب اس کی آنکھوں سے لینا چاہتا تھا یعنی اس کے دلی خیالات کا جائزہ لینا چاہتا تھا اور اصل منظوم گیتا میں یہ شعر اس طرح ہے ۔

یوں درون اُستاد سے گویا ہوا ۔۔۔۔ یوں نگاہِ لطف کا جویا ہوا

امید ہے حضرت خادم اس حقیقت سے انحراف نہ فرمائیں گے کہ شاگرد اُستاد کے لطف کا ہمیشہ جویا ہوا کرتا ہے ۔ اور یہ بہترین مناسبت ہے ۔

(۵) اعتراض ۔ اے یل سرآمد جنگ آوراں ۔۔۔۔ ناوک افگن تارِشِ ہندوستاں

معترض ۔ اے یل سرآمد جنگ آوراں ۔ بالکل بے معنی بات ہے یل کی معنی پہلوان شجاع اور دراز اولوالعزم ہیں ۔ جنگ آوروں کے سردار کے پہلوان بالکل بے معنی بات ہے ۔

انصاف پسند ۔ جناب جوش نے اپنے نوٹ میں ذیل کی سطور لکھ کر اس اعتراض کو بالکل ساکت کر دیا ہے " بعض اعتراضات ایسے بھی ہیں جہاں راقم مضمون کے قلم کو لغزش بھی ہوئی ہے ۔ مثلاً " اے یل سرآمد جنگ آوراں " اس مصرعہ میں یل موصوف ہے ۔

اور باقی الفاظ کو مضاف الیہ سمجھ کر ترکیب کو بے معنی بتلایا ہے اس طرح بعض اور مثالیں ہیں جن میں اعتراض کی گنجائش نہ تھی اگر جناب جوش کے اس منصفانہ جواب سے بھی مرزا صاحب مطلق نہیں ہوتے تو ان کی سہولت کے لئے ترجمہ بھی کئے دیتا ہوں سنئے " اے جنگ آوروں کے سرتاج پہلوان

(۶) اعتراض ؎

پانڈوں کا لشکر جرار دیکھئے — کس طرح ہے مائل پیکار دیکھئے

اٹھو جا با دشمن سینہ ستیزہ — درو پدی کے پانچوں فرزندان تیز

اس لئے اے دوستان با صفا — دست بستہ ہے یہ عرض مدعا

از نگہ پھر ڈالی ارجن نے نگاہ — کرشن سے بولا کہ اے گردوں پناہ

درمیاں ان دونوں فوجوں کے شتاب — میرے رتھ کو لے چل اے والا خطاب

معترض۔ اشعار بالا میں خط کشیدہ الفاظ بیکار محض برائے بیت ہیں۔

انصاف پسند۔ خدا معلوم معترض کو دیکھئے کی تکرار کیوں قبیح معلوم ہوتی ہے میں اسے مستحسن سمجھتا ہوں یہ تکرار دریودھن کے جذبہ انتقام کی انتہا کا اظہار کرتی ہے اور درونا چارج کو زیادہ متوجہ کرنے کا ذریعہ ہے دوسرے شعر کے مصرعہ اولیٰ میں سینہ سپر بیکار محض بتلانے سے معترض کی مراد حشو و زوائد کی تعداد میں اضافہ کرنا ہے ایک جنگجو بہادر جو میدان کارزار میں آمادہ پیکار ہے اس صفت کا حامل نہیں ہوگا۔ تو اور کون ہوگا مصرعہ ثانی میں لفظ تیز کا زاید بتلانا جناب معترض کا ہی حصہ ہے۔ یہاں تیز بمعنی بہادر استعمال ہوا ہے اس لئے اس لفظ کو شعر سے جدا کرنا گویا اس کا سارا مفہوم کھو دینا ہے تیسرے شعر میں مدعا کو زائد کہنا مدعا کا فوت کرنا ہے۔ کیونکہ عرض مدعا اکثر استعمال ہوتا ہے۔ نیز یہ شعر اصل منظوم ترجمہ میں اس طرح ہے ؎

اس لئے اے دوستان با صفا — ہے یہ عرض والتجا و مدعا چوتھا اور پانچواں شعر قطعہ بند ہیں ان کی نثر یوں ہوتی ہے۔

ارجن نے از نگہ پھر نگاہ ڈالی اور کرشن سے بولا۔ اے گردوں پناہ اے والا خطاب "

میرے رتبہ کو شناب ان دونوں لشکروں کے درمیان لے چل" اہل نظر دیکھ لیں کہ وہ الاخطاب کس طرح بیکار محض ہے۔ ارجن ساعقیدت مند اپنے رہنما۔ دوست۔ سالک۔ معبود۔ رتبہ بان قابل پرستش رتبہ دار۔ غرضیکہ سب کچھ کو جوش عقیدت میں کئی القابوں سے ملقب کرتا ہے۔ یہ تو فرط ارادت کا ثبوت ہے۔

(۱) اعتراض ؎ موصف آرایئے افواج ہے ہر جواں آمادۂ تاراج ہے

معترض۔ مصرعہ اولیٰ کی ترکیب غلط ہے۔ بجائے افواج موصف آرا ہے" کیا بات ہوئی۔ موصف آرائی افواج ہے" صحیح ہے مصرعہ ثانی میں آمادۂ تاراج ہے" کہا گیا ہے۔ تاراج کے معنی لوٹ اور غارتگری ہیں۔ میدان کارزار میں فوجوں کی صف آرائی ہو رہی ہے۔ اور صف آرائی جنگ کے لئے لوٹ مار اور غارتگری کے لئے نہیں۔

انصاف پسند۔ دراصل یہ شعر اس طرح ہے ؎

موصف آرائی افواج ہے ہر جواں آمادۂ تاراج ہے

حیرت ہوتی ہے کہ کتابت کی معمولی سی غلطی کو بھی معترض نے ایک ذی فہم اور مستند شاعر کی غلطی قرار دیا ہے۔ دوسرا اعتراض بھی حقیقت سے اسی قدر دور ہے جس قدر جناب معترض شان نفاذ سے ہے چونکہ اول تو اس جنگ کی بنیاد دہرم پر تھی گویا حق و باطل کا جنگ تھا۔ اور دوسرے جنگ کا آخری نتیجہ تاخت و تاراج ہوتا ہے۔ یعنی شعر کے نفس مضمون سے یہ مطلب صاف آشکارا ہے کہ ہر جوان جوش غضب میں آغاز جنگ سے ہی انجام کے لئے فکرمند ہے۔ نیز تاراج کے لغوی معنی لوٹ مار غارتگری درست ہیں اور یہاں اس کا موقعہ استعمال بہت موزوں ہے در بودھن کی زبان سے جوش غضب میں اس لفظ کا اس مقام پر نکلنا جہاں لاکھوں بہادروں کا خون بہا جہاں ہندوستان کی تمام عظمت شوکت لٹ گئی۔ جہاں ہندوستان کی دائمی افلاس و بار کے سامان پیدا ہوئے بیجا نہیں۔ یہ لفظ اس عالمگیر اور جہاں سوز جنگ کے تمام نتائج و عواقب پر روشنی ڈالتا ہے اس سے بہادروں کی جنگ آوری اور شان پر کوئی حرف نہیں آتا۔

(۸) اعتراض ؎ میری جانب جو یلانِ کار ہیں میری سینا کے سپہ سالار ہیں

معترض۔ یلان کار بالکل بےمعنی ترکیب ہے۔

انصاف پسند۔ خادم صاحب یلان کار کی ترکیب کو بےمعنی ہی نہیں بلکہ بالکل بےمعنی بتاتے ہیں لیکن بلا وجہ مردانِ کار جس کے معنی کام کے مرد ہیں کی ترکیب تو خادم صاحب نے کہیں نہ کہیں پڑھی ہوگی وہاں یلانِ کار کے معنی کام کے پہلوان چیدہ چیدہ جنگ جو وغیرہ ہیں صرف یہ لکھ دینا کہ ترکیب بےمعنی ہے کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ اور یہ سطر اصل ترجمہ میں اس طرح ہے ؎

جو یلانِ کار ہیں۔ میری سینا کے سر و سالار ہیں۔

(۹) اعتراض ؎ بھیشم کرپا چارج دکیتا کرن۔ سام۔ تیج۔ الوبتا۔ دیکرن

معترض۔ یہاں بھیشم بروزن خلق باندھا گیا ہے لیکن دوسری جگہ بروزن فلق باندھا ہے۔ ؎

وہ بزرگ خاندان بھیشم جی۔ وہ بزرگ خاندان بھیشم جی

انصاف پسند۔ زبانوں کے بعض اسمائے معرفہ کا تلفظ بعض اوقات فارسی کو رمیں صحیح طور پر فصاحت کے ساتھ نہیں آسکتا۔ ضرورت وزن کے مطابق حروف علت کی ترمیم تنسیخ کے ساتھ دو طرح استعمال کرسکتے ہیں۔ مثلاً میرا۔ مرا۔ تیرا۔ ترا۔ اک۔ ایک۔

(۱۰) اعتراض ؎ اس لئے اے دوستانِ باصفا دست بستہ ہے یہ عرض مُدعا

معترض۔ اس سے پہلے اشعار میں درد ناچارج سے خطاب ہے دریودھن درد ناچارج کو اپنی فوج دکھا رہا ہے۔ اور اپنے سپہ سالاروں کے نام اور ان کی بہادریاں جتا رہا ہے سپہ سالاروں کے نام بتانے کے بعد کہتا ہے ؎ اس لئے اے دوستانِ باصفا۔ دست بستہ ہے یہ عرض مُدعا مقتضائے مقام تو یہ تھا کہ درد ناچارج سے اعانت کی درخواست کی جاتی۔ ہے لیکن یہاں۔ " دوستانِ باصفا سے عرض ہو رہی ہے جو خلاف مقتضائے بلاغت ہے۔

انصاف پسند۔ سخت حیرانی کی بات ہے کہ اتفاقات کی غلطی (جو درحقیقت غلطی نہیں) کو بھی معترض نے جو ش تنقید میں مترجم کی غلطی قرار دیدیا ہے شاید معترض کے یہ یاد نہیں رہا کہ

مترجم نے ترجمہ کیا ہے مقتضائے مقام ہونے نہ ہونے کا مترجم ذمہ دار نہیں۔

اعتراض ؎ رعد سا کڑکا عجب انداز سے۔ شیر گرجا سنکھ کی آواز سے

معترض۔ مصرعۂ اولیٰ کا فاعل بھیشم ہے۔ دوسرا مصرعہ بے معنی ہے۔

انصاف پسند۔ خادم صاحب فرماتے ہیں کہ مصرعۂ اولیٰ کا فاعل بھیشم ہے ان کی تائید کے لئے میں شعر بالا کا ماقبل یہاں درج کئے دیتا ہوں ؎ کوروں کی فوج کا بیناپتی۔ وہ بزرگ خاندان بھیشم جیسی یہ دونوں شعر قطعہ بند ہیں معترض دوسرے مصرعہ کو بے معنی بتاتے ہیں لیکن وجہ کوئی بیان نہیں کرتے حالانکہ اس مصرعہ کے معنی یہ ہیں سنکھ کی آواز سے شیر کی سی آواز پیدا ہوئی اس شعر کا مفہوم علم ادب سے ذرا بھی ذوق رکھنے والے اصحاب کی فہم سے تو بالاتر نہیں ہاں اگر معترض کی فہم سے بالاتر ہو تو ہو یا شاید جناب معترض کی لغت میں بے معنی کے کچھ اور معنی ہوں

اعتراض ؎ شور محشر سُن کے تھرّانے لگے۔ بزدلوں کے دم نکل جانے لگے

اعتراض ؎ اپنے سنکھوں کی زبانیں جوش سے مست ہو ہو کر بجانے لگ گئے۔

معترض۔ دم نکلنا محاورہ ہے۔ دم نکل جانا محاورہ نہیں" اس لئے دم نکل جانے لگے" کی بجائے دم نکلنے لگے کہنا چاہیئے۔

معترض۔ مست ہو ہو کر بجانے لگے چاہیئے۔

انصاف پسند۔ خادم صاحب کا پہلے شعر میں اعتراض ہے کہ دم نکلنا محاورہ ہے دم نکل جانا محاورہ نہیں اور دوسرے شعر میں مست ہو ہو کر بجانے لگ گئے کی بجائے مست ہو ہو کر بجانے لگے۔ درست ہے۔ دراصل جانا۔ آٹھنا۔ لگنا کے مشتقات جب مجرد افعال کو مزید فیہ بناتے بناتے ہیں تو محاورے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ مگر بعض اوقات اسلوب بیان میں خوبی یا نقص پیدا کرنے کا موجب بنتے ہیں۔ دم نکل جانے لگے اور بجانے لگ گئے موقع و محل کے لحاظ سے صحیح صورت میں ہی مستعمل نہیں ہوئے بلکہ بے نظیر ہیں۔ محاورۂ ذیل ملاحظہ ہوں پردہ آٹھنا۔ پردہ اٹھ جانا۔ پردہ اُٹھانا۔ پردہ اُٹھا دینا وغیرہ

نیز مناسبات کے لحاظ سے یہاں یہی لکھنا مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری ہے کیونکہ اگر بقول حضرت والا یہ لکھا جاتا کہ بزدلوں کے دم نکلنے لگے تو اس کا مفہوم یہ ہوتا کہ دم نکلنے شروع ہو گئے۔ مگر یہاں یہ مقصود نہیں۔ یہاں یہ مقصود ہے کہ جنگ کا شور محشر سن کر بزدلوں کے دم نکلنے والے ہو گئے۔ باریک بین اصحاب پر یہ حقیقت روشن ہو گئی ہو گی ا دوسرے شعرا وبا کمال نے بھی محاورات کی ترمیم و تنسیخ کی ہے۔ اور دوسرا شعر اصل ترجمہ میں اس طرح ہے۔ ؎ اپنے اپنے سنکھ جوش جنگ سے۔ مست ہو ہو کر بجانے لگ گئے

(۱۳) اعتراض ؎ تاکہ دیکھوں کون کون اس جنگ میں۔ عرصۂ پیکار صد فرسنگ میں

محاورہ۔ معترض۔ "عرصۂ پیکار صد فرسنگ" کی ترکیب غلط ہے۔"

انصاف پسند۔ معترض نے اپنے اکثر اعتراضوں میں دلیل اور وجہ کو بالکل دخل نہیں دیا حکماً غلط کہہ دیا ہم نہیں سمجھتے کہ اس ترکیب میں کونسی غلطی ہے۔ معترض کو غلط قرار دینے کے لئے کوئی ثبوت پیش کرنا چاہیئے۔

(۱۴) اعتراض ؎ اُف جونہی ارجن نے دیکھا سامنے۔ دونوں ہاتھوں سے لگا دل تھامنے

معترض۔ یہاں اُف بے معنی ہے۔

انصاف پسند۔ سخت حیرانی ہے کہ معترض نے ایک نہایت برمحل و موزوں الفاظ کو بیمحل قرار دے دیا۔ دراصل اُف بے محل نہیں بلکہ یہ تو شاعر کے اپنے جذبۂ استعجاب کا اظہار ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر میدان کارزار میں کھڑا بچشم خود ارجن کو حیران و پریشان ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہے اور ارجن کے حسیات منتقل ہو کر شاعر کے حسیات بن گئے ہیں۔

(۱۵) اعتراض ؎ دیکھ کر ان کو میرے ہاتھوں کا بل۔ کھو گیا اور سو گئے ہیں پاؤں شل

معترض "بل کھو دیا گیا" لکھنا چاہیئے اور ایک ہی مصرعہ میں

انصاف پسند۔ میرے خیال میں اس جگہ بجائے کھو دیا گیا کے کھو گیا ہی با محاورہ اور زیادہ فصیح ہے نیز ہر شخص کا نظریہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے کوئی کسی لفظ کو موزوں

سمجھتا ہے اور کوئی کسی لفظ کو۔

(۵) اعتراض ؎ گانڈیو اپ ہاتھ جو گر نبکو ہے۔ پانی امیدوں پر اب پھرنے کو ہے

معترض۔ گانڈیو بروزن فاعلن باندھا گیا ہے بروزن فعلن گانڈو ہونا چاہیئے۔

انصاف پسند جناب نظر نے اپنی خداداد قابلیت اور قادر الکلامی کو بروئے کار لا کر نہایت دانشمندی سے گانڈیو کو بروزن فاعلن (جو اس کا صحیح تلفظ ہے) ہی باندھ کر اپنے شعر کو ذم کے پہلو سے بچا لیا ہے۔ پر کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اگر گانڈیو بروزن فاعلن اپنے صحیح تلفظ کے ساتھ بندھ جائے تو کیوں حسب ارشاد جناب معترض بروزن فعلن گانڈو باندھ کر شاعر اپنے شعر کو ذم کی سنگین زنجیروں میں جکڑ دے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب معترض کو اپنے مجوزہ لفظ کے ساتھ کچھ عجیب انس ہے خیر یہ جناب معترض کا ذاتی معاملہ ہے اس سے ہمیں کوئی تعلق نہیں مگر علامہ نظر تو کیا کوئی بھی مہذب شخص لفظ گانڈیو جبکہ وہ صحیح التلفظ بندھ جائے جناب معترض کے مجوزہ تلفظ میں نہیں باندھ سکتا۔ نیز معترض کو اپنی عدم واقفیت کی صورت میں شیخ سعدی کے قول ؎

تا مرد سخن نگفتہ باشد ۔ عیب و ہنرش نہفتہ باشد پر عمل کرنا چاہیئے۔

(۶) اعتراض ؎ یہ اگرچہ آشنائی ہیں سبھی ۔ درحقیقت میرے بھائی ہیں سبھی

معترض۔ یہاں ایک سبھی زائد ہے اگر درحقیقت کی جگہ پر ہی لیکن کہا جاتا تو یہ عیب دور ہو سکتا تھا ؎ پھر بھی میرے بھائی ہیں سبھی۔

انصاف پسند۔ یہ شعر نکمل گیتا میں نہیں جناب معترض اصل شعر اس طرح ہے ؎

یہ ہیں گرچہ ناکارہ و بدشعار ۔ درحقیقت ہیں میرے سب یار غار

کہیئے اب تو کوئی اعتراض نہیں۔

(۸) اعتراض - ان کے مرنے کی مجھے شادی نہیں۔ کس نے کی ہے خانہ بربادی کہیں

معترض۔ کسی نے کی ہے خانہ بربادی کہیں ؟ لکھنا چاہیئے اگر کسی نے نہ آ سکتا ہو۔ تو

یوں کہا جائے ہے۔ کیا کہوں خود خانہ بربادی ہوں کہیں۔

انصاف پسند۔ سبحان اللہ کیا اصلاح کی ہے۔ واقعی معترض نے اس مصرعہ کو چار چاند نہیں بلکہ آٹھ چاند لگا دیئے ہیں آسمان ادب پر یہ اصلاح شدہ مصرعہ چاند کی طرح چمک رہا ہے اور معترض کے ذوق کی شعریت کو آشکارا کر رہا ہے۔ شعرائے کرام کو چاہیئے کہ وہ اپنا اپنا کلام جناب معترض کے پاس برائے اصلاح ارسال کریں۔ نیز معترض نے کس کا کس بنا کر دو سوالوں کا ایک بنا دیا نظر صاحب پوچھتے ہیں۔ وہ کون شخص ہے۔ جس نے خانہ بربادی کی وہ کونسا مقام ہے جہاں خانہ بربادی ہوئی اور خادم صاحب صرف مقام کے لئے استفسار فرماتے ہیں اس میں کیا مصلحت ہے پھر وزن کے مطابق اصلاح فرماتے وقت اس مصرعہ کو یوں لکھتے ہیں۔ کیا کہوں خود خانہ بربادی ہا کہیں۔ کہیں سے علامت سوالیہ کا یہ کیا موقع ہے پس کو باقی الفاظ مصرعہ سے علیحدہ کر کے پھر شامل کر کے دونوں صورتوں میں یہ مصرعہ مکمل ہو گیا ہے۔

(۱۹) اعتراض سے ہو گیا جن کا بیاں کل دہرم ناش۔ نرک میں ہوتا ہے ان دشٹوں کا باس

معترض۔ ناش کا قافیہ باس کے ساتھ ناجائز ہے۔

انصاف پسند۔ خاکسار نے جناب نظر کے اصل ترجمہ کا پہلا ادھیائے تو کیا اٹھارہ ادھیائے چھان مارے مگر کہیں یہ شعر نہ ملا دیکھا معترض صاحب ناواقفیت انسان کو کس طرح لوگوں کی نظروں سے گرا دیتی ہے۔

آخر میں ہم جناب معترض کے دلی شکر گزار ہیں کہ آپ نے اپنی ہمہ دانی کے اقتضا سے اردو داں طبقہ کو اپنے زریں خیالات سے فیضیاب کرنے کی زحمت گوارا فرمائی اچھا لیجئے کورنش بجا لا کر رخصت چاہتا ہوں۔

"یار زندہ صحبت باقی"

ساحر شناسی

از تحصیل پٹیالہ

قصبہ سنور

دربارہ تصدیق انتقال نمبر ۲۸۰ اراضی ۱۹ بیگہ کہاتہ ۱۰۳/۱۴۵۱ نمبر خسرہ ۳۲۵۵ و ۳۲۵۶ و ۳۲۵۹ و ۳۲۶۰ و ۳۲۶۲ و ۳۲۵۵ و ۳۲۶۱ واقعہ رقبہ سنور بدست بابو رام منجانب مسماۃ شنکری بیوہ کرپارام برہمن سکنہ پٹیالہ والدہ شام سندر نابالغ بالعوض مبلغ پانصد روپیہ

اشتہار بنام گروہ زراعت پیشہ وجدیان بائع

اندریں مقدمہ یکم چیت سمت ۹۱ تاریخ پیشی بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص زراعت پیشہ وجدیان بائع سے اراضی مندرجہ عنوان کو قیمت بازاری پر خریدنا منظور کرتا ہے اگر خریدار ہو۔ تو تاریخ مقررہ پر حاضر سررشتہ ہو کر درخواست پیش کرے۔ تحریر ۹ ر ماگھ سمت ۹۱

دستخط حاکم

مہر عدالت

اشتہار مجریہ عدالت نیابت نروانہ باجلاس سردار ٹھاکر سنگھ صاحب نائب ناظم نروانہ واقعہ ۴ ر پھاگن سمت ۹۱ زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

لالہ دھنپت رائے ولد پوکرمل مہاجن مخصل مرجودنا لوں پسران اندر شو رگر بنو پورہ حال نروانہ ٹھیکیدار شورہ مدعی

بنام عطرو پسر جیتو ساکن سنہر حال آباد ستشرانہ دہرسولی تعلقہ دڑبہ مدعا علیہم

دعوے مالہ روپیہ

اندریں مقدمہ ۲۶ ر پھاگن سمت ۹۱ تاریخ پیشی مقرر ہو کر بذریعہ اشتہار ہذا اتم مدعا علیہم کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تاریخ مقررہ پر اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی وجواب دہی مقدمہ ہذا کرو۔ بصورت دیگر حکم مناسب ہوگا۔ تحریر ۴ ر پھاگن سمت ۹۱

دستخط حاکم

مہر عدالت

بحکم سردار شوکمار صاحب و شسٹنٹ نائب ناظم دیوانی مالضلع ۱۰ فوری پھاگن ۱۹۹۱ء

اشتہار بنام بھاڈا رام ولد تلسی رام

سانگ رام ولد شب دیال مل سکنہ برٹیہ بنام بھاڈا رام ولد تلسی رام برہمن سکنہ ایضاً

دعویٰ روپیہ

اندرین مقدمہ ۱۲ ار چیت سمت ۱۹۹۱ تاریخ پیشی مقرر ہو چکی ہے جس میں مدعا علیہ مذکور کا مدعی کو ٹھیک پتہ سکونت نہیں ہے۔ اس لئے بذریعہ استہار اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ کرے۔ ورنہ حکم مناسب دیا جاوے گا۔ تحریر ۷ ار پھاگن سمت ۱۹۹۱

دستخط حاکم مہر عدالت

اشتہار مجریہ عدالت پنڈت آتمارام صاحب پانڈے نائب تحصیلدار برٹیہ واقعہ ۱۶ ار ماگھ سمت ۱۹۹۱

نوٹس بنام مدیون و ہر خاص و عام

شب چند بخش پسران کاہن جی ساکن طہرہ کا کام ہو گا پسر مٹرا ہتو فی قوم جٹ سکنہ اکبر پور

ڈگری دار بنام مدیون

مطالبہ مالہ ۔/۹ روپیہ

اندرین بارہ ۱۹ ار پھاگن سمت ۱۹۹۱ پیشی مدیون کو و ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ مکان مقروقہ مدیون کے بولی ڈگریداران نے لبعد وصول اجازت لقدر مطالبہ دی ہے اگر مدیون کو یا کسی دوسرے شخص کو موجودہ بولی میں کمی بیشی کے متعلق کوئی عذر ہو تو تاریخ مقررہ پر حاضر سرشتہ ہو کر میعاد ضابطہ کے اندر اپنا عذر پیش کرے بصورت دیگر نیلام مکان ڈگریداران کے نام منظور کر دیا جاوے گا۔ تحریر ۲۷ ر ماگھ سمت ۱۹۹۱

دستخط حاکم مہر عدالت

اشتہار بحکم سردار اچھیرا سنگھ صاحب نائب ناظم دیوانی صدر پٹیالہ واقعہ ۱۶ ماگھ سمت ۱۹۹۱

انوار الحسن خلف محمد حسین قوم شیخ ساکن پٹیالہ — مدعی

بنام — راحت حسین۔ ظہور الحسن۔ فیض الحسن پسران محمد حسین قوم شیخ ساکن پٹیالہ حال مقیم ریکالا والی ریاست بہاولپور — مدعا علیہم

دعوائے استقرار حق

اندریں بارہ فیض الحسن مدعا علیہ پر تعمیل نہیں ہوئی ہے۔ لہذا بتقرر ۲ پھاگن سمت ۱۹۹۱ مشتہر کیا جاتا ہے کہ تاریخ مقررہ پر فیض الحسن مدعا علیہ اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ کرے بصورت عدم حاضری احکام ضابطہ جاری ہونگے تحریر بر صدر رسنہ صدر

دستخط حاکم

مہر عدالت

اشتہار بحکم سردار اچھیرا سنگھ صاحب نائب ناظم دیوانی صدر پٹیالہ واقعہ ۱۱ ماگھ سمت ۱۹۹۱

فرم سلیکھو مل و چاتن مل ساکن چنڈی تحصیل پٹیالہ — مدعی

بنام — بنتا و بچنا پسران میلا قوم کہار ساکن کٹھرہ تحصیل پٹیالہ — مدعا علیہم

دعوائے دلا پانے مبلغ تین صد روپیہ

مقدمہ مندرجہ صدر میں بنتا ولد میلا قوم کہار ساکن کٹھرہ تحصیل پٹیالہ مدعا علیہ پر تعمیل سمن عدالت ہذا نہیں ہوئی ہے۔ مدعی نے درخواست میں ظاہر کیا ہے۔ کہ مدعا علیہ کا صحیح پتہ نہیں ہے۔ شملہ کی طرف رہتا ہے۔ لہذا بتقرر **۹ پھاگن** سمت ۱۹۹۱ مشتہر کیا جاتا ہے کہ بنتا مدعا علیہ مذکور اصالتاً یا وکالتاً تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ کرے بصورت عدم حاضری حکم مناسب دیا جاوے گا۔ تحریر بر صدر رسنہ صدر

دستخط حاکم

مہر عدالت

نوٹ۔ خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔ مینیجر۔

نہایت ضروری

عرضداشت رعایا ضلع سنام

بعالیخدمت جناب ریونیو منسٹر صاحب بہادر ریاست پٹیالہ

دفتر ہذا میں رعایا ضلع سنام کی طرف سے ایک عرضداشت موصول ہوئی ہے جس میں نہایت مدلل اور واضح طریق پر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ضلع کا صدر مقام سنام ہی ہونا چاہئے۔ بھوانی گڑھ کسی پہلو سے بھی اس کے لئے موزوں نہیں ہم بھی اسے پڑھکر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ بمقابلہ سنام کے بھوانی گڑھ ضلع کا صدر مقام ہونیکی کسی طرح بھی موزونیت نہیں رکھتا۔ صرف ہمارا ہی کیا خیال ہے۔ ہر ایک ذی علم و ذی ہوش انسان اس مشرح و مکمل عرضداشت کو پڑھکر ہمارے اس دعوے کی تائید کریگا تو پھر ہمیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ جناب راجہ بہادر کاہن چند صاحب ریونیو منسٹر ریاست پٹیالہ جیسے بیدار مغز و خیر خواہ ریاست اہل بھوانی گڑھ اس ناجائز مطالبہ کو بنظر استحسان دیکھیں ہمیں قوی امید ہے کہ جناب ریونیو منسٹر صاحب ضلع کا صدر مقام بدستور سنام ہی رہنے دیں گے۔ نیز وہ تمام کی تمام عرضداشت بوجہ طویل ہونے اور رسالہ کے قواعد کے مطابق درج نہیں ہوسکتی تھی۔ مگر ناظرین کی ضیافت طبع کو ملحوظ رکھتے ہوئے درج ذیل ہے۔

جنابعالی۔ اس وقت ضلع سنام کے صدر مقام کے تبدیل کرنے کا مسئلہ درپیش ہے۔ جو باشندگان بھوانی گڑھ کی تحریک پر پیدا ہوا ہے۔ اس کے متعلق پہلے بھی ۱۹۶۰ء میں باشندگان سنام کی طرف سے مفصل اور واضح طور پر مدلل درخواست میں عرض کیا گیا تھا کہ صدر ضلع سنام میں ہونا چاہئے۔ بھوانی گڑھ اس کے لئے کسی طرح موزوں مقام نہیں اس درخواست کا نتیجہ یہ ہوا کہ عالی دماغ سرکار دولتمند نے نہایت دانشمندی اور رعایا پروری کی نظر سے ۱۹۶۷ء میں ضلع کا ہیڈ کوارٹر قصبہ سنام

میں بنادیا تھا جب تک قائم ہے۔ اس مرتبہ حضور والا کی پیاری رعایا کو دوسری دفعہ پھر اُن امور پر توجہ دلانے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ اس لئے نہایت ادب کیسا تھ عرض کیا جاتا ہے کہ بوجوہات ذیل ضلع کا ہیڈکوارٹر سنام ہی رہنا چاہیئے۔

الف۔ بلحاظ تمدن۔ ب۔ بلحاظ ضروریات اہل مقدمات و عہدہ داران۔ ج بلحاظ حفظ صحت

اوّل تمدّن کی نظر سے عرض کیا جاتا ہے

۱۔ قصبہ سنام تین ہزار سال کا پرانا قصبہ ہے جس کی بنیاد شری کرشن جی مہاراج کی اولاد جادو بنسی راجہ سومن پال نے ۔۔ ۱۱ برس قبل مسیح ڈالی تھی اس بانی کے سلسلہ نسل میں ہمارے موجودہ فرمانروا آقا نامدار شری حضور انور دام حشمتہم و اقبالہم ہیں۔ ریاست پٹیالہ کا رقبہ چھ ہزار مربع میل ہے اس کی ایک تہائی ضلع سنام کے ماتحت ہے سنام اس کا صدر مقام ہے۔ یہ قصبہ گو ضلع کے ٹھیک وسط میں نہیں۔ مگر وسط سے کسی قدر ہٹ کر ضلع بھر میں ایک ہی جگہ ہے جو بلحاظ آبادی حیثیت شہرت اور عروج کے ضلع کا صدر مقام ہونے کی مستحق ہوسکتی ہے۔ کیا بلحاظ تجارت۔ کیا بلحاظ عظمت اس استحقاق کا فخر صرف اس ہی قصبہ کو ہوسکتا ہے۔ سلاطین اسلامیہ کے عہد میں جبکہ سلطنت ہند دس صوبوں پر منقسم تھی۔ سنام ایک صوبہ کا صدر مقام تھا۔ سنام میں یونیورسٹی تھی۔ یہ ذکر ۱۲۵۱ء کا ہے۔ اسی شہر کا ایک باشندہ شمس الدین نامی اسلامیہ گورنمنٹ کا وزیر تھا۔ اس قصبہ نے قاضی ضیاءالدین جیسے مشیر دہلی راجہ رام جیسے سفیر کابل۔ دیوان نانوں مل جیسے شجاع اور بھی یکے بعد دیگرے پندرہ دیوان پیدا کئے جو خاندان حضور دولتمدار کی خدمات کرتے رہے ۱۸۰۵ء کا عہدنامہ مابین برٹش گورنمنٹ اور دیسی ریاستہائے ادھر روئے ستلج اسی قصبہ کے ایک پولٹیکل اہلکار کے توسل سے ہوا تھا۔ یہ وہ قصبہ ہے جس کے نواح میں سب سے پہلا وید رگ وید ارشیوں پر نازل ہوا۔ گورو نانک صاحب جیسے اوتار یہاں تشریف لائے بھائی مولچند صاحب جیسے صاحب کشف بزرگ یہاں پیدا ہوئے۔ اسلام کے بہت سے بزرگان صوفی کرام یہاں بغرض عبادت قیام

پذیر ہوئے عروج کے زمانہ میں اس کی آبادی ۔۔۔۔ ۳۰ تیس ہزار تک پہنچی ثابت ہے یہاں کی سرزمین میں اونچے خیالات کے پیدا کرنے کی قابلیت ہے۔ علم دوست ہنر دوست مذہب اور روحانیت کے دلدادہ بے تعصب طبقیں پیدا ہوا کی ہیں جو ہمیشہ بنی انسان کی خدمتگذار رہی ہیں۔ ان کے خیالات کا اثر تمدن پر پڑتا ہے۔ آئین اکبری میں درج ہے کہ شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں سرکار کی طرف سے یہاں پانچسو سوار اور دو ہزار پیدل رہتے تھے۔ ہند میں سب سے پہلی مردم شماری ۱۸۶۸ء میں ہوئی اسوقت بھی اس کی آبادی ۱۰۹۸۰ تھی۔ اس میں تنزل آنے لگا اور یہ بتدریج گھٹتی رہی یہاں تک کہ ۱۹۱۱ء یعنی سمت ۱۹۶۸ میں صرف ۵۲۳۰ نفوس کی رہ گئی۔ اسوقت حضور والا کی پیاری رعایا نے اپنی اس المناک حالت کو حضور والا کے روبرو پیش کیا۔ دریا رحمت جوش میں آیا اور ضلع کا صدر مقام یہاں بنایا گیا۔ یہ سمت ۱۹۶۸ کا ذکر ہے۔ اب گذشتہ مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی ۱۰۲۵۲ ہوگئی ہے گویا ۱۰ سال کے قلیل عرصہ میں بلحاظ آبادی اس نے نمایاں ترقی کی ہے۔ اور اب اس کی حالت سنبھلنے لگی ہے۔ اس نمود پر پہونچا کر اس قصبہ کو کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ نا اس کے لئے تباہی ہے۔

۲۔ سنام ضلع کے قریب قریب مرکز میں ہے۔ لودھیانہ دھوری جاکھل حصار ریلوے نے سدران پنجاب ریلوے اور پٹیالہ بھٹنڈہ ریلوے کو اس قصبہ سے ملا دیا ہے۔ خاص قصبہ میں ریلوے سٹیشن ہے رعایا تحصیل نروانہ تحصیل بھوانی گڈھ۔ باشندگان پٹیالہ اور سامانہ اور تحصیل پائل اور تحصیل دھوری کے لئے ریلوے ہے اور پختہ سڑکیں اس قصبہ تک بنی ہوئی ہیں۔ اس وقت پانچ تحصیلیں ضلع سنام کے ماتحت ہیں ان پانچوں کا قصبہ سنام کے ساتھ ایسا اچھا الحاق ہوا ہے کہ کسی حصہ ضلع کی رعایا کو مسافت کی دوری کی شکایت پیدا نہیں ہوسکتی۔ پانچوں تحصیلوں کے اہل مقدمات یہاں سے رخصت ہوکر روزانہ اپنے مسکنوں پر پہونچ جاتے ہیں۔ بوقت ضرورت ضلع کی پولیس اور منتظم عہدہ داران یہاں سے ہر حصہ ضلع میں ۲۔۳ گھنٹہ کے اندر پہونچ سکتے ہیں۔ خواہ ریل کے یا پختہ سڑک کے راستے ہوں یا کچے رستے۔ اہل مقدمات اور کاروباری لوگ اپنی تار خبر ہر حصہ

ملک سے بھیج سکتے ہیں۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جو قصبہ سنام کو حاصل ہیں اور بھوانی گڑھ کو ان میں سے ایک بھی نہیں۔

۳۔ تحصیل بھوانی گڑھ میں ۲۰۸ دیہات ہیں۔ ان میں سے ۱۲۰ دیہات کو سنام پہونچنے میں زیادہ مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ گو یہ مسافت ۲۲ میل سے زیادہ نہیں ہے اگر بھوانی گڑھ کو صدر مقام ضلع کا بنایا جائے تو سنام اور نروانہ کے ۱۲۹ و ۱۳۸ = ۲۶۷ دیہات اور خود بھوانی گڑھ کے ۸۸ دیہات کل ۳۵۵ دیہات کو دور کی مسافت طے کرنی پڑیگی جو سیدھے راستے سے بھی اگر کوئی ہو ۶۰ میل تک کی ہے جیسا کہ ضلع کے نقشہ پر پیمانہ رکھنے سے ثابت ہوتا ہے۔ گویا بھوانی گڑھ صدر ضلع ہونیکا فائدہ ضلع کے کل ۴۷۵ دیہات میں سے صرف ۱۲۰ دیہات کو سہولیت سے مل سکتا ہے اور سنام میں ضلع رہنے سے ۴۷۵ دیہات سے ۳۵۵ دیہات کو سہولیت مسافت ملتی ہے علاوہ ازیں علاقہ نیلی کے باشندگان کو بھوانی گڑھ پہونچنے کے لئے کوئی سڑک یا ریل نہیں ہے اُن کو بھی جاکھل یا لہرہ ریلوے سٹیشن سے سوار ہو کر پہلے سنام پہونچنا پڑتا ہے۔ اس لحاظ سے بھوانی گڑھ کا صدر مقام رعایا کے لئے تکلیف دہ ہے اور سنام کا آرامدہ ہے۔

۴۔ بھوانی گڑھ کا رقبہ آبادی ۳۵۷ بیگہ ہے اور آبادی ۳۰۹۰ آدمیوں کی بروئے مردم شماری گذشتہ ہے۔ یہ موضع ایسے طریق پر آباد ہے کہ پانچ ہزار سے زیادہ آبادی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس کے مقابلہ میں سنام کا رقبہ آبادی ۱۰۱۲ بیگہ اور آبادی ۱۰۶۵۲ ہے۔ اپنی نوعیت و حالت کے اعتبار سے اس میں چالیس ہزار تک کی آبادی کی گنجائش ہے۔ اس کے قدیم تہ سورج کنڈ کے غیر ممکن رقبہ کو اس حساب میں نہیں لیا گیا۔ سنام اونچا شہر ہے اس کی اوپر کی سطح نچلی آبادی کی سطح سے ۲۰ فٹ بلند ہے صحت کے لحاظ سے یہاں کاربانک ایسڈ گاس کا خطرہ نہیں بارش کا ایک قطرہ نہیں ٹھہرتا برخلاف اس کے بھوانی گڑھ اپنی اردگرد کی زمین سے نیچا ہے جو صحت کے لئے نہایت خطرناک ہے۔ جیسا کہ ہم صحت کے ضمن میں بالوضاحت ظاہر کرینگے

۵۔ اگر ضلع بھوانی گڑھ ہو اور یہ فرض کر لیا جائے کہ تحصیل سنام اور نروانہ کی رعایا

سے ہر روز اوسطاً ۱۰۰ آدمی وہاں حاضر ہوں گے۔ اور ان کو ریلوے کرایہ کے علاوہ جو سنام تک آنے میں ہر صورت میں دینا پڑتا ہے۔ بھوانی گڈھ پہونچنے کے اور وہاں سے واپس جانے کے لئے بحساب ۱۳؍ فی کس یعنی مبلغ ۸۶؎ روزانہ خرچ کرنا پڑے تو ایک سال میں ان کو ۳۱۵۰۰ روپیہ کا زیر بار ہونا پڑیگا۔ اگر سود کی شرح ۳½ فیصدی لگائی جائے تو یہ ۳۱۵۰۰ روپیہ نو لاکھ روپیہ کا ایک سال کا سود ہے۔ اور اسی طرح سے یہ خرچ اگر ۶ سال تک ہوتا رہے تو رعایا کی جیب سے دو لاکھ روپیہ نکل جاتا ہے۔ یہ اتنی بڑی رقم ہے جس سے ضلع میں دو بڑے کارخانے چل سکتے ہیں۔ یہ رقم رعایا کے ہاتھ سے نکل کر ضلع میں ادبار پیدا کرے گی دوسری طرف اگر ضلع سنام میں ہی رہی تو بھوانی گڈھ کے لوگوں کو یہاں آنے میں کچھ بھی مزید خرچ نہیں کرنا پڑتا۔

دویم ۔ بلحاظ ضروریات اہل مقدمات و عہدہ داران

اہل مقدمات و عہدہ داران کی ضروریات کے لحاظ سے سنام کو بھوانی گڈھ پر ترجیح حاصل ہے بھوانی گڈھ اپنی کمی کو کسی طرح پورا نہیں کر سکتا۔ سنام میں اناج کی منڈی ہے بڑے بڑے بازار۔ عالیشان عمارت اور اتنی دوکانیں ہیں جو کسی پر رونق قصبہ کے لئے ممکنی ہوا کرتی ہیں۔ ہم تحت میں ان ضرورتوں کا مقابلہ کرتے ہیں جو اہل مقدمات اور عہدہ داران کو لاحق ہوتی ہیں۔ مندرجہ ذیل فہرست سے واضح ہوگا کہ سنام اور بھوانی گڈھ میں کیا فرق ہے

	سنام		بھوانی گڈھ	
امداد طبی	اسسٹنٹ سرجن (سرکاری)	۱	سب اسسٹنٹ سرجن (سرکاری)	۱
	پرائیویٹ ایلوپیتھک ڈاکٹر	۲		۱
	لیڈی ڈاکٹر	۱		۰
	یونانی حکیم	۷		۰
	وید	۴		۰

	سنام	بھوانی گڈھ
ہومیوپیتھک ڈاکٹر	۲	۰
ویٹرنیری ہسپتال	۱	۰
منڈی سالم دوکانات دیگر اشیائیں	۱	۰
پرچوں کی دوکانیں	۸۳	۱۲
حلوائی دودھ چاء کی دوکانیں	۴۵	۸
پان فروش و سوڈا واٹر کی دوکانیں	۱۲	۳
عطاری کی دوکانیں	۱۲	۲
تنور والوں کی دوکانیں	۱۷	۵
سبزی فروش (دوکانات)	۲۱	۷
درزی (دوکانات)	۳۰	۳
رنگریز (دوکانات)	۱۰	۲
لباطی وستینبری (دوکانات)	۱۱	۱
ڈبل روٹی بسکٹ (دوکانات)	۳	۰
کیہرے یعنی برتن فروش (دوکانات)	۷	۰
بوٹ فروش (دوکانات)	۸	۰
دیسی جوتہ فروش (دوکانات)	۷	۱
گوشت فروش قصاب (دوکانات)	۸	بوقت ضرورت منصورپور سے قصاب بلایا جاتا ہے
صراف (دوکانات)	۱۲	۰
سائکل بیچنے والے (دوکانات)	۴	۰
گراموفون بیچنے والے (دوکانات)	۳	۰

دوکانات و دیگر آسائشیں

	شنام	بھوانی گڈھ	
لوہٹے یعنی لوہے والے دوکانات	۱۷		۱
کارخانے آہنگری	۵		۰
کارخانہ مشینوں موٹروں سائکلوں کو درست کرنے کیلئے	۴		۰
کارخانے فرنیچر و لکڑی کے کام کے	۹		۰
کارخانے آر وکپاس و بیج کپاس	۷	ایک کارخانہ آرد کا ہے	۱
سیر فروش دلال	۴		۲
حجام ہندو	۱۶		۳
حجام مسلمان	۱۵		۱
دھوبی	۱۱		۰
جھیور آبکس	۲۲		۷
سقے	۱۴		۰
مسافروں کے لئے آرام گاہیں	۱۵	گوردوارہ صاحب میں کچھ مسافر ٹھہر سکتے ہیں	
گوردوارہ صاحب	۳		۱
مساجد	۴۹		۱
عیدگاہ	۱		۰
مندر	۵۶		۴
ہائی سکول	۱	مڈل سکول ہے	۱
پاٹھشالہ سنسکرت و گورمکھی	۲		۰
مدرسہ ہندی	۱		۰
مکتب	۴		۰

بحکم سردار نند کشور صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی نائب ناظم دیوانی بھٹنڈہ واقعہ ۱۶ ماگھ سمہ ۹۱

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰

دیوی چند جوت رام لیسران سوالال قوم اگروال ساکنہ کوٹ بخشو۔ مدعیان

بنام

اوجگر سنگھ۔ زور اسنگھ۔ ایل سنگھ لیسران جہان سنگھ قوم جٹ سکنہ کیلہ بالد مدعا علیہم

دعویٰ زر قرضہ

اندرین مقدمہ ۲ پھاگن سمہ ۹۱ تاریخ پیشی ہے عدالت کو مدعی کے بیان حلفیہ سے یقین ہو گیا کہ مدعا علیہم حاضری عدالت سے گریز کرتے ہیں۔ اور دیدہ و دانستہ روپوش ہیں۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ مدعا علیہم حاضر عدالت ہو کر پیروی و جوابدہی مقدمہ کریں۔ ورنہ حکم مناسب دیا جاویگا۔ تحریر ۱۶ پھاگن سمہ ۹۱

آج بہ ثبت دستخط ہمارے مورخہ ۱۶ پھاگن و مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

بحکم سردار شیر سنگھ صاحب ایم۔ اے بار ایٹ لا نائب ناظم دیوانی نارنول

اشتہار بغرض اطلاع مدعی عبدالرزاق ولد عبداللہ قوم شیخ بلیہ دار نارنول مدیون لشکری ولد عبداللہ قوم بلیہ دار سکنہ نارنول عذر دار

بنام۔ فرم ہولکر نداس ہیراج واقعہ نارنول بذریعہ ہیراج ولد ہولکر نداس مالک فرم مذکور ڈگریدار معذور ہے۔ و عبدالرزاق ولد عبداللہ قوم شیخ بلیہ دار مدیون معذور ہے۔ معذوران عذر داری واگزاری مکانات سکنی ایک کوٹھہ پختہ شرقی دیگر تفصیل تیاری پختہ تعارو پہ زیرین وچوبارہ پختہ بالائے شرقی دیہ معروفہ صحن زینہ واقع محلہ حجداران محدودہ ذیل۔

شرقی	غربی	شمالی	جنوبی
راستہ آمد و رفت	مکان الہ دین	مکان قرض الٰہ	مکان باقی بلیہ دار

۲ رجب سمہ ۹۱ تاریخ پیشی مقرر ہے اور باجراء سمن مدیون معذور پر اطلاع عیانی نہیں ہوتی ہے رپورٹ ناظر سرشتہ سے ظاہر ہے۔ مدیون معذور کہیں پردیس میں رہتا ہے۔ اسلئے بذریعہ اشتہار اخبار ریاست ہند دہلی مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ عبدالرزاق مدیون معذور تاریخ مقررہ بیرا صالتاً یا وکالتاً جیسی صورت ہو۔ حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی مقدمہ ہذا کرے ورنہ بصورت عدم حاضری مدیون مذکور مقدمہ سماعت ہو کر عدالت سے حکم مناسب دیا جاویگا۔ آج بتاریخ ۱۰ ماگھ سمہ ۱۹۹۱

سوانح زندگی لالہ رام سرن داس صاحب

تمہید مضمون

دنیا میں ایسے ہی ہونا کا پیدا ہونا مبارک ہے کہ جن کی پیدائش سے خاندانی عظمت کو چار چاند لگیں اور جملہ اوصاف حسنہ کی وجہ سے اپنا نام صفحۂ ہستی پر ہمیشہ کے لئے چھوڑ جائے ورنہ دنیا میں پیدا ہو کر کون نہیں مرتا۔ شاستر اعتماد دلاتے ہیں کہ ایسا نیک پشتوں نہیں صدیوں کے بعد جنم لیتا ہے۔

چنانچہ لالہ رام سرن داس ایسے ہی نیک بزرگوں میں سے تھے

پیدائش تعلیم و ابتدائی مصروفیات

آپ نے ۳ ماگھ سمت ۱۹۳۸ کو ایک باعزت کھتری گھرانے میں جنم لیا۔ آپ بچپن ہی سے نہایت زیرک اور دانشمند ظاہر ہوتے تھے اور نکتہ شناس نگاہیں تاڑ جاتی تھیں کہ کبھی نہ کبھی یہ ضرور آسمان شہرت پر لیاقت کا خورشید بنکر چمکیگا۔ ملکی دستور کے مطابق آپ نے مکتبی تعلیم حاصل کی اور یہ ظاہر کرنیکی چنداں ضرورت نہیں کہ زمانہ قدیم کی مکتبی تعلیم آجکل کے گریجویٹوں سے بدرجہا بہتر تھی مختلف شعبوں میں خدمات سرکار انجام دینے کے بعد آپ نے نائب تحصیلداری کا چارج لیا اور پھر آپ جلد ہی اپنی خداداد قابلیت اور ذکاوت طبع سے تحصیلدار مستقل ہو گئے۔ اور آپ کا شمار محکمہ مال کے تجربہ کار افسروں میں ہونے لگا اس سے پہلے کچھ عرصہ بحیثیت [illegible] کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں چونکہ آپ کی محکمہ مال کی لیاقت مسلمہ تھی آپ نے نہایت وفاداری سے اپنے فرائض کو پورا کیا تھا۔ اس لئے آپ کو ایکٹ انتقال اراضی سے پشتاً بعد پشتاً مستثنےٰ قرار دیا گیا۔

جن اشخاص کو مرحوم سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے وہ یہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کے طرز و سلوک نے اہل ریاست کے قلوب کو کسطرح مسخر کیا ہوا تھا اور آپ کس وضعداری اور شان کے اہلکار تھے آپ نے تقریباً چھتیس سال خدمات سرکار نہایت ایمانداری اور لیاقت سے انجام دیں اور آخر بمنشائے خود ۱۹۳۳ء میں پنشن ریٹائرڈ ہو گئے۔

مختصر اصلاحات و خدمات سرکار

یوں تو جب قدر بھی خدمات آپ نے سرانجام دی ہیں زبان زد عام ہیں مگر پھر بھی چند ایک کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔ مرحوم نے جس کام کو ایک دفعہ شروع کیا اُسے باوجود سخت مشاکل انجام تک پہونچایا۔ آپ کے سرٹیفکیٹ ہائے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ محکمہ مال کے ایک بہترین اور لاجواب آفیسر سمجھے جاتے تھے اور ہمیشہ آپ کے افسران بالا آپ کی لیاقت کے معترف اور مداح رہے۔ اور وفاداری تو آپ کی ضرب المثل ہے۔ بھرتی رنگروٹان کے صلے میں آپ کو گورنمنٹ سے بیع نمبر ۲۳ عطا فرمایا گیا۔ جہاں جہاں آپ رہے سرکاری مکانات اور دیگر شعبوں میں قابل رشک اصلاحات کیں۔ خاصکر بھوانی گڑھ اور پٹیالہ کی تحصیل تو آپکے دستِ کرم کی رہینِ منت ہیں بھوانی گڑھ میں بھوانی دوارہ اور گوبند دوارہ آپ کی یادگار ہیں غرضیکہ آپ جہاں رہے عزت اور شہرت حاصل کی۔

موت اور اولاد

۱۹۳۵ء میں ظالم موت نے ہائے ایسے نیک اور مفید انسان کو اچانک اپنا لیا۔ مرحوم نے اپنی یادگار اپنے پانچ فرزند چھوڑے ہیں۔ سب سے بڑے منشی ملبد یو کرشن صاحب آجکل پٹیالہ تحصیل کے انچارج ہیں خدا کا شکر ہے کہ آپ میں وہ تمام خوبیاں ورثہ میں آئی ہیں اور آپ حقیقی طور پر دیانتدار دانشمند اور خیر اندیش واقع ہوئے ہیں دوسرا لڑکا مسٹر سری کشن بی۔اے۔ ایل۔ایل۔بی آجکل پریکٹس کر رہے ہیں آپ نے ای۔اے۔سی بھی پاس ہیں اور آجکل بند و بست کی ٹریننگ میں شامل ہیں امید ہے کہ حکومت آپ کی جلد از جلد مناسب سرپرستی فرمائے گی باقی فرزندان ہری کشن کیول کرشن۔ راج کشن تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

خصائل و خصائص

مرحوم کی سب سے بڑی خوبی ان کے کیریکٹر کی عظمت تھی۔ آپ نے جس کام کے کرنے کا بیڑا اُٹھایا اُسے باوجود ہزار ناکامیوں کے انجام تک پہونچایا جذبات وفاداری آپ کے ہر رگ و ریشہ میں موجزن تھے غریبوں اور مستحقوں کی امداد کرنا آپ کا فرض اولین تھا۔ دل کے شیر تھے جب آپ ایک دفعہ میدان میں آ گئے ... ہٹنے کا نام نہ لیا

مشکلوں میں بلکہ حوصلہ زیادہ رکھا۔ ایسے نیک اور خوش سیرت انسان دنیا کے مغتنمات سے ہوتے ہیں ہائے افسوس۔ میری دلی دعا ہے کہ مرحوم کا خاندان دن بدن شاہراہ ترقی پر گامزن ہو۔

معزز معاصر اخبار شمشیر خالصہ کو مبارکباد

اخبار ہذا کے پروپرائٹر سردار دیوان سنگھ صاحب جی کے خلاف تقریباً عرصہ ۱۱ سال سے زیر دفعہ ۴۶۸ - ۴۷۱ - ۱۲۰ مقدمہ چل رہا تھا۔ مقام مسرت ہے کہ ۹ پھاگن سمت ۹۱ کو اڈیشنل نظامت سے سردار صاحب کو باعزت طریق پر بری کر دیا گیا ہے۔ سردار محمد ذکی صاحب بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ جنھوں نے حق و باطل میں امتیاز کر دکھایا۔

سردار صاحب ریاست کے ایک قدیم وفادار خاندان کی یادگار ہیں۔ آپ نائب تحصیلداری کے امتحان کے علاوہ بندوبست کی ٹرننگ بھی حاصل کر چکے ہیں اور کچھ عرصہ بحیثیت مختار بھی خدمات سرکار انجام دی ہیں۔ مگر ان حالات نے سردار صاحب کے تمام امتیازات پر پردہ ڈال رکھا تھا ہمیں امید ہے کہ اب سردار صاحب کو اپنا خاندانی حق بخشا جائے گا اور اب ہم پھر سردار صاحب کو بحیثیت ہم عصر اور پٹیالوی ہونے کے مبارکباد دیتے ہیں۔ (ساحر پشناوی)

قابل توجہ آنریبل جناب منسٹر آف ہند لا اینڈ جسٹس بہادر

رشوت کئی طریقوں سے لی جا سکتی ہے صرف زر نقد یا کسی اور صورت میں مالی مفاد حاصل کرنا ہی رشوت ہے چنانچہ بعض آفیسر شادیوں کے موقع پر نیوتہ کے بہانے ہزار دو ہزار روپیہ حاصل کر لیتے ہیں چنانچہ سردار کرتار سنگھ نائب ناظم دیوانی بسی نے ایک نیا طریقہ نکالا ہے آپ اپنی عدالت کے تمام اشتہارات جن کی اوسط تقریباً پندرہ بیس ہے میں سے ۹۰ فی صدی سکہ سیوک میں بھیجتے ہیں اور بھیجیں کیوں نہ وجہ یہ ہے کہ جناب کو سردار بہادر مہتاب سنگھ صاحب کی بدولت یہ کرسی نصیب ہوئی اور سکہ سیوک گویا آپ کا اپنا اخبار ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوتا اگر منصف صاحب اپنے تمام اشتہارات سکہ سیوک کی بجائے پٹیالہ گزٹ میں بھیجتے۔ (دیکھو صفحہ ۳۲)

ریاست پٹیالہ میں سیٹل منٹ ٹریننگ کلاس

کسی نے سچ کہا ہے کہ وزراہی ریاستوں کی نیک نامی و بدنامی کے صحیح طور پر موجب ہوتے ہیں کوئی حکمران خواہ کیسا ہی دانشمند اور رعایا پرور کیوں نہ ہو مگر جب تک اس کے وزراہم خیال نہیں رعایا خوشحالی و بہبودی کی شاہراہ پر گامزن نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ مقام شکر ہے کہ رعایا ریاست کو جہاں سر محبوب اندر سنگھ بہادر جیسا اعلیٰ دماغ بیدار مغز رعایا پرور حکمران میسر ہوا ہے۔ وہاں رائے بہادر سردار کاسن چند صاحب جیسا محکمہ مال کا تجربہ کار ماہر فن اور رعیت کا خیرخواہ ریونیو منسٹر نصیب ہوا ہے۔

اسے رعایا ریاست کی خوش قسمتی سے تعبیر کرنا چاہیئے کہ بسو یداران۔ جاگیرداران۔ اور زمینداران کی قسمت کی کلید ایسے آفیسر کے ہاتھ میں ہے۔ جو ریاست کا وفادار ہونے کے علاوہ ان کا بھی حقیقی خیرخواہ ہے۔ رائے بہادر موصوف محکمہ مال کی قابلیت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے آپ ہمیشہ رعایا اور ریاست کی بہبودی کی تجاویز پر نہایت سرگرمی اور گرم جوشی سے عمل پیرا ہوا کرتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے بڑی کوشش کر کے خاص پٹیالہ میں سٹلمینٹ ٹریننگ سکول Settlement Training یکم پھاگن سے جاری کرایا ہے۔ تاکہ ریاست کے آفیسران مال کی لائن میں جانا چاہیں وہ بجائے علاقہ قیصریہ و دیگر ریاستہائے میں جانے کے ریاست میں ہی اعلیٰ طریق پر مکمل و جامع ٹریننگ پاسکیں۔ ہمارے خیال میں رائے بہادر موصوف کی جملہ یادگاروں میں سے یہ یادگار آپ کا نام تاریخ پٹیالہ میں تا ابد زندہ رکھیگی۔ یہ کلاس یکم پھاگن سے بینڈ ہال (متصل پل ملتانی مل) شروع ہو گئی ہے۔ اس کلاس کے انچارج ریاست کے خیرخواہ قدیم جناب سردار ہربنس سنگھ صاحب ریونیو کمشنر ہیں آپ کی خدمت کسی مزید تعریف کی محتاج نہیں۔ آپ ہر طبقہ میں یکساں ہر دلعزیز ہیں۔ اور انتہائی محنتی حکمران




Lala Ram Saran
Retired Tehsildar

کے مشہور تجربہ کار لالہ رچپال صاحب سیاالکوٹ تحصیلدار گورنمنٹ پنجاب جیسے نیک سیرت اور نیک اخلاق آفیسر ہیں محکمہ مال میں جو تجربہ اور واقفیت آپ کو حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں آپ ایک ہردلعزیز اور انصاف پسند افسر رہ چکے ہیں اور معلم دوئم مشہور کارگذار۔ لالہ شنکر چند صاحب قانونگو سنالی ہیں۔ محمد مستقیم۔ شیخ محمد ۔۔۔۔۔ تین چپراسی اور امداد کے لئے شامل شاف ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ ٹرننگ لینے والوں کو ایسے نیک لائق تجربہ کار۔ بلند حوصلہ خوش مزاج معلم نصیب ہوئے ہیں۔ کہ جن کی تعریف احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ حکومت کی دریا دلی کی اس پر ہی انتہا نہیں ہوتی۔ بلکہ تین امیدوار نائب ناظم۔ چار تحصیلدار۔ ۶ نائب تحصیلدار۔ ۴ قانونگو کو سرکار دولتمدار کی طرف سے بالترتیب ۷۵۔ ۴۰۔ ۲۰۔ ۱۲ روپیہ ماہوار الاؤنس بھی دیا جائے گا۔ یہ یہ تمام امیدواران ریاست کے وفادار خاندانوں کے رکن ہوں گے۔ اور صرف حقدار اشخاص کو اس رعایت سے مستفید فرمایا جائیگا۔ پرماتما کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ابتک جو انتخابات عمل میں آئے ہیں وہ سب لاجواب ہیں۔

دراصل ریاستوں کے احیاؤ بقا کا انحصار محکمہ مال پر ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ امیدواران جو زیر نگرانی خاص اعلیٰ افسران ٹرننگ حاصل کریں گے وہ ہر طرح مکمل ٹرینڈ ہوں گے۔ اور ریاست کا محکمہ مال ہر طرح قابل رشک ہوگا ہم سری حضور اُن پرتاپی کی خدمت باعظمت میں رعایا ریاست کی طرف سے ایسی ترقی نما سکیموں کے اجرا پر تہ دل سے ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور ریونیو منسٹر صاحب بھی خاص مبارکباد کے حقدار ہیں۔ کہ جن کی مساعی جمیلہ سے ہمارے نخل مراد جلد ثمر پا گئے۔

(ساحر سنالی)

نوٹ۔ تبصرہ میں کچھ امداد شالیمار کے متعلق ہمارے تعلیم سے لی گئی ہے۔

رئیس ہند ہی تمام ہندوستان میں تجارت کو فروغ دینے کا واحد ذریعہ ہے۔ اس نادر موقعہ سے جلد مستفید نا ہونا کی کوشش کیجئے ورنہ بعد میں پچھتانا پڑے گا۔ (منیجر رئیس ہند)

ہمارے قدیم سوراج

ریاست پٹیالہ کا دانشمند اور ہر دلعزیز وزیر اعظم

اور

گمراہ کوتاہ اندیشوں کی گمراہ کن چالیں

بعض اخبارات سنہری و روپہلی اغراض کی سرداری کے لئے خوامخواہ کسی رئیس یا وزیر کو بدنام کرنیکی ناپاک کوشش کرنے میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھتے مگران گمراہ کن کوتاہ اندیشوں کو یہ بخوبی سمجھ لینا چاہئیے کہ اب وہ اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے پبلک کی آنکھوں میں دھول نہیں ڈال سکتے اب پبلک نیک و بد میں خود امتیاز کرنے کے قابل ہوگئی بلکہ یہ خودغرضی کے زیر اثر پروپیگنڈا اب مفتریوں کو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچاتا ہے۔ اور وہ اخبار پبلک کی نظر میں گرجاتے ہیں چنانچہ اب یہ خبر بعض ناعاقبت اندیشوں کے اخبارات میں بڑے زوروں سے چکر لگارہی ہے کہ آنریبل خان بہادر نواب سر لیاقت حیات خاں او۔ بی۔ ای پرائم منسٹر ریاست پٹیالہ ایک طویل رخصت پر جارہے ہیں اور غالباً ان کی جگہ کوئی انگریز قائم مقام ہوگا"

اے ننگ صحافت خودغرض نام نہاد اخبار نویسوں خدا کے واسطے اخبار نویسی کی مٹی پلید نہ کرو۔ تم اپنے آپ کو رعایا کے بہترین ترجمان ہونے کا دعوےٰ دار ہو۔ دیکھو تم سنہری و روپہلی روشنی میں اپنے ایمان اپنے فرائض کو مت بھول جاؤ۔ کون نہیں جانتا کہ جب سے ریاست پٹیالہ کی وزارت العالیہ کا چارج خان بہادر نواب سر لیاقت حیات خاں صاحب نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے ہر قسم کی سازشوں و سورشوں کا قطعی طور پر قلع قمع ہوگیا ہے۔ آپ کی مجسم بے بہتر انصاف پسند۔ خیر اندیش طبیعت نے نہ صرف رعایا ریاست کے قلوب کو تسخیر کرلیا ہے بلکہ آپ کی شہرت و ہردلعزیزی کو اس بام عروج کے بالکل قریب ترین پہنچا دیا ہے جہاں تک آج تک کسی وزیر کو پہنچنا نصیب نہیں ہوا۔ ریاست کا ہر شعبہ آپ کی اصلاح پسند طبیعت اور حسن انتظام کا رہین

منت ہے۔ وہ دن رعایا و ریاست دونوں کے لئے ہی غنیمت تھا۔ جبکہ یہ انتخاب لاجواب ہوا تھا خوشی کا مقام ہے کہ ہز ہائینس ۱۰۸ مہاراجہ صاحب بہادر نے بھی ایسے قابل وزیر کی ویسے ہی ....عزت افزائی کی ہے جس کا وہ حقیقی طور پر مستحق تھا۔ رعایا اور ریاست کی خوش قسمتی کو سمجھ لینا نیک فراخ اور دلیر تا صفت وزیر میسر ہوا ہے۔ رعایا کا ہر فرد بشر آپ کی جان و مال کو دن رات دعائیں دیتا ہے۔ اور ہز ہائینس کو بھی اپنے محبوب وزیر اعظم پر پورا اور مکمل اعتماد ہے۔ ہم نواب صاحب موصوف کو مبارک باد دیتے ہیں کہ ان کی اس غیر فانی ہر دلعزیزی و شہرت پر صدق دل سے ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں خداوند عالم سے دعاگو ہیں کہ وہ آپ کو اسی طرح باغ دنیا میں گل تر کی مانند سرسبز و شاداب رکھے اور آپ کی شمیم جانفزا سے اسی طرح ساکنان چمن کے دل و دماغ تر و تازہ ہوتے رہیں

ساحر شفائی

سردار بھگوان سنگھ صاحب کا تقرر

یہ خبر سن کر ناظرین خوش ہوں گے کہ سردار بھگوان سنگھ صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ڈپٹی چیف انسپکٹر آف سکولز ہو کر پٹیالہ تشریف لے آئے ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ آپ کے دوران میں محکمہ تعلیم نمایاں ترقی کریگا۔ آپ ایک با حوصلہ۔ اصول پسند اور خیر خواہ ریاست ہیں۔ ہم سردار صاحب بہادر کو دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۲۷) کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ جب ریاست کی اپپروڈ لسٹ میں ۱۹۔ ۲۰۔ اخبار ہوں اور ان میں سے تین چار خاص ریاست کے اخبار ہوں۔ تمام اشتہارات کا حقدار ایک غیر ریاستی اخبار سمجھا جائے۔ ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ کسی کی درخواست پر محکمہ پرائم منسٹری سے جلد کوئی اس معاملہ میں باز پرس ہونیوالی ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ پبلسٹی سردار صاحب کیا جواب دیتے ہیں نیز ہم جناب دیوان بہادر ریذیڈنٹ داس صاحب بہادر جیسے نیک نفس، نیک سیرت وفادار و جاں نثار رعایا و ریاست ہی اس معاملہ کے متعلق جلد کوئی نوٹس لیں گے۔ (انصاف پسند)

پانچ آنسو

از
(ساحر شمالی)

۲۴ اگست کی دوپہر خاکسار کی زندگی پر سب سے بڑا صدمہ جو ممکن ہو سکتا لانیوالی تھی۔ طبیعت نے یک لخت پلٹا کھایا۔ تصورات فردوس بریں میں مرحوم کی پیاری و پاک روح سے ہم کلام ہو رہے تھے۔ اسی حالت میں چند آنسو نکل پڑے۔ جو درج ذیل ہیں۔ انھیں مرثیہ کہو یا نوحہ دراصل یہ میرے دلی جذبات کے آئینہ دار ہیں

اے مرے سرتاج والا اے مدار زندگی — تجھ سے ہی تھی تیرے گلشن میں بہار زندگی
صبح کو سب کچھ تھا لیکن شام کو کچھ بھی نہ تھا — کس طرح کوئے بھلا پھر اعتبار زندگی

چند روزہ ہے دل ناداں بہار زندگی — درحقیقت موت ہے آئینہ دار زندگی
چند روزہ زندگی اور آپ یہ زعم و غرور — دم زدن میں ٹوٹ جائے گا ستار زندگی

کھل نہیں سکتا کسی پر بھی یہ باب زندگی — اور سمجھ سکتا نہیں کوئی حساب زندگی
زندگی میں ہائے کب وا عقدہ مشکل ہوا — ہے بہت دشوار تفسیر کتاب زندگی

کچھ عجب انداز کا ہے انتظام زندگی — زندگی کی صبح ہی گویا ہے شام زندگی
زندگی میں زندگی پہ تو نہ قابو پا سکا — حشر میں لوں گا اے ساحر انتقام زندگی

جب طلوع ہوتا ہے ساحر آفتاب زندگی — کس قدر دلکش نظر آتا ہے باب زندگی
دیدۂ باطن سے ساحر اس کو گر دیکھے کوئی — "گلشن دنیا میں ہے دام سراب زندگی"

الارم ۔ بندہ پرور ریش ہند کا بھی عدالتی عنایتوں میں حصہ ہے۔ نوٹ فرمالیں

اقبال کا شاعرانہ زوال

از حضرت گوشہ نشین صاحب وزیر آبادی

نمبر ۳

یعنی

خامیاں ـــــ از ـــــ بانگِ درا

(۱۲) شاعر چاند اور تارے کے ضمن میں لکھتا ہے۔

چلنے والے نکل گئے ہیں ؛
جو ٹھہرے ذرا کچل گئے ہیں

شاعر کہتا ہے کہ دنیا دوڑ دھوپ کا مقام ہے کامیاب وہی ہے جو تگ و تاز میں محو ہے۔ جو شخص سہل انگاری اور آرام طلبی پر فریفتہ ہو کر ٹھہر جاتا ہے۔ تیز چلنے والے لوگوں سے کچلا جاتا ہے۔ شاعر نے 'کچل گئے ہیں' کو 'کچلے گئے ہیں' کے معنے میں استعمال کیا ہے جو غلط ہے فعل معروف کو مجہول میں لانا کونسی مشکل بات ہے مثلاً 'لکھنا' سے 'لکھا گیا'، 'کچلنا' سے 'کچلا گیا'، 'نکلنا' سے 'نکالا گیا'۔ شاعر کے اصول کے اصول یوں مجہول بنیں گے۔ یہ الفاظ زید سے لکھ گئے ہیں۔ باغیوں کو شہر سے نکل گیا ہے۔ وغیرہ ذرا سی تبدیلی سے یہ قباحت اسطرح دور ہو سکتی تھی۔

چلنے والے نکل گئے ہیں
جو ٹھہرے اُن کو کچل گئے ہیں

(۱۳) شاعر جلوۂ حسن کے تحت میں یہ شعر لکھتا ہے۔

جو سکھاتا ہے ہمیں سر بہ گریباں ہونا
منظر عالم حاضر سے گریزاں ہونا!

شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان کے خرمن دل پر جلوۂ حسن کی بجلی گرتی ہے تو وہ تصویر حسن میں غرق رہتا ہے اور چمن زار عالم کے مناظر اس کی نگاہوں میں بے مزہ ہو جاتے ہیں ایک لفظ کے تغیر و تبدل سے شعر کا مرتبہ ارفع ہو سکتا تھا۔ اور شعر حقیقت اور شعریت کے رنگ میں ڈوب جاتا۔ شعر کی موجودہ صورت میں غم کا بالاستقلال موجود رہنا نہیں پایا جاتا۔ مثلاً ذیل کے دو جملوں میں سے دوسرے جملے کو معنوی حیثیت میں پہلے پر بہت فوقیت اور سبقت حاصل ہے۔ پابندئ نماز ہمیں پاکیزہ ہونا سکھاتی ہے۔ پابندئ نماز ہمیں پاکیزہ رہنا سکھاتی ہے۔ ناظرین خود دیکھ لیں کہ پہلا جملہ سست اور مکروہ اور دوسرا چست اور مرغوب ہے۔ اصلاح ملاحظہ ہو۔

جو سکھاتا ہے ہمیں سر بہ گریباں رہنا
منظر عالم حاضر سے گریزاں ... رہنا

(۱۴) شاعر "والدۂ مرحومہ کی یاد میں" کے عنوان کے نیچے ذیل کے دو شعر لکھتا ہے۔ جن پر بند کا اختتام ہے۔ اس بند کے بعد دوسرا بند نئے مضمون سے شروع ہوتا ہے۔

جب ترے دامن میں پلتی تھی وہ جان ناتواں
بات سے اچھی طرح محرم نہ تھی جس کی زباں
اور اب چرچے ہیں جس کی شوخئ گفتار کے
بے بہا موتی ہیں جس کی چشم گوہر بار کے

شاعر اپنی والدہ مرحومہ سے مخاطب ہے اور اپنے متعلق کہتا ہے جب وہ جان ناتواں تیرے دامن میں پلتی تھی اور جس کی زبان بات سے اچھی طرح محرم نہ تھی اور اب جس کی شوخئ گفتار کے چرچے ہیں اور جس کی چشم گوہر بار کے موتی بے بہا ہیں۔ ناظرین۔

دیکھیں کہ مذکورہ چاروں جملے ترکیب نحوی کے لحاظ سے شرط ہیں۔ لیکن شرط کی جزا مفقود ہے۔ حیران ہوں کہ ایسی صریح فروگذاشت کا باعث کس شے کو قرار دوں۔ شاعر نے مذکورہ اشعار لکھ دیئے اور پڑھنے والوں نے پڑھ لئے اور فرطِ لذت میں جھوم جھوم گئے۔ مگر نہ تو شاعر نے شعر پر نظرِ ثانی کرنے کی تکلیف گوارا کی اور نہ پڑھنے والوں نے ہی مضمون شعر پر غور و خوض کی زحمت اٹھائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آج شعر کی گردن اعتراض کی کمند میں جکڑی ہوئی ہے۔ اور خلاصی ناممکن ہے۔ اگر کوئی شاعر کا بھی خواہ ہمت اور جرأت کر کے اُسے لغزش سے مطلع کر دیتا تو بہتر ہوتا نیز اگر "دامن میں" کے بجائے "گودی میں" ہوتا تو بامحاورہ تا

(۵) شاعر والدہ مرحومہ کی یاد میں، کے ضمن میں لکھتا ہے۔

رخت ہستی خاک، غم کی شعلہ افشانی سے ہے
سرد یہ آگ اس لطیف احساس کے پانی سے ہے

شعر کا مطلب یہ ہے کہ غم کی شعلہ افشانی سے رخت ہستی جل جاتا ہے۔ دوسرے مصرعہ میں رخت ہستی کو آگ سے اور غم کی شعلہ افشانی کو پانی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ کوئی چیز جل کر خاک نہیں بنتی۔ بلکہ راکھ بنتی ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ جل کر خاک میں مل جاتی ہے مثلاً یہ کہنا درست ہے کہ ظالم کا گھر جل کر راکھ ہو گیا۔ کوئلہ جل کر راکھ ہو گیا ہے۔ جلی ہوئی لکڑیوں میں ابھی چنگاریاں موجود ہیں۔ مگر یہ کہنا درست نہیں ہو سکتا۔ کہ ظالم کا گھر جل کر خاک ہو گیا ہے۔ کوئی چیز جل کر راکھ میں تبدیل ہوتی ہے نہ کہ خاک میں۔

رختِ ہستی راکھ غم کی شعلہ افشانی سے ہے
سرد یہ آگ اس لطیف احساس کے پانی سے ہے

الحمدللہ کہ میں ذرجۂ تصنیف کے فرض سے سبکدوش ہوا۔ اب میں بانگ درا پر ترتیب وار ابتدا تا انتہا تک تنقیدی نگاہ ڈالتا ہوں۔

(گوشہ نشین)

نمبر (۲)

بیاور ید گر اینجا بود سخن دانے
غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

(۱) صفحہ ۲ پر ذیل کا شعر مرقوم ہے۔

امتحان دیدۂ ظاہر دیدۂ ظاہر میں کوہستاں اگر تو
پاسباں اپنا ہے تو۔ دیوارِ ہندوستاں ہے تو

امتحان اور دیدۂ ظاہر۔ چہ خوب عجیب منطق ہے۔ دیدۂ تحقیق اور امتحاں ہوتا، تو کچھ معقول بات ہوتی۔ دیدۂ ظاہر کو امتحاں سے کیا واسطہ۔ علاوہ ازیں امتحان کے معنی آزمائش کرنا یا مصیبت میں ڈالنا ہے۔ انسپکٹر صاحب طلباء کا امتحان لے رہے ہیں۔ یعنی انھیں دیکھنا منظور ہے۔ کہ طلباء کی تعلیمی حالت کیا ہے۔ امتحان لئے بغیر انسپکٹر صاحب پر طلبا کی تعلیمی حالت واضح نہیں۔ یہ تھی توجیہ اور تشریح پہلے معنی کی۔ اس شعر میں یہ توجیہ اور تشریح کام نہیں دیتی۔ ہمالہ پہاڑ ہے۔ سرسری نظر سے دیکھیں یا غور سے یقیناً پہاڑ ہے۔ مٹی یا ریت کا ٹیلہ نہیں ہے۔ دیودار یا بڑ کا درخت نہیں ہے۔ جن بھوت یا دیو نہیں ہے۔ فریب نگاہ نہیں ہے۔ حدِ نظر نہیں ہے۔ کالی گھٹا یا دھوئیں کا بادل نہیں ہے۔ رہے امتحان کے دوسرے معنی یعنی مصیبت میں ڈالنا۔ یہ معنی یہاں کسی حالت میں بھی چسپاں نہیں ہوتے۔ پس ثابت ہوا کہ مذکورہ شعر میں امتحاں محض بھرتی کا لفظ ہے۔ شعر کو سرسری نگاہ سے دیکھنے والے اس شعر کی حمایت میں اِدھر اُدھر کی بہت باتیں کر سکتے ہیں مگر نکتہ فہم طبیعت بلا تامل فتویٰ صادر کر دے گی کہ اس مقام پر "امتحاں" کا استعمال غلط اور بیہودہ ہے اگر شاعر کچھ کاوش اور تعمق سے کام لیتا تو مصرعہ کو مندرجہ ذیل صورت دیتا۔

چشمِ ظاہر سے اگر دیکھیں تو کوہستاں ہے   پاسباں اپنا ہے تو دیوارِ ہندوستاں ہے تو

(۲) صفحہ پر ذیل کا شعر مرقوم ہے۔

لیلئے شب کھولتی ہے آکے جب زلفِ رسا
دامنِ دل کھینچتی ہے آب ساروں کی صدا

آکے۔ جا کے بیٹھ کے۔ اُٹھ کے وغیرہ تمام کلمات بےمحل ہیں۔ ان کا حشو اور لغو ہونا صریح اور ظاہر ہے۔ شاعر کے حشو و زوائد اور لغزشوں کو دیکھ کر اس امر کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ بانگِ درا کے اشعار پر کسی اُستادِ سخن نے تنقیدی نگاہ نہیں ڈالی۔ اساتذہ کی نظر سے گزرا ہوا شعر ایسی قباحتوں سے ضرور پاک ہوتا ہے۔ کسی شاعر کو اُستادِ سخن سے علیحدگی اور استغنا اسوقت زیبا ہے جب وہ زبان میں کامل ہو جائے اور اُستاد بھی اُس کے کمال کا معترف ہو۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ لیلئ شب کی زلفِ رسا کا کھل جانا ہی آمدِ شب ہے۔ پس آکے لکھ دینا عجزِ کلام کی دلیل ہے۔ اصلاح ملاحظہ ہو۔

لیلئے شب کی بکھر جاتی ہے جب زلفِ رسا
دامنِ دل کھینچتی ہے آبشاروں کی صدا

(۳) صفحہ پر ذیل کا شعر مرقوم ہے۔

کام مجھ کو دیدۂ حکمت کے اُلجھیڑوں سے کیا
دیدۂ بلبل سے میں کرتا ہوں نظارہ ... ترا

شاعر مذکورہ شعر میں پھول سے مخاطب ہے۔ شعر میں دیدہ کا تکرار مذموم اور قبیح ہے جائز تو تب ہوتا کہ دیدہ کا مترادف ملنا محال ہوتا۔ دیدہ کی بجائے چشم اور آنکھ عام الفاظ ہیں۔ ہاں اگر شاعر کی منشاء عدو دِ سخن سے بے نیازی ہو تو اور بات ہے۔ اگرچہ مصرعۂ اول میں دیدۂ حکمت اور مصرعۂ دوم میں دیدۂ بلبل ہے۔ اور معنوی حیثیت میں دونوں دیدوں میں اختلاف ہے۔ تاہم فصاحت تکرارِ لفظ کو بنظرِ پسندیدگی نہیں دیکھتی۔ اصلاح ملاحظہ ہو۔

کام مجھ کو دیدۂ حکمت کے اُلجھیڑوں سے کیا
آنکھ سے بلیں کی کرتا ہوں میں نظارا تیرا ؛

(۴) صفحہ پر ذیل کا شعر مرقوم ہے۔

تھے دیارِ نو زمین و آسماں میرے لئے
وسعتِ آغوشِ مادر اک جہاں میرے لئے

اس وقت شاعر عالم خیال میں عہد طفلی کے منظر سے فرحت اندوز ہے اور کہتا ہے۔ زمین و آسماں میرے لئے نئی ولایت تھے اور آغوش مادر کی وسعت میرے لئے ایک جہاں تھی شعر اچھا ہے خامیوں سے بھی مبرا ہے لیکن 'وسعت' کے لفظ میں یہاں کوئی خوبی نہیں ہے 'وسعت' کے بجائے 'گوشہ' بہتر تھا۔ وسعتِ آسماں۔ وسعتِ زمین'۔ وسعتِ تخیل۔ وسعتِ سمندر۔ وسعتِ صحرا۔ وسعت کوہ وغیرہ تمام ترکیبیں درست ہیں۔ مگر وسعتِ آغوش اچھی ترکیب نظر نہیں آتی۔ ہر ایک لفظ کا مناسب اور مخصوص محل ہوتا ہے۔ جن مقامات پر وسعت مناسب ہوگا۔ وہاں گوشہ کا استعمال مکروہ ہوگا۔ اور جہاں 'گوشہ' کا استعمال موزوں ہوگا۔ وہاں وسعت' زیب نہ دے گا۔ غرض الفاظ کی موزونیت مقدم چیز ہے۔

تھے دیارِ نو زمین و آسماں میرے لئے
گوشۂ آغوشِ مادر اک جہاں میرے لئے

(۵) صفحہ پر ذیل کا شعر مرقوم ہے۔

لطف گویائی میں تیری ہمسری ممکن نہیں
ہو تخیل کا نہ جب تک فکرِ کامل ہم نشیں

دونو مصرعے قابل اعتراض ہیں۔ شاعر مرزا غالب کی تعریف کر رہا ہے۔ پہلے مصرعہ میں لطف گویائی سست اور کمزور کلمہ ہے۔ اس کے بجائے نکتہ آرائی زیبا ہے دوسرے مصرعہ میں تعقید کا عیب ہے۔ مرزا غالب جیسے شہسوار عرصۂ معنی کو لطفِ گویائی

سے ملقب کرنا اس طرح ہے جس طرح ایک جانباز اور شجاع جرنیل کو جمعداری کا منصب عطا کرنا۔ غالب مرحوم کی ہستی ان ادنیٰ الفاظ سے بہت بلند ہے۔ نکتہ آرائی۔ معنیٰ آفرینی اعجاز نگاری وغیرہ کلمات ہوتے تو مرحوم کے شایانِ شان تھے۔

(۶) صفحہ ۱۳ پر ذیل کا شعر مرقوم ہے۔

غیروں سے نہ ملئے تو کوئی بات نہیں ہے۔
اپنوں سے مگر چاہیئے یوں کھینچ کے نہ رہنا

ایک مکڑا ایک مکھی کو دامِ تزویر میں لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ چکنی چپڑی باتوں سے اُس کے دل کو لبھا رہا ہے۔ مذکورہ شعر نظم کا تیسرا شعر ہے۔ پہلے دو اشعار میں مکڑا مکھی کو "تم" کے لفظ سے مخاطب کر چکا ہے۔ اس شعر کو بہ صورت کو کون قبول کر سکتا ہے۔ شعر اصول کی زنجیروں کو توڑ کر شعر نہیں کہلا سکتا۔ اگر مکالمہ میں صیغوں کی احتیاط ملحوظ نہ ہو تو گفتگو ایک گورکھ دھندا بن جائے گی جس کا سمجھنا محال ہوگا۔ اگر متکلم اپنی نسبت کسی جگہ "میں" اور کسی جگہ "ہم" استعمال کرے۔ اور مخاطب کے بارے میں کسی مقام پر "تو" کسی مقام پر "تم" کہیں "آپ" اور کہیں "جناب" استعمال کرے۔ تو یہ مکالمہ ایک ایسا تالاب بن جائیگا جو پانی۔ کائی۔ پودوں۔ کیچڑ۔ گوبر اور خس و خاشاک پر مشتمل ہو۔ فصحا اس جدت کو قبولیت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے۔ اصلاح ملاحظہ ہو۔

غیروں سے نہ ملنا تو کوئی بات نہیں ہے
اپنوں سے مگر چاہیئے یوں کھینچ کے نہ رہنا

(۷) صفحہ ۱۵ پر ذیل کا شعر مرقوم ہے۔

ذرا سی چیز ہے۔ اس پر غرور کیا کہنا
یہ عقل اور یہ سمجھ۔ یہ شعور۔ کیا کہنا!

اشتہار مجریہ عدالت نیابت نروانہ باجلاس سردار ٹھاکر سنگھ صاحب نائب ناظم

نہروانہ ۔ زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

کنہیالال ولد ساہوکار مہاجن کیلرام مدعی بنام مگھیتو ولد راماں قوم نجار ساکن ایضاً مدعا علیہ مفقود الخبر

دعویٰ لعہ روپیہ بربنائے صحیح

اندرین مقدمہ ۲۷ ماگھ سمت ۹۱ تاریخ پیشی مقرر ہے ۔ مدعا علیہ مندرجہ صدر حاضری عدالت سے دانستہ گریز کرتا ہے ۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا تم مدعا علیہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تاریخ ہذا پر اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی وجوابدہی مقدمہ ہذا کرو ۔ بصورت عدم حاضری تمہارے حکم مناسب ہوگا ۔ تحریر ۱۷ ماگھ سمت ۹۱

دستخط حاکم — مہر عدالت

از نیابت مال بحکم بابو مہابیر چند صاحب افسر مال ضلع برنالہ

اشتہار بنام مدعا علیہ

گوردت سنگھ دیوان سنگھ وغیرہ سکنہ رنجیت گڑھ باندراں — بنام — جیونا ولد شیر سنگھ جٹ سکنہ ایضاً مدعا علیہ

دعوے استقرار حق نسبت آراضی مالہ بیگہ

مقدمہ صدر میں ۲ پھاگن سمت ۱۹۹۱ پیشی مقرر ہو کر تم مدعا علیہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت ہو کر پیروی وجواب دہی مقدمہ کرو تمہاری نسبت معلوم ہوا ہے ۔ کہ تم مفقود الخبر رہتے ہو ۔ اگر تاریخ مقررہ پر حاضر نہیں آؤ گے تو حکم مناسب دیا جاوے گا ۔ تحریر ۹ ماگھ سمت ۱۹۹۱

دستخط حاکم — مہر عدالت

از
پریم صاحب ولتش موگا

ظفرنامہ

قسط نمبر ۳

۴۹۔ قرآن جیسی سینکڑوں قسمیں بھی کھائے۔ مجھے اس پر ذرا بھی اعتبار نہیں آتا۔

۵۰۔ اگر تجھے اعتبار ہوتا تو تو کمر بستہ ہو کر ہمارے سامنے آتا (آ ملتا)

(۵۱) کیونکہ اس بات کا خیال رکھنا تیرا فرض ہے کہ یہ (کلام اللہ) خدا کی بات ہے جو میری قسم ہے۔

۵۲۔ اگر حضرت محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف رکھتے ہوں (یعنی پھر ایک بار تشریف لے آئیں) (تب البتہ) تیری ضمیر پر واضح ہووے۔ (یعنی حضرت صلعم تجھ سے پوچھیں۔ کہ کلام اللہ کی جھوٹی قسم تم نے کیوں کھائی تھی۔ اس کی سزا و جزا تم پر واضح ہوتا)

۵۳۔ تمہارا فرض ہے کہ جب کوئی کام کرو۔ اپنے لکھے کے بموجب (یا مراد احکام دینی کی پیروی) صحیح بچار کر کیا کرو۔

۵۴۔ میرا مرسلہ لکھا ہوا خط (لکھا ہوا) پہنچا ہے۔ اور زبانی پیغام (فرستادہ بھائی دیا سنگھ بیان کرے گا) ایسا کام کرنا چاہیئے جو خوش انجام ہووے۔

۵۵۔ انسان کو اپنی زبان کا پاس (قول و قرار کا پورا) ہونا چاہیئے۔ نہ یہ کہ دل میں کچھ اور ہو اور زبان پر کچھ اور۔

۵۶۔ جو قاضی (مراد اورنگ زیب) نے ہم کو کہا ہے۔ میں اس سے باہر نہیں ہوں۔ اگر تو سچائی پر ہے۔ تو بذات خود آؤ۔ (یا قاضی کو تاریخی واقفات کوئی اور شخص تبلائینگے) مراد اگر تو سچا ہے تو خود آکر بتا دے۔ (وہ فیصلہ کرے

۵۷۔ اور اگر تجھے قرآن کے قول سے ہی اقرار کرنا ہے۔ تو میں تیرے پاس ویسی ہی قسم بھیجتا ہوں یا یہ کہ اگر تجھے قرآن کا احترام ہے۔ تو میں اسی کا حوالہ تمہیں بھیجتا ہوں۔

۵۸۔ قصبہ کانگڑ (واقعہ حدود تحصیل موگا ضلع فیروزپور) میں تشریف لائیں۔ اسکے بعد ملاقات ہو جائیگی

۵۹۔ کہ اس راستہ میں تجھے ذرہ بھر بھی خطرہ نہیں ہے کیونکہ تمام قوم میری فرمانبردار ہے۔

۶۰- بیا تا من خود زبانی کنم[ـه] بروئے شما ہمہ بانی کنم[ـه]

۶۱- یکے اسپ شائستہ یک ہزار بیا تا بگیری من ایں دیار

۶۲- شہنشاہ را بندۂ چاکریم اگر حکم آید بجاں حاضریم

۶۳- اگرچہ بیاید بفرمان من حضورت بیایم[ـه] ہمہ جان و تن

۶۴- اگرچہ بہ[ـه] یزداں پرستی کنی بکار مرا ایں نہ سستی کنی

۶۵- تو باید[ـه] کہ یزداں شناسی کنی نہ گفت[ـه] حق کسے را خراشی کنی

۶۶- تو مسند نشیں سرورِ کائنات کہ عجب است انصاف ایں ہم صفات

۶۷- کہ عجب است انصاف دیں پروری کہ حیف است صد حیف ایں سروری

۶۸- کہ عجب است عجب فتوی[ـه] شما ل بجز راستی سخن گفتن زیاں

۶۹- مزن تیغ برخون کس بیدریغ ترا نیز[ـه] خوں است با چرخ تیغ

۷۰- تو غافل مشو مردِ یزداں[ـه] شناس کہ او بے نیاز است و او بے سپاس

۷۱- کہ او بے محاب ست شاہان شاہ زمین و زماں سچے[ـه] پادشاہ

[illegible]

ترجمہ

۶۰۔ آؤ کہ ہم مل کر آپس میں باتیں کریں ۔ اور میں تمہارے روبرو مہربانی کر کے دکھلاؤں۔
۶۱۔ ایک ہزار سِدھے ہوئے گھوڑے ساتھ لے کر آنا ۔ تاکہ مجھ سے تو یہ ملک لے لے۔
۶۲۔ شہنشاہ کا بندہ اور غلام ہوں ۔ اگر حکم دے تو ہم جان سے حاضر ہیں ۔
۶۳۔ اگر تو میرے کہنے میں آجائے ۔ دل و جان سے میں تیرے حضور میں آؤں۔
۶۴۔ اگر تو خدا کی اطاعت کرے ۔ تو میرے اس کام میں سستی نہ کر (یعنی جلد آجاؤ)
۶۵۔ تجھے خدا یاد ہونا چاہیئے۔ خدا نے یہ نہیں کہا (حق کا تقاضا یہ نہیں) کہ تو لوگوں کو آزار پہنچائے
۶۶۔ تو سرورِ کائنات (دنیا کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا خلیفہ یا نائب ہے۔ تعجب ہے کہ
تیرا یہ انصاف اور صفات ہوں۔
۶۷۔ تیرے اس انصاف اور دھرم پر تعجب ہے ۔ اور تیری اس سزا دہی پر سو سو افسوس ہے۔
۶۸۔ تیرے فتوے یعنی تیرے حکم عجیب و غریب ہیں ۔ سچائی کے بغیر بات کرنا نقصان رساں ہے۔
۶۹۔ کسی کی خونریزی کے لئے بیدھڑک تلوار مت چلا ۔ آسمانی تلوار سے تیرا بھی خون ہو جائیگا
یعنی آخر تو نے بھی ایک دن مرنا ہے۔
۷۰۔ اے گیانی (عارف یہ خدا شناس) مرد خدا سے غافل مت ہو۔ کیونکہ وہ بے نیاز (بے
پرواہ) ہے اور اس پر کسی کا احسان نہیں ہے۔
۷۱۔ کہ وہ شاہوں کا شاہ (خدا) بے خوف ہے۔ زمین اور زمانے کا مالک اور خالق
حقیقی ہے۔ یعنی مکان اور مکین ہر چیز کے پیدا کرنے والا ہے۔ اگر فرض کیا جائے۔
بجائے مصرعہ ثانی شعر ۱، کے (زمین و زمان است یا او بیشان) تو یہ بھی ہو سکتا ہے۔

بعدالت نائب تحصیلدار پنڈت آتمارام صاحب پانڈو واقعہ ۱۰ مگھر سمت ۹۱

اشتہار

درخواست جانو ولد خدا بخش قوم ڈوگر ساکن سندلوالہ

دربارہ حصول اجازت انتقال بیع حق مرتہنی اراضی

تعدادی ۱۱/ واقع رقبہ سندلوالہ زیر دفعہ ۳

ایکٹ انتقال اراضی جو کہ بمبلغ ۱۰ روپیہ میں رہن ہے

اندرین مقدمہ ۱۲ ماگھ سنہ حال تاریخ پیشی مقرر کی جا کر اشتہار شائع کیا جاتا ہے جس کسی نے اراضی مذکور بیع حق مرتہنی لینی ہووے وہ حاضر عدالت ہو کر درخواست پیش کرے اور راہن اراضی کا راہن مسمی بابو ولد خدا بخش قوم ڈوگر ساکن سندلوالہ ہے اگر کسی اشخاص کو کوئی اور عذر ہووے وہ بھی حاضر عدالت ہو کر عذر پیش کرے بعد گذرنے میعاد اشتہار کوئی عذر سماعت نہ ہوگا اور کارروائی بضابطہ عمل میں لائی جاوے گی۔ تحریر ۱۰ مگھر سمت ۹۱

مہر عدالت دستخط حاکم

بعدالت پنڈت آتمارام صاحب پانڈو نائب تحصیلدار ریاسی واقعہ ۱۸ پوہ سمت ۹۱

اشتہار برائے اطلاع جمیل سنگھ ولد لبا داجیٹ موضع دہرمیورہ

انتقال ۱۹۴۵ موضع دہرمیورہ متعلقہ مسمی بگو ولد لبا داجیٹ حضور راونہی وکا کا لپیران کشتا بحصہ برابر و نیز قالبضان حصہ

جمیل سنگھ ولد لبا داجیٹ ساکن دہرمیورہ

اندرین مقدمہ ۱۶ ماگھ سنہ حال تاریخ پیشی قرار دیکر اشتہار جاری کیا جاتا ہے اور جمیل ولد لبا داجیٹ کہ مثل حقیقت میں غیر حاضر درج ہے اور لاپتہ ہے جسکو اطلاع دیجاتی ہے۔ اگر کوئی عذر ہووے میعاد ایک ماہ تک حاضر سررشتہ ہو کر پیش کرے بعد گذرنے میعاد ایک ماہ اشتہار کوئی عذر سماعت نہ کیا جاویگا اور کارروائی ضابطہ عمل میں لائی جاویگی تحریر ۱۸ پوہ سمت ۹۱

دستخط حاکم — مہر عدالت

بحکم سردار رفتو کمار وششٹ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل نائب ناظم دیوانی مالش نمبر ۹ ار گھر سمت ۹۱

اشتہار۔ ہیر چند ولد میری مل سکنہ عقید بنام جانی سنگھ ولد وزیر سنگھ سکنہ ایضاً

دعوے صمار

اندرین مقدمہ ۹ ر ماگھ سمت ۹۱ تاریخ پیشی مقرر ہے۔ جس میں مدعا علیہ مذکور روپوش و دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ اس لئے بذریعہ اشتہار اُس کو اطلاع دی جاتی ہے کہ حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کرے۔ ورنہ حکم مناسب دیا جاوے گا۔ تحریر ۹ ار گھر سمت ۹۱

دستخط حاکم مہر عدالت

از محکمہ نیابت مال ضلع سنام گورنمنٹ پٹیالہ

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ رول نمبر ۲۰

گوجر ولد ہیرا قوم جٹ و بگو ولد سادہو قوم جٹ سکنائے ہمیر گڈھ تحصیل سنام ۔۔۔۔ مدعیان

بنام ۔ ہر چند سنگھ ۔ ہیر سنگھ پسران ہرنام سنگھ ۔ رگھبیر سنگھ ولد عطر سنگھ ۔ جگیر سنگھ ۔ کپور سنگھ پسران املا سنگھ کرنیل ۔ بلدیو نابالغان پسران املا سنگھ بسرپرستی مسماۃ سہاں والدہ خود و مسماۃ ہر کنور بیوہ بہاگ سنگھ و مسماۃ جسبیر کنور دختر گوجر سنگھ دسپورن سنگھ و پریتم سنگھ پسران وزیر سنگھ قوم جٹ سکنائے ایضاً و مکند سنگھ ولد املا سنگھ قوم جٹ سکنہ ایضاً حال مقید صدر جیل پٹیالہ مدعا علیہم ۔

دعوے استقرار حق مشو قرار داس امر کے کہ اراضی زرعی تعدادی

۱۵/۰ بیگھ خام جمعی للعہ روپیہ واقعہ ہمیر گڈھ تحصیل سنام

مقدمہ مندرجہ عنوان میں بتاریخ ۲۲ ر ماگھ سمت ۱۹۹۱ مطابق ۴ر فروری ۱۹۳۵ء مقرر ہو چکی ہے منجملہ مدعا علیہم مسماۃ ہر کنور بیوہ بہاگ سنگھ و مسماۃ جسبیر کنور دختر گوجر قوم جاتاں سکنائے ہمیر گڈھ مدعا علیہا کو لا پتہ مدعیان نے ظاہر کیا ہے۔ اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا مسماۃ ہر کنور و مسماۃ جسبیر کنور کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تاریخ مقررہ محکمہ ہذا میں اصالتاً یا وکالتاً یا مختارتاً حاضر۔

بعدالت نیابت دیوانی نارنول بہ تجویز سردار لشبیشر سنگھ صاحب ایم۔ اے
بار ایٹ لاء نائب ناظم دیوانی نارنول

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ بنا بر اطلاع عدہی لشبیشر دیال مدعاعلیہ

رام چندر ولد کنیالال ابن سکھدیو سہائے قوم برہمن ساکن مہندر گڈھ مدعی

بنام۔ عمدہ ولد پنالبیران نتا قوم اہیر ساکن قصبہ مہندر گڈھ مدعاعلیہ ع۱ و لشبیشر دیال

ولد کنیالال مہاجن ساکن مہندر گڈھ ع۲ حال مقام کلکتہ مدعاعلیہم

دعوے انخلاء اراضی تخمیناً یکصد گز عہ المعتہ گوارہ سکھدیو سہائے جی والا واقعہ قصبہ مہندر گڈھ

محلہ بڈھا مان تفصیل پٹہ بحدود ذیل بوجہ کرایہ عہ واجب دو سال

شرقی	غربی	شمالی	جنوبی
اراضی یکصد درعہ مشترکہ مدعی منعی پسر لوجیند لال وغیرہ	مکان دیودت	صحن	راستہ عام

۸ ر پھاگن سمت ۹۱ تاریخ پیشی مقرر ہے اور مدعاعلیہ ع۲

لشبیشر دیال کا لفافہ رجسٹری واپس آکر شامل مثل ہو چکا ہے وہ عدم پتہ ہے۔ مدعی اس پر

بذریعہ مشتہری اخبار مدعاعلیہ مذکور پر تعمیل کرانی چاہتا ہے۔ لہذا بذریعہ اخبار رسالہ ریشی ہند

دہلی مشتہر کیا جاتا ہے کہ مدعاعلیہ مذکور اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر جواب دہی مقدمہ

کرے ورنہ بصورت عدم حاضری مدعاعلیہ عدالت سے مقدمہ سماعت ہو کر حکم دیا جاوے گا

آج بتاریخ ۲۰ رمگھر سمت ۹۱ بثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

علم جوتش کی لاجواب و نایاب کتاب مراۃ الغیب (مہر گوسنگتا) کا اردو ترجمہ

علم جوتش کے ماہرین کا دعوے ہے کہ آج تک اس جیسی بہتر کتاب اس

مضمون کی نہیں لکھی گئی یہ کتاب ہر گھر میں ہونی لازمی ہے۔ قیمت فی جلد عہ روپیہ

علاوہ محصولڈاک۔ ملنے کا پتہ:- **بھگونت آشرم پٹیالہ**

بحکم سردار شو کمار صاحب وشست نائب ناظم دیوانی مالئہ واقعہ ۸ رگھر سمت ۱۹۹۱

چاہن مل ولد سندر مل سکنہ ٹاہلیان بنام شرفو ولد سوہنا سکنہ ایضاً

دعوائے قرضہ

اندرین مقدمہ ۴ رپھاگن سمت ۱۹۹۱ تاریخ پیشی مقرر ہوکر جسمیں مدعا علیہ مذکور دیدہ و دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار اطلاع دیجاتی ہے کہ مدعا علیہ حاضر عدالت ہوکر پیروی مقدمہ کرے۔ ورنہ حکم مناسب دیا جاوے گا۔ تحریر ۸ رگھر سمت ۱۹۹۱

دستخط حاکم (مہر عدالت)

از محکمہ نیابت مال ضلع سنام گورنمنٹ پٹیالہ

اشتہار زیر نمبر ۵ رول نمبر ۲۰

گوجر ولد ہیرا۔ بگو ولد سادہو قوم جٹ سکنہ ہمیر گڈھ تحصیل سنام .... مدعیان

بنام۔ ہرچند سنگھ۔ بیر سنگھ پسران ہرنام سنگھ و رگھبیر سنگھ ولد عطر سنگھ۔ جنگیر سنگھ کہر سنگھ پسران املاسنگھ و کرنیل۔ بلدیو نابالغان پسران املا سنگھ بسرپرستی مسماۃ سبہان والدہ خود و مسماۃ ہرکنور بیوہ بہاگ سنگھ و مسماۃ جسبیر کنور دختر گوجر سپورن سنگھ و پریتم سنگھ پسران وزیر سنگھ قوم جٹ بسویدار سکنہ ہمیر گڈھ و مکند سنگھ ولد املا سنگھ قوم جٹ بسویدار سکنہ ہمیر گڈھ حال مقید جیل صدر پٹیالہ مدعا علیہم

دعوی استقرار حق مشتر قرارداد اس امر کے کہ اراضی زرعی

نوادی لوہ سنگھ خام جمعی حصہ سالتمام واقع رقبہ ہمیر گڈھ

مقدمہ مندرجہ عنوان میں بتاریخ ۲۲ رماگھ سمت ۱۹۹۱ مطابق ۴ فروری ۱۹۳۵ء مقرر ہو چکی ہے منجملہ مدعا علیہم مسماۃ ہرکنور بیوہ بہاگ سنگھ و مسماۃ جسبیر کنور دختر گوجر قوم جاٹان سکنائے ہمیر گڈھ مدعا علیہا کو لاپتہ مدعیان نے ظاہر کیا ہے۔ اسلئے بذریعہ اشتہار ہذا مسماۃ ہرکنور و مسماۃ جسبیر کنور کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تاریخ مقررہ پر محکمہ ہذا میں اصالتاً یا وکالتاً یا مختاراً حاضر ہو کر جوابدہی مقدمہ کی پیشکریں اگر وہ تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت نہیں ہونگیں تو انکے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی۔

تحریر ۱۹ اریوہ سمت ۱۹۹۱ ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ دستخط حاکم .... مہر عدالت

اشتہار مجریہ سب تحصیل حضور بحکم لالہ شو سرنداس صاحب پوری نائب تحصیلدار

(صدر مقام پٹیالہ)

بنام مدیون

لیکھرام وچیت رام قوم دلیش سنہ ام کرپا ولد سباہی چار سکنہ لڑانہ سوراله کلاں ڈگریدار　بنام　مدیون

مطالبہ للعہ

اندرین مقدمہ بتقریکم بیساکھ سمت ۱۹۹۱ بذریعہ اشتہار ہذا تم کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ یا تو اندر میعاد یک ماہ حقرسی ڈگریدار کردو۔ ورنہ بعد انقضائے میعاد مذکورہ کارروائی ضابطہ عمل میں لائی جاوے گی۔ اگر تم کو کوئی عذر ہو تو اصالتاً یا وکالتاً تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت ہو کر پیش کرو۔ آج بتاریخ ۳ ماگھ سمت ۱۹۹۱ بثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

دستخط حاکم　　مہر عدالت

بعدالت سب تحصیل بریٹہ بہ تجویز پنڈت آتمارام صاحب منصف درجہ سوئم بریٹہ

اشتہار۔ درخواست بابو ڈوگر ساکن مگھاتیاں زیر دفعہ ۳۔ ایکٹ انتقال اراضی

بحق مرتہنی نسبت موازی ۸ ماسکہ خام موضع

مگھاتیاں تحصیل بانہ جو کہ معہ سماعت میں ہے

اندرین مقدمہ ۱۲ ماگھ سنہ حال تاریخ پیشی قرار دیکر اشتہار شائع کیا جاتا ہے مذکور اراضی مسمی حایو ولد خدا بخش قوم ڈوگر ساکن سرطانوالہ واقع رقبہ مگھاتیاں جو کہ رونق مل ولد سانیاں مل نسبت پرشیری داس و راجارام وغیرہ کے پاس راہن ہے جس کسی اشخاص کو اراضی مذکور لینی ہووے یا کوئی عذر ہووے۔ وہ تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت ہو کر عذر پیش کرے بعد گذرنے میعاد اشتہار ایک ماہ کوئی عذر سماعت نہ ہوگا۔ اور کاروائی ضابطہ عمل میں لائی جاویگی۔ تحریر ۱۸ مگر سمت ۱۹۹۱

دستخط حاکم　　مہر عدالت

کلامِ ربّانی

نثری مہابھارت گیتا کا اُردو نظم میں دلکش و بےنظیر ترجمہ

یہی وہ کتاب ہے جس پر مصنف (پنڈت نظر سوہانوی) کو مبلغ پانچ ہزار روپیہ نقد انعام ملا ہے اور جسے پنڈت مدن موہن مالویہ سر تیج بہادر سپرو۔ علامہ کیفی دہلوی علامہ منظور احمد ایڈیٹر ادبی دنیا مولانا مہیش پرشاد پروفیسر ہندو یونیورسٹی بنارس۔ مولانا ظفر علیخاں ایڈیٹر زمیندار۔ مولانا سالک ایڈیٹر انقلاب لاہور۔ حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی مولانا پطرس پروفیسر گورنمنٹ کالج۔ ڈاکٹر تاراچند ایڈیٹر ہندوستانی اکیڈیمی الہ آباد اور دیگر علمأ و فضلأ نے متفقہ طور پر بہترین نظم قرار دیا ہے

قیمت

ریشیوں سے	اُن کی ہمت کے مطابق
عوام سے	بارہ آنے (۱۲/)
کالجوں سکولوں کے لڑکوں پروفیسروں اور ماسٹروں سے	آٹھ آنے (۸/)
مسلمان اور دیگر مذاہب والے حضرات سے محصولڈاک بیشگی	ساڑھے تین آنے (۳/۲)
ہندو مذہب طلباء سے ماسٹروں کی تصدیق پر صرف محصولڈاک بیشگی	ساڑھے تین آنے (۳/۲)

ملنے کا پتہ:-

بی - این بیجل بانس کا پھاٹک بنارس شہر

آرڈر دیتے وقت رسالہ ریشِ ہند دہلی کا حوالہ ضرور دیجئے


RAIS-I-HIND
ہندوستانی ریاستوں کے لیے ہندوستان میں اپنی طرز کا واحد ماہواری مصور رسالہ
رئیس ہند
مقام اشاعت
دہلی
شملہ
دہلی

باجلاس مسٹر رخوکل صاحب مجسٹریٹ بی ایل بی ناظم دیہالی

اشتہار بنام لشن سنگھ ولد پرتاب سنگھ قوم جٹ سکنہ

بنسی مل ولد منددومل اگروال سکنہ بنام لشن سنگھ ولد پرتاب سنگھ وسوہن سنگھ

مدعی ولد لشن سنگھ ومساۃ مالکور زوجہ لشن سنگھ

سکنائے ایضاً مدعا علیہم

دعوے ہمارہ

مقدمہ صدر میں مدعا علیہ لشن سنگھ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ لہذا بتقرر ۲۵ اسوج سمت ۱۹۹۱ تاریخ پیشی مشتہر کیا جاتا ہے کہ تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت ہوکر پیروی وجواب دہی مقدمہ کرو ورنہ حکم مناسب ہوگا۔ تحریر ۱۹ بہادوں سمت ۱۹۹۱

آج بتاریخ ۱۹ بہادوں سمت ۹۱ بثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم — مہر عدالت

لالہ کرتا رام حکیم اینڈ سنز اگروال بازار جوڑی بھٹیاں پٹیالہ

ضروری اطلاع فائدہ عوام

پٹیالہ کے مشہور و معروف حکیم کرتا رام نے عام بھائیوں کے فائدہ کیلئے خاص کر نسخے ایجاد کئے ہیں جن سے ہزارہا مریض فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ بخار خواہ کیسا ہو تین دن میں مریض صحتیاب ہوتا ہے۔ پتھری بغیر آپریشن خارج ہو جاتی ہے۔ بہت سے پتھری کے مریض صحتیاب ہو چکے ہیں۔ ہسٹریا یعنی باؤ گولہ۔ نامردی یعنی قوت باہ۔ سوزاک، خرابی ماہواری حیض، وغیرہ ان مرضوں کا علاج خاص طور سے کیا جاتا ہے۔ یہ ادویات خاص کر ملاحظہ تک آزمائی جا چکی ہیں۔ رینجاحفظ وقت پر مریض کا حال لکھکر پتہ ذیل پر دوائی بذریعہ ڈاک منگوا کریں۔ حکیم کرتا رام اینڈ سنز اگروال دواخانہ جوڑی بھٹیاں پٹیالہ

ریاست بہاولپور کی قابل رشک ترقی

ریاست بہاولپور اپنے محبوب حکمران کیپٹن نواب صادق محمد خاں اکبر بہادر عباسی۔ وی۔ ایچ۔ سی وغیرہ وغیرہ کی روشن ضمیری و بیدار مغزی سے تھوڑے ہی عرصہ میں نہ صرف ایک قابل رشک ترقی سے ہمکنار ہو گئی ہے، بلکہ ہز ہائینس نواب صاحب بہادر برٹش حکومت کے سرکردہ مدبرین میں بیحد ہر دلعزیز ہو گئے ہیں۔ ریاست کا عمدہ نظم ونسق ہز ہائینس کی بے مثال قابلیت اور ان کے لاثانی تدبر کی بہترین روشن دلیل ہے، میڈیکل تعلیمی۔ پولس۔ ایگزیکٹو۔ جوڈیشل۔ لوکل سیلف گورنمنٹ وغیرہ وغیرہ ڈیپارٹمنٹ طرز جدید کی تمام تر اصلاحات سے مالا مال نظر آتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ نواب صاحب ممدوح ریاست کے نظم ونسق سے خاص دلچسپی لیتے رہے ہیں غرضیکہ انتظامی حیثیت سے ریاست بہاولپور ایک آئیڈیل ریاست کا نمونہ پیش کر رہی ہے، نواب صاحب ممدوح جہاں اعلیٰ درجہ کے فیاض، درویش مزاج۔ انصاف پسند اور بیدار مغز حکمران ہیں وہاں آپ صد درجہ کے نباض واقع ہوئے ہیں آپ کی نگاہ انتخاب ہمیشہ لاجواب ہوا کرتی ہے، اسکا یہ تقاضا ہے کہ ایسے نیک حکمران کو وزیر بھی ایسا ہی روشن ضمیر ملا ہے۔ خان بہادر نبی بخش، محمد حسین صاحب سی۔ آئی۔ ای وزیر اعظم ریاست ہذا کی شخصیت ہر قسم کی تعریف وتوصیف سے مستغنی ہے آپ کی قابلیت اور کارگذاری نے یہ صاف طور پر ثابت کر دیا ہے کہ ریاست کیلئے آپکا وجود مغتنمات سے ہے آپنے اپنے دور حکومت میں نہ صرف تمام مشکلات پر قابو پا لیا ہے بلکہ ترقی و بہبودی کی شاہراہ پر بھی لا ڈالا ہے خان بہادر نبی بخش محمد حسین صاحب کے بعد کرنل مقبول حسین صاحب قریشی ایم اے ایل ایل بی کا ذکر بھی ضروری ہو گیا ہے، کرنل صاحب نہ صرف اپنے آقا کے سچے وفادار ہیں بلکہ اپنی دانشمندی میں بھی لاجواب ہیں انکی دانائی و دوراندیشی کے جوہر آپکے سررشتہ محکمونکی اصلاحات سے بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں غرضیکہ ریاست کا نظم ونسق اسوقت نہایت اعلیٰ پیمانے پر چل رہا ہے ہم صدق دل سے دعا کرتے ہیں کہ جہاں خدائے بزرگ ہز ہائینس نواب صاحب بہادر کو تا ابد سلامت باکرامت رکھے وہاں آپ منزل دنیا میں بھی ہر طرح کامیاب ہوں*

شری
بیادگار بیان، اپنی ایجاد عالی رزمی و فاضل ان سردار دیوان رائے بھگونت رائے بہار ساحری، ظلہ العالی، ایم اے ایس بی سیکنڈ پانی

ریئس ہند

دربار نہم	منعقدہ دہلی بابت ستمبر ۱۹۳۴ء	جلوس چہاردہم

رموز مصلحت رئیس

خودداری

اگرچہ لعل جان نہیں رکھتا مگر پھر بھی وہ سورج کی کرن کو اسکے پاؤں خیال کرکے، اپنے بدن پر لگتے دیکھ کر غصہ سے جل اٹھتا ہے، اسی طرح غیرتمند، خوددار اور بلند حوصلہ انسان اپنی بے عزتی گوارا نہیں کرسکتا، خواہ اسے کیسی ہی سخت سے سخت مصائب کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

(بھرتری ہری)
"ساحر ساحری"

ہمارے قدیم سوراج

حضور ہز ہائینس مہاراجہ صاحب فرید کوٹ کا جشن اختیارات

ہز ہائینس کی بے نظیر قابلیت اور حسن تدبیر کا اعتراف

قابل ایڈمنسٹریشن کا زریں عہد

شائقین رئیس ہند یہ خبر پڑھکر نہایت خوش ہونگے کہ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب فرید کوٹ کو اکتوبر کے ماہ میں تمام تر اختیارات تفویض کئے جائینگے۔ سر حضور ہز ہائینس کی علمی و ذاتی قابلیت آج اپنی جواب نہیں رکھتی، آپ تمام شعبوں کی علمی ٹریننگ حاصل کرنیکے ساتھ ساتھ ملٹری ڈیپارٹمنٹ کی ٹریننگ سے بھی محروم نہیں رہے۔ حضور ممدوح کی خداداد قابلیت اور حسن سلوک نے نہ صرف رعایا ریاست کے دلوں کو مٹھی میں لے لیا ہے بلکہ آپ کی قابلیت گورنمنٹ نے بھی تسلیم کر چکی ہے۔ اور جہاں آپ حد درجہ کے با اخلاق، فیاض اور علم پرور واقع ہوئے ہیں وہاں انتظامی قابلیت میں بے نظیر ہیں۔ اس ضمن میں موجودہ کونسل کا جس کے پریذیڈنٹ سردار بہادر سردار اندر سنگھ صاحب بی اے جیسے ریاست و حکمران کے خیر خواہ دانشمند اور سردار بہادر سردار فتح سنگھ صاحب ممبر کونسل جیسے نیک اصحاب شامل ہیں شکریہ ادا کیا جانا عین انصاف ہے جب سے اس کونسل کا انتخاب ہوا ہے ریاست ہر قسم کی سازشوں سے محفوظ رکھا گیا

ترقی کی طرف گامزن رہی ہے، رعایا ریاست کو ہر طرح سے آرام پہنچا ہے۔

ہم حضور ہز ہائنیس صاحب بہادر کو صدق دل سے مبارکباد دیتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ پرماتما آپ کو باغ دنیا میں ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے۔

ریاست اندور کا بینظیر وزیر اعظم | ریاست اندور سنٹرل انڈیا کی ایک آئیڈیل ریاست ہے جو اپنے کارخانہ جات، مدارس علمی اور محکمہ ہائے زراعت سے اعتبار سے ایک ممتاز حیثیت کی مالک ہے۔ یوں تو ایام قدیم سے اس ریاست کو شہرت و ناموری حاصل ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسٹر بابنا کے دور وزارت میں ریاست اندور انتہائی عروج و ترقی سے ہمکنار ہو گئی ہے، ریاست اندور کے کارخانوں میں اس دور میں ایک قابل قدر اضافہ ہوا ہے جو رعایا کی بہبودی کا ایک بہترین ذریعہ ہے، اسی طرح کاشتکاری میں بھی نمایاں ترقیات ظہور پذیر ہوئی ہیں، سلسلۂ تعلیم روز بروز وسیع ہوتا چلا جارہا ہے، حتی کہ آج ہر قصبہ میں مدارس قائم ہو گئے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ ریاست میں ہر جگہ تحصیل علم کا ذوق و شوق روز افزوں ترقی پر ہے۔ یہ بھی مسٹر بابنا صاحب کی ہی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے کہ ریذیڈنسی کا بازار اندور کو واپس مل گیا اور مانپور کا علاقہ جس کو واپس لینے کیلئے ایک مدت سے کوشش جاری تھی ریاست کو واپس مل گیا۔

ہمیں مسٹر بابنا سے ذاتی تعارف حاصل ہے، جہانتک ہماری معلومات کام کرتی ہیں، ہم بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ صاحب موصوف انتہا درجہ کے خوش اخلاق، معاملہ فہم، دانشمند، درویش مزاج اور رعایا پرور وزیر اعظم ہیں۔ آپ کا دامن ناانصافی تعصب کے بدنما داغوں سے قطعی پاک ہے۔

بعض خود غرض اور زرپرست حضرات سنہری اور روپہلی اغراض کی آبیاری کیلئے صاحب موصوف جیسے فرشتہ خصلت نیک سیرت پر طرح طرح سے

بے بنیاد ازسرتاپا غلط الزام لگاتے ہیں، مگر ان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اندور کا بچہ بچہ آپ کے طرزِ سلوک کا معترف ہے وہ وقت گیا جب ایک ایسی تحریر کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتی تھی، اب وہ خود نیک و بد میں امتیاز کرسکتی ہے، اور آسمان پر تھوکنا گویا اپنے منہ میں تھوکنا ہے۔

آپ نے اپنے عہد وزارت میں یہ صاف طور پر ثابت کردیا ہے کہ آپ کے نزدیک رعایا اندور کا ہر فرقہ مساوی حیثیت رکھتا ہے، صاحب موصوف کی ذات پر پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ اور مہاراجہ صاحب بہادر کو اعتماد کلی ہے۔ چنانچہ موصوف کو حال ہی میں کچھ مزید اختیارات ریاست کیطرف سے عطا ہوئے ہیں جن کی ہم مبارکباد دیتے ہیں۔

حاسدوں وزیر پرستوں کو یہ بخوبی سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کی ریشہ دوانیاں موصوف کی ذات پر ذرہ بھر بھی اثر نہیں کرسکتی، ہم صاحب موصوف کو ان کی شہرت اور ہردلعزیزی پر صدق دل سے مبارکباد دیتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ آپ کو منزل دنیا میں ہر قدم پر کامیابی وراحت نصیب ہو۔

ریاست پٹیالہ کا بیدار مغز وزیر اعظم | خوشا نصیب ریاست پٹیالہ کہ جسے جہاں مہاراجہ سر بھوپندر سنگھ جیسا بیدار مغز حکمراں ملا ہے، وہاں نواب سر لیاقت حیات خاں جیسا بے شر، خیر اندیش، خاندان پرور وزیر باتدبیر میسر آیا ہے، جب سے آپ نے قلمدان وزارت سنبھالا ہے ریاست ہر شعبہ میں ہر قسم کی ترقی وعروج سے ہمکنار ہو رہی ہے۔ دانشمندی رعایا پروری کے علاوہ جو آپ میں سب سے اعلیٰ خوبی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا دامنِ انصاف تعصب کے بدنما داغوں سے پاک ہے، ریاست کا ہر طبقہ آپکے طرز سلوک کا مداح ہے۔ اور اسے بھی حسن اتفاق سمجھنا چاہیئے کہ آپ کو سکرٹری بھی سمجھدار سنجیدہ اور غیر جانبدار ملا ہے۔ ہم نواب

ممدوح کو جہاں اُن کی اس ہر دلعزیزی پر مبارکباد دیتے ہیں وہاں دعا کرتے ہیں کہ آپ کا دور حکومت آئندہ بھی بمثل سابق قابل اطمینان ثابت ہو۔

ریاست کلسیہ کی خوش نظمی شکر کا مقام ہے کہ جب سے دیوان پنڈت مہاراج کرشن صاحب بہادر وزیر ریاست کلسیہ نے عہد وزارت کا چارج لیا ہے ہر قسم کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا قطعی طور پر خاتمہ ہو گیا، ریاست ہر قسم کی ترقی و عروج سے ہمکنار ہو رہی ہے، رعایا شاد و آباد ہے کیوں نہ ہو جب دیوان صاحب موصوف جیسی نیک سیرت اور انصاف پسند اور وفادار ذات کے ہاتھ میں کل انتظام کی باگ ڈور ہو، رعایا ریاست کا ہر فرد آپکے طرز عمل سے مطمئن ہے، ہر مذہب و ملت کے افراد اپنے اپنے مذہبی تہوار کھلی آزادی سے منا سکتے ہیں۔ رعایا کلسیہ خوش قسمت جسے ایسا بیدار مغز اور صلح کل وزیر میسر آیا، ہم آپ کو آپ کی نیک شہرت پر صدق دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔

وزیر اعظم کپورتھلہ کی فضیلت خان بہادر دیوان سر عبدالحمید صاحب او۔ بی۔ ای۔ سی۔ آئی۔ ای وزیر اعظم کپورتھلہ کی ذات ریاستی دنیا میں مزید تعارف کی محتاج نہیں، آپ کی قابلیت کے سب معترف ہیں، کچھ دنوں سے حدود ریاست میں چند شوریدہ سر اور زر پرست حضرات نے ریاست کے پُرامن اور پُرسکون فضا کو فرقہ وارانہ فسادات سے مکدر کرنیکی سازشیں کی تھیں اور راز سرتا پا غلط الزام لگا کر من گھڑت باتیں بنا کر رعایا کپورتھلہ کو گمراہ کرنیکی کوششیں کی تھیں مگر چونکہ رعایا ریاست کو اپنے محبوب وزیر اعظم کا کامل اعتماد تھا اسلئے ان چند شوریدہ سر حضرات کی فرضی کارروائی کچھ اثر نہ کر سکی، ہم جناب وزیر اعظم صاحب ان کی ہر دلعزیزی اور خوش انتظامی پہ صدق دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

ریاست رامپور کیخلاف افتراپردازیاں

بعض اخبارات سنہری ور دیہاتی اغراض کی برآری کیلئے خواہ مخواہ کسی ریاست کو بدنام کرنیکی ٹھان لیتے ہیں چنانچہ اب دہلی کے بعض ناعاقبت اندیش اخبار بلاوجہ ریاست کے خلاف پروپیگنڈا کررہے ہیں، حالانکہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح روشن ہے کہ حکمران رامپور سے کوئی بھی شاکی نہیں بر خلاف اس کے ریاست ہر طرح سے ایک شاندار ترقی سے بغلگیر ہورہی ہے حضور نواب صاحب کے اوصاف حمیدہ کو کون نہیں جانتا، آپ ایک روشن دماغ اور فیاض حکمران ہیں، خان بہادر مسعود الحسن پریسیڈنٹ کونسل و سردار سر مقبول محمود صاحب پولیٹیکل منسٹر کی انتظامی اور دماغی شہرت کے سب قائل ہیں وہ دن مبارک تھا جب ان اصحاب کا انتخاب ہوا تھا، ہم ان اصحاب کی ہردلعزیزی اور رعایا پروری کی نسبت تعریف کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ریاست ایسے ایسے افسران کے وقت میں ہر طرح کی ترقیوں سے معراج کمال پر پہنچ جائے گی ۔

اشتہار مجریہ عدالت سردار گوردیو سنگھ صاحب نائب تحصیلدار راجپورہ ریاست پٹیالہ

بارو سنگھ ولد گلاب قوم جٹ نمبردار سکنہ کتھا کھیڑی سائل بنام طوطا رام ولد گوبند نجار سکنہ دیہہ مسئول علیہم

درخواست اجازت بیعہ نمبر خسرہ ۱۳۳۱ ایک بیگہ واقعہ رقبہ کتھا کھیڑی

یہ آراضی غیر زراعت پیشہ شخص کے پاس بیعہ ہوتی ہے اگر کسی زراعت پیشہ شخص نے یہ اراضی خرید کرلی ہو تو وہ عدالت ہذا میں ۱۹ ستمبر کو حاضر ہو کر درخواست پیش کرے عام پبلک و زراعت پیشہ اشخاص کی اطلاع کیلئے بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے ۔ تحریر ۲۸ بھادوں ۱۹۹۰

دستخط حاکم

مہر عدالت

اقبال کا شاعرانہ زوال

یعنی

خامیاں از بانگ درا

از حضرت گوشہ نشین صاحب وزیرآبادی

نمبر ۱

مولنا سید برکت علی شاہ صاحب گوشہ نشین وزیرآبادی کی ممتاز ہستی ادبی دنیا میں مزید تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ جہاں موجودہ زمانے کے بہترین نقادان فن میں سے ہیں۔ وہاں آپ ادب اردو کے سچے سرپرست ہیں۔ آپ اردو زبان پر استادانہ عبور رکھتے ہیں۔ آپکے نقادانہ مضامین جو اکثر ہندوستان کے مشہور و معزز اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپکی خداداد قابلیت اور ذہانت طبعی کے بہترین شاہد ہیں۔

مندرجہ ذیل مسلسل تنقیدی مضمون کو کسی فرقی بغض کا اقتضاء نہ سمجھنا چاہئیے۔ بلکہ بقول حضرت مصنف اسے خدمت فن پر محمول کیا جائے۔ ہمیں معزز شائقین ریکس ہند سے قوی امید ہے کہ وہ اس اصلاحی وغیر جانبدارانہ لاجواب تنقیدی مضمون کو نہایت ذوق شوق سے پڑھیں گے۔ بہت باتیں آپکی معلومات کو وسیع کرنے میں ممد و معاون ثابت ہونگی۔ ہم حضرت گوشہ نشین صاحب مدظلہ العالی کا دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی وہ اپنے زریں خیالات سے قارئین کرام ریکس ہند کو شرمندہ احسان فرماتے رہا کریں گے

"نقاد سناتی"

بانگ درا مصنفہ ڈاکٹر محمد اقبال کے مطالعہ سے یہ بات صاف پائی جاتی ہے کہ کسی استاد سخن نے اس پر نگاہ اصلاح نہیں ڈالی ہے۔ ورنہ ناموزون الفاظ سقت بندشیں حشو و زوائد۔ تذکیر و تانیث کی غلطیاں معنوی لغزشیں وغیرہ اسمیں جابجا پائی جاتیں۔

بعض الفاظ ایسے دیکھنے میں آتے ہیں جو بظاہر موزوں ہیں مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ناموزونیت میں لپٹے ہوئے ہیں۔ بعض مصرعے بھدّے اور بھونڈے ہیں اور بعض اشعار شاعر کا مفہوم ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

جہاں تک میرا خیال ہے۔ شاعر کے اس زعم نے کہ سخن سنجی میں وہ اپنے زمانہ کا عرفی و نظیری یا میر و غالب ہے۔ اس کو اشعار میں زیادہ غور و تعمق کرنے نہیں دیا۔ اور جس صاحبِ فن کی بات بات پر ابنائے عصر تحسین و مرحبا کی صدائیں بلند کریں اس کا یہی حال ہوتا ہے اور بتدریج وہ اپنی معدنِ طبع سے نکلے ہوئے لعل پاروں اور خزف ریزوں میں تمیز کرنے کی اہلیت بھی کھو بیٹھتا ہے۔

ہر زبان کا چشمۂ معانی اسی وقت تک گِل و لا سے پاک رہ سکتا ہے جب تک اس پر زبان دانوں کے احتساب کا پہرہ دار موجود ہو۔ اگر ہر کس و ناکس کو اجازت ہو کہ وہ جس طرح چاہے اسے مکدر کرے تو چند ہی دن میں اس کی عذوبت و لطافت دونوں خاک میں ملجائیں گی۔ اور فرصت قلیل میں اس کی شکل ناپہچانی شکل ہو جائے گی۔ اس لیے زبان دانوں کے مقررہ اصول پر لات ماردینا زبان سے عداوت کرنا اور آنے والی نسلوں کی راہ میں کانٹے بونا ہے۔

اگر کسی شخص سے کوئی خطا سہواً یا عمداً سرزد ہوئی ہو اور اُسے اس پر متنبہ نہ کیا جائے تو وہ یہ نہ سمجھ لے کہ اس کا قصور قصور نہیں ہے۔ آخر ایک دن اس کے خلاف آواز بلند ہوتی ہے۔ اور اُسے خفت اٹھانی پڑتی ہے۔

اوّل اوّل مصوّر اپنے گھر کی چاردیواری میں تصویر بنانے کی مشق کرتا ہے۔ بارہا تصویر کو مٹاتا اور پھر بناتا ہے۔ بعض اوقات تصویر کو مکمل کرکے تمام مٹا دیتا ہے چونکہ اسوقت اس کے پاس کوئی دیکھنے والا موجود نہیں ہوتا اسلئے اُسے ذلت کا سامنا نہیں ہوتا۔ لیکن جب مصوّر اپنی بنائی ہوئی تصویر شاہراہ عام میں لٹکا کر شہر کی داد چاہے

تو ہنر شناس یا افراد کا فرض ہے کہ وہ اس تصویر کے تمام جزئیات پر نظر غائر ڈالیں اور دیکھیں کہ آیا اس میں جملہ اصولِ فن کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور اعضا متناسب ہیں یا نہیں۔ اگر تصویر میں عیوب و نقائص موجود ہوں تو نکتہ چین حق بجانب ہے اور مصور کا عیب سے بری ہونا بے معنی ہے

اساتذہ کے دواوین میں کلماتِ تاسف کلماتِ انبساط وغیرہ ضرور مستعمل ہیں لیکن انکا محل استعمال کلام کی زینت کو دوبالا کرتا ہے۔ دیگر الفاظ مثلاً اب۔ سراپا۔ گویا۔ یعنی وغیرہ بھی کہیں کہیں نظر آتے ہیں جن کا استعمال وہاں درست ہے مگر بانگِ درا میں بعض ایسے الفاظ اور کلمات کی بھرمار ہے جن کا استعمال اکثر مقامات پر غلط ہے۔ وہ الفاظ اور کلمات ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

"آئے۔ آہ۔ ہاں یعنی۔ سراپا۔ آخر۔ اک۔ گویا۔ اب۔ اپنا۔ آج۔ گریہ ہم۔ پھر۔ یارب۔ الٰہی۔ وائے نادانی۔ نہ پوچھ۔ کیا کہوں۔ یہ سمجھ لے۔ اے غافل۔ اے تغافل پیشہ۔ اے ہمنشیں۔ اے بوالہوس۔ اے بیگانۂ خود۔ اے بے خبر۔ اے ہم نفس۔ اے ہم صفیر۔ اے دل۔ دنیا میں۔ جہاں میں۔ زمانے میں۔ دہر میں۔ عالم میں"

اب رہا یہ امر کہ میں نے یہ کتاب کیوں تصنیف کی ہے اس کا جواب خود بانگِ درا اپنی زبان سے یوں دے رہی ہے۔

(۱) شاعر "ماں کا خواب" کے عنوان کے تحت میں ایک نظم لکھتا ہے۔ ماں عالم خواب میں ایک پُرہول مقام میں سے گزر رہی ہے۔ اور ڈر کے مارے کانپ رہی ہے۔

لرزتا تھا۔ ڈر سے مرا بال بال
قدم کا تھا دہشت سے اٹھنا محال

ماں کہتی ہے کہ اس پرخوف میدان میں میرا بال بال ڈر کی وجہ سے کانپتا تھا اور دہشت کے باعث میرے قدم کا اٹھنا نہایت مشکل تھا۔ قدم کا اٹھنا محال ہوتا تو مصرعہ بے عیب اور فصیح ہوتا یعنی مصرعہ دوم میں تعقید کا عیب موجود ہے۔ جو یوں بسہولت

رفع ہو سکتا تھا۔ اگر مجبوری ہوتی تو اور بات تھی۔ شاعر کے کلام میں معائب سخن قدم قدم پر نظر آتے ہیں۔ جسکی وجہ لاپرواہی کے سوائے اور کیا کہی جا سکتی ہے۔

لرزتا تھا ڈر سے مرا بال بال
تھا دہشت سے اٹھنا قدم کا محال

(۲) شاعر شمع سے مخاطب ہے اور کہتا ہے۔

ہو شمعِ بزم عیش کہ شمعِ مزار تو
ہر حال اشکِ غم سے رہی ہمکنار تو

شاعر شمع سے کہتا ہے۔ اے شمع۔ خواہ تو شریکِ بزم عیش ہو خواہ مزار پر سوزاں ہو دونوں حالتوں میں تیری قسمت میں اشکِ غم گرانا ہے۔ یعنی تجھے خوشی سے قطعاً کوئی حصہ نہیں ہے۔ نگاہِ نکتہ شناس بہ آواز بلند کہہ اٹھے گی کہ مصرعہ دوم میں ہر حال لغو اور بیہودہ ہے اور شاعر کے عجز کلام کا بدیہی ثبوت ہے۔ نثر ایسے فضول اور زائد الفاظ کی قباحت اور بیہودگی کی پردہ دار ہو سکتی ہے۔ بوستانِ نظم میں ایسی خار دار جھاڑیوں کو اگنے کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ اصلاح ملاحظہ ہو۔

ہو شمعِ بزم عیش کہ شمعِ مزار تو
سیلابِ اشکِ غم سے رہی ہمکنار تو

(۳) شاعر آفتاب صبح کا منظر دکھا رہا ہے اور کہتا ہے۔

حسن تیرا جب ہوا بامِ فلک سے جلوہ گر
آنکھ سے اڑ تا ہے یکدم خواب کی مے کا اثر

مذکورہ شعر قواعد اور فنِ سخن دونو کے معیار سے گرا ہوا ہے تعجیل کو کاوش پر ترجیح دیگئی ہے۔ شاعر کا مفہوم تو یہ تھا کہ جب تیرا حسن بامِ فلک سے جلوہ گر ہوتا ہے۔ تو آنکھ سے خواب کی مے کا اثر اڑ جاتا ہے۔ پہلی قباحت یہ ہے کہ پہلے مصرعہ میں ماضی مطلق

اور دوسرے میں فعل حال استعمال کیا گیا ہے۔ جس سے شعر شعریت کے درجہ پر قائم نہیں رہا۔ دوسری قباحت یہ ہے کہ یکدم محض بھرتی کا لفظ ہے۔ اس سے بچنے کے لئے ذیل کی صورت اختیار کی جاسکتی ہے۔

رُخ تیرا ہوتا ہے جب بام فلک سے جلوہ گر
آنکھ سے ہوتا ہے رخصت خواب کی مے کا اثر

(۴) شاعر پیام صبح کے عنوان کے تحت میں طلوع آفتاب کا منظر دکھاتا ہے اور کہتا ہے۔

دیا یہ حکم صحرا میں۔ چلو اے قافلے والو!
چمکنے کو ہے جگنو بن کے ہر ذرہ بیاباں کا

سلطان صبح کا حکم نافذ ہوتا ہے کہ اے قافلے والو کمر ہمت باندھو اور گامزن راہ مسافرت ہو جاؤ۔ لیلیٰ شب روپوش ہو چکی ہے اور بیابان کا ذرّہ ذرّہ نورِ آفتاب سے منوّر ہونے والا ہے۔ مصرعۂ دوم غلط ہی نہیں ہے۔ بلکہ مضحکہ انگیز بھی ہے۔ جگنو رات کے وقت چمک سکتا ہے۔ دن کو نہیں چمک سکتا علاوہ ازیں ذرّہ کو آفتاب سے نسبت ہوا کرتی ہے نہ کہ جگنو کو میرا خیال ہے کہ شاعر نے ذرّہ کو قدو قامت کے لحاظ سے جگنو سے تشبیہ دی ہے اور زیادہ غور سے کام نہیں لیا کہ یہاں مشابہت بے سود ثابت ہوگی کیونکہ یہ معقولیت کے خلاف ہے۔ غرض مذکورہ شعر فلسفہ میں ڈوبا ہوا ہے! اصلاح ملاحظہ ہو۔

دیا یہ حکم صحرا میں۔ چلو اے قافلے والو!
چمکنے کو ہے سورج بنکے ہر ذرّہ بیاباں کا

(۵) شاعر تصویر درد میں یہ شعر لکھتا ہے۔

اثر یہ بھی ہے اِک میرے جنونِ فتنہ ساماں کا

مرا آئینۂ دل ہے قضا کے رازدانوں میں

جنوں کی فتنہ سامانی کو قضا کی رازدانی سے کیا علاقہ ہو سکتا ہے جنوں کی فتنہ سامانی تو دیوار سے سر ٹپکنے صحرا کی خاک چھاننے دامن اور گریبان کی دھجیاں اڑانے اور لڑکوں سے اینٹ اور پتھر کھانے تک محدود ہے، اگر جنوں کے دامن حاجت میں فتنہ سامانی کے خس و خاشاک کی بجائے عرش پیمائی کے جواہرات ڈال دئے جاتے تو جنون لباس ذلت کو اتار کر قبائے عزت پہن لیتا اور شاعر کا مرہون احسان ہوتا اصلاح ملاحظہ ہو

اثر یہ بھی ہے اک میرے جنون عرش پیما کا
مرا آئینۂ دل ہے قضا کے رازدانوں میں

(۲) شاعر داغ مرحوم کی تعریف میں لکھتا ہے۔

نور ڈالی ہم نے غربت میں بنائے امیر
چشم محفل میں ہے اب تک کیف صہبائے امیر (باقی آئندہ)

بعدالت منشی سعد الدین صاحب ستو خورشید سلطنت مصنف درجہ دوئم تحصیل کیتھل ریاست کلسیہ بہادر

جیرام داس پسر سیوا رام و سوسج بہان پسر جیرام داس اقوام جھینہ ساکن موضع بوتیاں تحصیل کھرڑ ضلع انبالہ ڈگریداران

بنام

اودم پسر سانیاں لوہار ساکن مدن ہیڑی علاقہ ستوتل مدیون متوفی وارث قابض جائداد رام کشن پسر ش مدیون

مطالبہ مالیجہ

مقدمہ مندرجہ بالا میں درخواست ڈگریداران سے پایا جاتا ہے کہ مدیون عدم پتہ ہے اطلاعنامہ کی تعمیل اس پر معمولی طریق سے ہونی مشکل ہے، لہذا اب مدیون کو بذریعہ اشتہار مطلع کیا جاتا ہے کہ بتاریخ ۲۶ ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء کو اصالتاً یا وکالتاً جیسی صورت ہوا سے حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کرے ورنہ عدم حاضری میں کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی تحریر ۱۱

(مہر عدالت) دستخط حاکم

اشتہار بحکم سردار [illegible] سنگھ صاحب بی اے ایل ایل بی نائب ناظم دیوانی برنالہ واقعہ اسوج سنہ ۱۹۹۱

مسماۃ [illegible] بیوہ [illegible] رام زرگر ساکن جوگا　　مدعیہ
تحصیل انڈیال رود بستا سنگھ زرگر ساکن جوگا
بنام اندر سنگھ ولد [illegible] سنگھ جٹ سکنہ سیکھا　　مدعا علیہ

دعوی زر نقد سالم ۵۰ روپیہ اصل و سود

اندریں مقدمہ ۷ اسوج سنہ ۱۹۹۱ تاریخ پیشی مقرر ہے اور مدعا علیہ دیدہ و دانستہ حاضری عدالت سے گریز کرتا ہے۔ اسلئے اندر سنگھ مدعا علیہ کو حکم بذریعہ اشتہار ہذا دیا جاتا ہے کہ یا تو وہ حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی و جوابدہی مقدمہ اصالتاً یا وکالتاً کرے ورنہ بعدم حاضری تمہارے مقدمہ سماعت کیا جا کر قانونی کارروائی کیجاویگی۔

(مہر عدالت)　　　　دستخط حاکم

بحکم سردار پریتم سنگھ صاحب سندھو بی اے ایل ایل بی ناظم برنالہ واقعہ ۱۴ اسوج سنہ ۱۹۹۱

اشتہار بنام ملکھی رام پسر گوندا مل و بھگت رام و دولت رام پسران نند رام۔ لچھمن سنگھ تیجا سنگھ۔ جگت سنگھ۔ چرنجی لال و کاہن پسران کستوری مہاجن۔ بہاناس ولد بینی داس۔ مسماۃ رکو بیوہ تلسی داس۔ سوہنا داس۔ جگت داس۔ [illegible] رام عرف ستا داس پسران سرتی داس۔ سریرام لا[illegible] داس ساہو بیراگی مدعا علیہم تلک رام پسر نراین داس ساہو بیراگی مدعی سکنائے بیکھی مدعا علیہم رسپانڈنٹان۔

ٹلک رام ولد نراین داس ساہو بیراگی سکنہ بیکھی اپیلانٹ
بنام
ملکھی رام پسر گوندا مل و بھگت رام دولت رام وغیرہ سکنائے بیکھی مدعا علیہ رسپانڈنٹان

اپیل بنارا ضی فیصلہ صاحب افسر مال ۲۲ مگھر سنہ ۱۹۹۰ بمقدمہ دعویٰ تردیدی بیدخلی اثبات حق کاشتکاری

مقدمہ مندرجہ بالا میں ۲۰ اسوج سنہ ۱۹۹۱ تاریخ پیشی مقرر کیجا کر بذریعہ اشتہار تمکو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم تاریخ مذکور پر بعدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ کرو بصورت دیگر تمہاری عدم حاضری میں کارروائی کیجاویگی۔

(مہر عدالت)　　　　دستخط حاکم

اشتہار مجریہ بحکم جناب پنڈت آتما رام صاحب پانڈے فنانشل تحصیلدار پٹیالہ واقعہ ۲ بھادوں سمت ۱۹۹۱

سپورن سنگھ ولد گورمکھ سنگھ قوم جٹ سکنہ دلیپ واندر۔ سند پسران گورمکھ سنگھ سائل

بنام

جٹ سکنہ ایضاً نمبر ا۔ مہرو ولد شبا و گوردت سنگھ ولد ... سنگھ و ہرتا۔ بدھاوا پسران بچن سنگھ جٹ۔ سوندھا ولد بدھو قوم مہاجن سکنہ ایضاً مبرا ۲ چوہڑ سنگھ و ہرنام سنگھ پسران نرائن سنگھ نابالغان بسرپرستی مسماۃ دہرموں والدہ خود۔ مالی ولد عطرا سنگھ۔ بوٹا سنگھ۔ الی سنگھ و کشن پسران رام سنگھ مبرا ۳۔ رام سنگھ و حضورا سنگھ عرف چھوٹو دگوردیال پسران روڑا نابالغان پسران روڑا جٹ سکنہ ایضاً مبرا ۴۔ شبا ولد اوتار۔ مسماۃ کشنی بیوہ کرپالا۔ کندن ولد رام دتا مہاجن۔ مہر سنگھ ولد پیریاں قوم چھینبہ۔ ہرنام سنگھ ولد امیر سنگھ پسران شام سنگھ جٹ سکنائے بیرہ مسئول علیہم

درخواست تقسیم اراضی ۱۱ ۱۵/۱ بیگہ خام واقعہ رقبہ بیرہ

اندریں بارہ مقدمہ صدر میں رپورٹ حلفیہ چپڑاسی تعمیل کنندہ سے عدالت کا اطمینان ہو گیا ہے کہ مسئول علیہم دانستہ حاضری عدالت سے عمداً گریز کرتے ہیں اسلئے بذریعہ اشتہار ہذا جملہ مسئول علیہم مذکور کو مشتہر کیا جاتا ہے کہ تاریخ مقررہ ۱۳ اسوج تک بروز حاضر عدالت ہو کر مسئول علیہم مذکورہ پیروی مقدمہ میں کریں ورنہ انکے خلاف یکطرفہ کارروائی عمل میں لائی جاویگی۔ بثبت ہمارے دستخط و مہر عدالت کے جاری ہوا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

اشتہار بحکم سردار راجندر سنگھ صاحب نائب ناظم دیوانی صدر پٹیالہ واقعہ ۲۲ بھادوں سمت ۱۹۹۱

لالہ سکھو مل ولد سیلو مل و پریتم داس بھگوان داس پسر بیتھے لال دلبا غارائے خزانچی قوم کھتری سکنہ پٹیالہ ڈگریدار

بنام

قوم کھتری سکنہ پٹیالہ حال ملازم دہلی یونائیٹڈ پرنس چارج کین ریلوے این ڈبلیو۔ آر دہلی مدیون۔ و مسماۃ گوبندی بیوہ دلباغ رائے خزانچی سکنہ پٹیالہ محلہ جوڑی ہٹیاں قابض جائداد دلباغ رائے مدیون

اجرار ڈگری مبلغ ... روپیہ

مقدمہ صدر میں مدیونان پر نوٹس مجریہ عدالت ہذا کی تعمیل نہیں ہوئی نہ مدیونان اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہوئے ہیں۔ لہذا بتقرر ۲۴ اسوج بذریعہ ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ مدیونان تاریخ مقررہ پر اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی کریں ورنہ بعدم حاضری مدیونان حکم ضابطہ نافذ ہو گا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

رئیس الکلام

شاعر نامدار، فاضل یکتائے روزگار، عندلیب ہند سید القلم پنڈت یوگ راج صاحب نظر سوہانوی مصنف "شعلہ زار" وغیرہ مترجم شریمد بھگوت گیتا کی ممتاز ہستی ہر قسم کی تعریف و توصیف سے مستغنی ہے، آپ کی خداداد قابلیت اور فکر رسا نے باغ سخن میں وہ وہ گل بوٹے کھلائے ہیں کہ جن کی شمیم روح پرور سائران گلشن علم و ادب کے دل و دماغ کو تر و تازہ کرنے کیلئے پیغام بہار ہے، خدا نے آپ کو ایک موزوں طبیعت کا مالک بنایا ہے، آپکے کلام کا ہر شعر ہر مصرعہ ہر لفظ بلکہ ہر نقطہ درد و اثر سوز و گداز میں ڈوبا ہوا نشتر ہوتا ہے۔ جو پڑھتے ہی دلوں میں پیوست ہو جاتا ہے، آپ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کی تصویر لا کھڑی کرتے ہیں، علم ادب کے لئے ایسے کامل فن بزرگ کا دم مغتنمات سے ہے، ذیل میں آپ کی ایک نظم درج کیجاتی ہے جسکے ظاہری اور باطنی محاسن یقیناً آپ سے بیساختہ داد طلب کریں گے۔ "ساحر سامی"

خوابیدہ ہندیوں سے

کرشن اللہ مرا، رام میرا پیغمبر — وید اقدس مرا قانون خدائے اکبر
آب گنگا کو مرے تکتی ہے چشم کوثر — آسماں آتا ہے تعظیم مجھے جھک جھک کر

نام ہندو ہے مرا اور نشاں ہندی ہے
ہند ہے میرا وطن اور زباں ہندی ہے

دم آخر یہ دیا شیخ نے مسلم کو پیام — سخت دشوار ہے بھارت میں تبلیغ کلام
اونٹ بھی آ کے یہاں بھول گئے طرز سلام — بت کدہ خانہ نشیں تھے اب کہتے ہیں جے سیتارام

قمری زمزمہ خواں سرو رواں ہندی ہے
اس چمن کے گل و بلبل کی زباں ہندی ہے

جنگ میں پائے سکندر کو اکھاڑا میں نے — کھیل بنتا ہوا یونان کا بگاڑا میں نے
پانی پت میں شہ غوری کو پچھاڑا میں نے — آسمانوں پہ علم ہند کا گاڑا میں نے
تیغ ہندی ہے مری اور کماں ہندی ہے
میرے جھنڈے پہ پھریرے کا نشاں ہندی ہے

پہلوئے جنگ میں پرنیر کو رکھ دیتا ہوں — کاٹ کر ہاتھ علم گیر کے رکھ دیتا ہوں
دم میں نیچے دم شمشیر کے رکھ دیتا ہوں — کلّے شیروں کے بھی ہیں چیر کے رکھ دیتا ہوں
میری افواج کا ہر مرد جواں ہندی ہے
اسپ ہندی ہے مرا ابلق دماں ہندی ہے

عظمت رائے پتھورا کی نشانی میں ہوں — تیغ پرتاپ کے دریا کی روانی میں ہوں
سیف پرتاپ چھتر سال کا پانی میں ہوں — وہ بڑے والے بڑھاپے کی جوانی میں ہوں
مری رگ رگ میں لہو جو ہے رواں ہندی ہے
جسم ہندی ہے اور اس جسم میں جاں ہندی ہے

خدمت ہند ترا فرض ہے سب سے پہلے — کہ اسی خاک میں پنہاں تو تھا سب سے پہلے
شکر اس خاک کا کر سجدۂ رب سے پہلے — کہ یہی کعبہ تھا دنیا کا عرب سے پہلے
یاد رکھ قول جو اے مرد جواں ہندی ہے
ہندوئے ہند ہے تو تیری زباں ہندی ہے

"نظر سوہانوی"

بھگونت ریڈنگ روم کی رسم افتتاح

جنم اشٹمی کے مبارک و مقدس تہوار کے دن یکم ستمبر سن رواں کو بصدارت لالہ امراؤ بہادر بی۔اے سابق ڈائرکٹر آف سکولز

ساڑھے پانچ بجے شام سے بھگونت ریڈیم روم کی افتتاحی کارروائی
شروع ہوئی، پبلک کے معزز اشخاص کے علاوہ دیگر افسران نے شامل
تقریب ہو کر اپنی ادب نوازی اور شرافت ذاتی کا ثبوت دیا۔

سردار اجیرا سنگھ صاحب نائب ناظم دیوانی صدر۔ سردار بلدیو کرشن
صاحب اسسٹنٹ کلکٹر۔ پنڈت امیچند صاحب سی۔آئی۔ڈی انسپکٹر
سردار استدر سنگھ صاحب سپرنٹنڈنٹ ہائیکورٹ۔ سردار پنڈت
مادہو رام صاحب پانڈو پنشنر ناظم منڈیات۔ لالہ رام سرنداس صاحب
پنشنر تحصیلدار سردار شب چند صاحب پوری پنشنر سپرنٹنڈنٹ پولیس
سردار شام سنگھ صاحب پنشنر سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ شفاء الملک جناب
حکیم دلبر حسن خاں صاحب عطی مہتمم بھوپ اندرا طبیہ کالج پٹیالہ۔ لالہ
رام چنداس صاحب گپتا ایڈوکیٹ ہائیکورٹ۔ لالہ سرجنگ بہادر صاحب
بی۔اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ۔ دیوان سری کرشن صاحب بی۔اے
ایل ایل۔بی پلیڈر۔ پنڈت کدارناتھ صاحب نیوا ڑی بی۔اے۔ایل
ایل بی ایڈوکیٹ۔ لالہ رامچنداس صاحب علی پوریہ۔ بابو چوکس رام
صاحب پنشنر سپرنٹنڈنٹ محکمہ آبپاشی۔ ڈاکٹر بال مکند صاحب مٹھا گر
سب اسسٹنٹ سرجن وغیرہ وغیرہ اصحاب نے حضرت ساحر کے مکان
پر تشریف لا کر نہ صرف حضرت ساحر کو شرمندۂ احسان کیا بلکہ اپنی
خاندانی شرافت اور ذوق علم ادب کا بیّن ثبوت دیا۔

پہلے پہل حضرت ساحر نے صاحب صدر و دیگر اصحاب کی تشریف
آوری پر دلی شکریہ ادا کیا بعد ازاں ایڈریس جو درج ذیل ہے سنایا
جس کے جواب میں صاحب صدر نے ایک موزوں اور برجستہ تقریر فرمائی

۷ بجکر ۱۰ منٹ پر نہایت خوش اسلوبی سے یہ کارروائی اختتام پذیر ہوئی مجھے حضرت ساحر صاحب موصوف نے حکم دیا ہے کہ میں ان مندرجہ بالا اصحاب کا شکریہ ان کی طرف سے اور ارکین رسالہ رئیس ہند کیطرف سے بذریعہ رسالہ ہذا ادا کروں +

"ایڈیٹر"

تیری ادبی شہرتیں دنیا پہ روشن ہو گئیں

ہو مبارک صد مبارک آپکا آنا یہاں　　آپکے دم سے کھلیگا ایک ادبی گلستاں
کوئی بھی ذریعہ نہ تھا تکمیلِ ذوقِ علم کا　　اسلئے سبھگونت پرشاد نے تک سوم کھولا ہے یہاں
اے دلاور، اے بہادر خادم ملک و وطن　　قالبِ ذوقِ ادب کی تو ہے بس روحِ رواں
تیری ادبی شہرتیں دنیا پہ روشن ہو گئیں　　اے سراپا نورِ ایماں شمعِ بزم جہاں
خوش کلام و خوش وضع و خوش طبع و خوش مزاج　　اللہ اللہ خاک کے پتلے میں ایسی خوبیاں
تیرے ہاتھوں سے ادا ہوتی ہے رسم افتتاح　　جو دلیل کامیابی ہے ہماری بیگماں
بھوپندر سنگھ بہادر تا ابد زندہ رہیں　　دور میں جنکے ہمیں حاصل ہیں سب آزادیاں
ہر طرف ہے شانتی کا راج ہے انکے راج میں　　انکے عہد اکبری میں آج سب ہیں شادماں
آپ سب اصحاب کی امداد گر شامل رہی　　آسماں پہ جنکے چمکیگا یہ مہرِ ضو فشاں
دلمیں انکی یاد رکھنا مت بھلا دینا اسے　　دستِ رحمت جنکی رہنا تم سدا سایہ کناں

آپ کی ذرہ نوازی کا بڑا مشکور ہوں
آپ نے اعزاز بخشا آکے ساحر کو یہاں

(س۔ س)

آپ! اپنی کامیابی فہرست کامیابی میں ملاحظ فرمالیں۔ "جیبی"

مشاغل علمی و تقریظات

ہمارے کرمفرما سردار ملکھ چند صاحب پوری ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس ریاست پٹیالہ نے کمال مہربانی فرما کر مندرجہ ذیل منظوم فیصلہ بغرض اشاعت ارسال کیا ہے، سپرنٹنڈنٹ صاحب موصوف کی کرمفرمائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جسے درج کرتے ہیں یہ فیصلہ اُن افسران کیلئے بصیرت افروز ہے جو یا تو خود فیصلہ لکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے یا اسے خواہ مخواہ کی بیگار سمجھکر غریب رعایا کو دیگر نااہلوں کے رحم پر چھوڑ دیتے ہیں، آج کل کے سررشتہ داروں اور اہلمدوں کا تو ذکر ہی کیا امید کہ اس فیصلہ سے بعض افسران اپنے فرائض منصبی کو احساس فرمانیکی زحمت گوارا فرمائیں گے

"ایڈیٹر"

مسلخوان اول نیابت فی الکلام — رنگینی رنگیں جو ہے قائم مقام
حسب فرمائش مجوزہ داد گر — فیصلہ کو نظم کر لکھا تمام
حاضری طرفین میں دیکھی گئی — یہ مسل جس میں ہے دھیانا مدعی
دیہہ تاجوکے سے کرتا ہے بیاں — راس جنگل سے گئے وہ ناگہاں
کودک کمسن محافظ سو گیا — اس لئے برپا یہ قصہ ہو گیا
گاؤں میں جس دم ملی مجھکو خبر — کی تجسس میں نے تب ایدھر اُدھر
گاؤ بیغوں کا نہ پایا کچھ نشاں — تب بدمعادا سے کہا اے مہرباں
توبرادر میل مموی زاد ہے — ساتھ چل مجھ پر پڑی افتاد ہے
اس لئے بوٹا سنگھ موجی کو بلا — جستجو کو ساتھ میرے ہو لیا

چل سے روڑے کیلئے نقش پا — واسطے تفتیش کے مجمع چلا
اتفاقاً دو جو دیکھے گاؤمیش — رہروی کو دل ہوا آگے کو پیش
ساتھ تھا ان گاؤمیشوں کے شتر — اس پہ تھا مارڑو جو سارق ناموار
اور در بارا چلا جاتا تھا ساتھ — فاصلہ تھا اُن سے انکا چند ہاتھ
ہانکتا جاتا تھا آگے کو چلا — مدعی نے دوڑ کر جا پکڑا اگلا
باندھ مشکیں ملزموں کو کر اسیر — دیہہ میں لائے اور بہت کی دار وگیر
راس و شتر و گاؤمیشوں کو لیا — تہانہ جاکر ان کو حاضر کر دیا
لکھا تھا نیدار نے ان کو بری — رائے بہتر دی ز راہ بہتری
ملزموں کو جرم سے انکار ہے — بلکہ زیادہ ہو انکا یہ تکرار ہے
جیونا اور وہ جاتے تھے چلے — راہ میں یہ تین کس ہمکو ملے
بے سبب ہمکو پکڑ مشکیں لگا — اونٹ کو ٹھیرا کے بس بٹھلا لیا
تھا جو کھورجی میں شتر پر نقد و زر — کھوس کر تہمت لگا دی سر بسر
رات میں ڈھونڈھاں رہے تھے رانکو — جانتے جو شخص تھے اس بات کو
ملزموں کے تین شاہد آگئے — ان کو جو معلوم تھا سنلا گئے
نیک چلنی کی بھی جو تائید کی — اس سے اب سب کھل گئی پیچیدگی
غور اس تحقیق پر میں نے کیا — غیب سے ہاتف نے یہ فتوےٰ دیا
جرم کا بالکل نہیں ان پر ثبوت — ہیں گرفتار بلا یہ بیسکوت
نقش پا کی بھی نہ کچھ تطبیق کی — دی نہ رویت کی شہادت واجبی
ایک شاہد کا نہیں ہے اعتبار — نیز ہے وہ مدعی کا آشنا خدار
اس لئے اب حکم کا اصدار ہے — اب اسیری ملزموں پر بار ہے
ان کو ناظر جیل سے کر دے رہا — فیصلہ ناطق یہ میں نے کر دیا ۱۲

کیا؟

آپکا نام اس فہرست میں ہے

اس طرف تو مندرجہ ذیل اصحاب نامہربان نے سرپرستی تو کرنا درکنار خطوط کا جواب دینا بھی بار خاطر خیال فرماتے ہیں اور ادھر دفتر ہذا نے انہیں ان کے فرائض منصبی محسوس کرانیکی قسم اٹھا رکھی ہے۔ دیکھئے امتحان میں کون فیل ہوتا ہے

رائے نانک چند صاحب بہادر دہلی	راجہ صاحب بہادر رئیس لمباؤں	پرنس جگت دیو سنگھ بہادر سرینگر
رائے روپ نرائن صاحب سیکرٹری ... دہلی	رانا میر اکرم جیب بہادر الہ آباد	لالہ دیبی پرشاد رئیس سہارنپور
راجہ صاحب بہادر بالقابہ خرد شہ	سردار گوردت سنگھ صاحب بہادر چھاچھی رئیس راولپنڈی	کنور پرتھی سنگھ صاحب رائے پور رانیا
لالہ کشوری رئیس اعظم جگادہری	کنور سندیپ سنگھ صاحب نا ہن	لالہ لبنا سید اس صاحب بنکر رئیس اعظم انبالہ
سردار صاحب بہادر رئیس مکریاں	سردار بھگونت سنگھ صاحب رئیس ...لی	سردار دلیپ سنگھ صاحب جاگیردار امرتسر
رائے صاحب بہادر مانسول	سردار شو دیو سنگھ صاحب نابہہ	سردار کشن سنگھ رئیس بھیوکی رامپورہ
سردار صاحب بہادر رئیس کنجہ گڈہ	سردار فتح سنگھ صاحب رئیس بڈالکھیاں	مہاراجہ نا ہر سنگھ جی صاحب شاہ پور
بیدی صاحب بہادر اونہ	مطر تیرتھ رام صاحب رئیس اعظم امرتسر	راؤ مادھو سنگھ صاحب رئیس بہادر نیا ...
سردار صاحب بہادر رئیس ٹکروشہ	راؤ راجہ جگت سنگھ پریزیڈنٹ کونسل ...	سردار سند سنگھ صاحب رئیس ڈڈار جول
وزیر کرم سنگھ صاحب رئیس شیر	سردار ہرچند سنگھ صاحب رئیس کھرڑ	میر صاحب بہادر گرامی کوٹہا رئیس پنڈراول
رائے صاحب بہادر رئیس بیٹر	سردار جودھ سنگھ صاحب رئیس فیروزپور	کنور شمشیر سنگھ صاحب ڈیرہ دون
میاں صاحب بہادر رئیس تلوک پور	سردار راجندر سنگھ صاحب رئیس میانپور	کنور جیت سنگھ رئیس جالندھر
راجہ صاحب بہادر رئیس نور پور	راجہ نریندر ناتھ صاحب لاہور	نواب محمد فیاض خان رئیس دیگاں
سردار بہادر رئیس گھنولی	لالہ مہابیر پرشاد صاحب رئیس میرٹھ	سردار ہر سنگھ صاحب رئیس ویالی
سردار صاحب بہادر سکیری	راجہ محمد اکبر خان صاحب رئیس جہلم	راجہ صاحب بہادر محمود پور
نواب صاحب بہادر رئیس منڈل	چودھری محمد فضل الہی رئیس الہ آباد	منشی فضل سب باغ رئیس سنبھل
	مولوی سید محمد صاحب رئیس مراد آباد	رائے بہادر سردار سنگھ جیسونت مراد آباد

بعدالت نیابت دیوانی نارنول بہ تجویز سردار بشیر سنگھ صاحب ایم اے بار ایٹ لا نائب ناظم دیوانی نارنول

فرم ہولی رام دیوا داقعہ موضع کمانیہ بذریعہ رام نراین وبرج لال پسران پنالال قوم اہیران
ہولی ولد جگیون مہاجن کمانیہ مالک واملاکن — بنام — سکنائے موضع کمانیہ مدعاعلیہم مسئول علیہم
فرم مذکور مدعی سائل

درخواست دربارہ عطائے اجازت دائری دعویٰ بصیغہ مفلسی زیر آرڈر ۳۳ رول ضابطہ
دیوانی دعوے دلا پانے مبلغ صمار روپیہ اصل وسود ۱۴۰ اصل و ... سود ...
مورخہ تک سمت ۱۹۹۱ تاریخ پیشی مقرر ہے چونکہ مدعاعلیہم پر تعمیل سمن نہیں ہوئی ہے رپورٹ
ناظر سررشتہ سے ظاہر ہے کہ مدعاعلیہم پردیس میں رہتے ہیں۔ مدعی بھی یہی بیان کرتا ہے کہ مدعاعلیہم
پردیس میں ہیں جن کا کوئی پتہ نہیں ہے مدعی مدعاعلیہم پر تعمیل سمن بذریعہ مشتہری اخبار چاہتا ہے
لہذا بذریعہ اخبار رسالہ رئیس ہند دہلی مشتہر کیا جاتا ہے کہ مدعاعلیہم تاریخ مقررہ پر اصالتاً
یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی مقدمہ کریں ورنہ بصورت عدم حاضری مدعاعلیہم
مقدمہ سماعت ہو کر عدالت سے حکم مناسب دیا جاویگا۔

آج بتاریخ ... ماہ ... سمت ۱۹۹۱ بثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

بعدالت نیابت دیوانی نارنول بہ تجویز سردار بشیر سنگھ صاحب ایم اے بار ایٹ لا نائب ناظم دیوانی نارنول

اشتہار بغرض اطلاع مدعی جواہر لال ولد بھگت رام۔ ہردواری مل ولد جواہر لال قوم ویش اگروال
سکنائے جہانپرہ سلیم پور مدعاعلیہم۔ پیارا لال ولد لالہ ہیا گیرت مل ویش اگروال موضع
مدعاعلیہ یعنی دہرو لد پیمانند مہاجن سیہولی مدعاعلیہم ترتیبی مدعاعلیہم

سیٹھ پیمانند ولد شوجی رام۔ سوسج مل وچاند مل پسران سیٹھ پرمانند رام نابالغ پسر سیٹھ پیمانند بسر پرستی پیمانند والد خود قوم مہاجنان سکنائے موضع سیہولی مدعیان — بنام — جواہر لال ولد بھگت رام۔ ہردواری مل ولد جواہر لال قوم ویش اگروال سکنائے موضع جہانپرہ سلیم پورہ مدعاعلیہم۔ پیارا لال ولد لالہ ہیا گیرت مل ویش اگروال موضع سیہولی۔ مدعاعلیہ یعنی دہرو لد پیمانند مہاجن موضع مذکور

دعوے دلا پانے مبلغ ... اصل وسود ... اصل ... سود ...
ہر اسوج سمت ۱۹۹۱ تاریخ پیشی مقرر ہے چونکہ مدعاعلیہم پردیس میں رہتے ہیں اور بہ اجراء
سمن مدعاعلیہم پر تعمیل سمن نہیں ہوئی ہے۔ مدعی مدعاعلیہم پر تعمیل سمن باجراء اشتہار اخبار
کرانی چاہتا ہے لہذا بذریعہ اشتہار اخبار رسالہ رئیس ہند دہلی مشتہر کیا جاتا ہے کہ
مدعاعلیہم مندرجہ صدر تاریخ مقررہ پر اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی مقدمہ
کریں ... [illegible]

ایک دلچسپ فسانہ

دوست کا ایثار

از
مسٹر روشن لال گپتا
بی اے پٹیالہ

گلشن دہر میں شام کی دیوی محو خرام ناز تھی وہ زرین نقش و نگار والا شہزادہ جو آغوش مشرق میں پیدا ہوا آسمان کی رفعتوں میں پروان چڑھا مغرب کی تاریکیوں میں رو پوش ہونے والا تھا۔ اس کی پر ضیا کرنیں چمن کے شگفتہ و دلفریب غنچوں کو الوداعی بوسے دے رہی تھی۔ ملکہ شام کا چہرہ غرور حسن سے سرخ تھا۔ ایک شہزادی عروس نو کی طرح باد بہار ایک نرالی ادا سے اٹھلاتی پھرتی تھی۔ طیور خوش الحان نغمہ سنجی میں مصروف تھے۔ ترنم ریز تانیں اڑاتے تھے۔ موسم کسی معتدل مزاج طبیعت کی طرح اعتدال پر تھا۔ چار اطراف سبز مخمل کا فرش اور اس پر گلکاریاں قدرتی منظر کی خوبصورتی و جاذبیت و رعنائی کو دوبالا کر رہا تھا۔ بادل کسی نوجوان کے دل کی امنگوں کی طرح امنڈے چلے آتے تھے۔ مہندر گھر سے نکلا اور شہر سے باہر ایک شکستہ سی سڑک پر چلنے لگا۔

وہ خراماں خراماں بڑھا چلا جاتا تھا کوئی خاص کشش اسے کھینچے لئے جاتی تھی اس کے پاؤں زمین پر ہی نہ پڑتے تھے کبھی کبھی گھوم کر پیچھے دیکھتا۔ کسی کے تعاقب کرنے کی آہٹ ہوتی مگر دیکھنے سے پتہ لگتا کہ یہ محض وہم تھا۔ کبھی گنگناتا اور کبھی اپنی جیب ایک کاغذ نکال کر غور سے پڑھنا شروع کرتا۔ ایک بار دو بار نہ جانے اسے کتنی بار پڑھا اسے آنکھوں سے لگایا۔ بوسے دیئے۔ لیکن پھر بھی طبیعت سیر نہ ہوئی دھڑکتے ہوئے دل اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اسے جیب میں ڈال لیا۔ اور پھر آگے بڑھا۔ اور شہر سے باہر ایک باغ میں جا پہنچا۔ باغ کی تعریف میں اتنا ہی لکھ دینا کافی ہے کہ باغ نہیں فردوس بریں تھا۔ درختوں کے جھنڈوں کی گہری چھاؤں آنکھوں کو طراوت

بجتی تھی۔ انواع و اقسام کے خوشنما و رنگین جاذب نظر پھولوں کے گچھے فردوس نگاہ بنے ہوئے تھے جس میں گلاب و چنبیلی کی بوئے معطر بسی ہوئی تھی۔ روشوں پر چل رہی تھیں۔ درختوں کی شاخیں ایسے۔ جھکتیں جیسے کوئی جوبن کی متوالی کسی شاخ میں بھونرے کی آواز کسی میں مکھیوں کی بھنبھناہٹ عجب کیفیت پیدا کر رہی تھی۔ قسم قسم کے پرند درختوں پر موجود ہو کر میٹھے سُروں سے گا رہے تھے۔ باغ کا مہکنا۔ بلبلوں کا چہکنا۔ سنبل کا بال بکھیرنا۔ سبزے کا لہلہانا پرندوں کا گانا بس غضب تھا۔ ستم۔

حیدر ایک نہایت ہی حسین و شکیل نوجوان ہے جوانمردی اور خوبصورتی اس کے ہر عضو سے ٹپکتی ہے۔ اُس نے ابھی شباب کے ہرے بھرے باغ میں قدم رکھا ہے نئی جوانی خوبصورت چہرہ۔ سڈول بدن۔ رسیلی اور بڑی بڑی آنکھیں جس میں سُرخ ڈورے پڑے ہوئے بادۂ محبت سے سرشار۔

حیدر ایک درخت کے نیچے سبز گھاس کے فرش پر بیٹھ گیا۔ خیالات کے بے پایاں سمندر میں مستغرق ہو گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ کچھ بڑبڑانے لگا۔ آہ! میں واقعی خوش قسمت ہوں۔ کیا وہ آج آئیگی۔ وہ میرے دل کی مالکہ راحت جان۔ امیدوں کی دنیا ...... وہ ازحد سنگدل ہے؟ ... پُرجفا ... مجسمۂ ستم ..... اس میں یہ غیر معمولی تبدیلی کیسے واقع ہوئی..... (کچھ دیر کے بعد) ہاں! میں سمجھا یہ عشق حقیقی کا انجام ہے۔ میری پاک و بے لوث محبت نے ہی اس کو اثر انداز کیا ہے۔ اس کے دل کی ننھی ننھی تاروں کو ہلا دیا ہے ہر نس نس میں حرکت پیدا کر دی ہے..... اسی لئے وہ پیام محبت بھیجنے پر مجبور ہوئی .... وہ تو میرے ناموں کو دیکھ کر ناک بھوں سکیڑ لیتی تھی۔ نفرت سے منہ پھیر لیتی تھی بے طرح جھڑجھڑتی تھی لیکن آج اس کی نازک انگلیاں خط لکھنے پر مجبور ہو گئیں ..... آہ! آج راز و نیاز کی باتیں کرونگا۔ تمام شکایتیں سناؤنگا ..... اوہ میں بھی ازحد بیوقوف ہوں .... عشق صادق ..... اور لب پر حرف شکایت ..... گلہ ... شکوہ ..... یہ تو دونوں

متضاد باتیں ہیں۔۔۔۔ میں ہیں میں عشاق کے نام کو دھبہ نہ لگاؤں گا اس نے بیشک مجھ پر ستم ڈھائے بیوفائی کی ظلم و ستم کی بجلیاں گرائیں مگر میں نے ان کو صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ پھر اب شکایت کیسی یہ تو میری بزدلی ہو گئی۔ راہ عشق میں کانٹوں سے خوف میں نہایت بے نیازی سے اس کا دیدار حاصل کر دوں گا۔ آئے تو دو۔ اس خورو شوخ کو میرا دل شراب محبت کا ایک جام پینے کو مچل رہا ہے۔ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا ہے۔ آہ!۔۔۔۔۔ وہ کتنی خوبصورت ہے۔ ماہتاب میں داغ ہے مگر وہ بے داغ ہے اس کی کاجل سے بھی زیادہ سیاہ کاکل پیچاں سینہ پر لٹکتی ہوئی ایسی معلوم ہوتی ہیں۔ کہ دو ناگنیں۔ حسن شیر پر دودھ پینے اتراتی ہیں اس کی شب دیجور سی سیاہ نیلیوں اور بڑی بڑی آنکھوں میں گو بھولا پن و سادگی پائی جاتی ہے۔ مگر عشاق کے خرمن امن پر بجلی گرانے کے لئے ان میں ظلم و بے رحمی کا کافی اثر موجود ہے۔

لب جاں بخش کی نزد تازگی اور انکی سرخ عقیق سی رنگت اور مسکرانے کے وقت ان میں سے موتیوں جیسے دانتوں کی چمک بس غضب ہے۔ ستم

ابھی وہ وادی شباب کی دلفریبیوں سے نا آشنا تھی ایک بچپن کی ادا اس کی سادگی اور بھولے پن پر مشاطہ کی چالاک دستیوں سے زیادہ جوبن دکھا رہی تھی وہ موسم بہار کی ایک ایسی کلی ہے کہ جو آب و ہوا موافق پا کر روز بروز زیادہ سے زیادہ شگفتہ اور دلفریب ہوتی جاتی ہے بازو و دکھ ارشیوں سے مشابہ ہیں اور جوش شباب غنچۂ ناشگفتہ کی لطافت کی طرح اس کے عضو عضو سے نمایاں ہے یا یوں کہئے کہ اس کا بے عیب حسن ایک غنچہ ہے ناشگفتہ یا ایک نرم شاخ ہے جو ابھی تراش ناخن سے نا آشنا ہیں یا تازہ تازہ شہد ہے۔ جو لذت دنیا نہیں ہوا اس کا جسم زیوروں کا زیور اور سنگاروں کا سنگار ہے۔ راج ہنس نے اس کو ٹھکرا کر چلنا سکھا دیا۔ تا کہ بعد میں خود بھی اس سے سبق سیکھے اگر یہ ممکن ہو کہ پھول نوخیز کونپل میں چھپا رہ جائے۔ یا موتی کسی شفاف مونگے میں جا گزیں ہو تو اس کے دلربا تبسم کو جب کا حسین

لب شیریں کی سرخی نے اور بھی دو بالا کر دیا ہے۔ ان سے تشبیہ دیجا سکتی ہے اس کی شربتی آواز جب سے امرت ٹپکتا ہے کچھ ایسی دلکش ہے کہ اس کے مقابلے میں خوش گلو بلبل کے نغمے کسی ساز کی بے سری گت معلوم دیتے ہیں۔ نہیں معلوم کس کی قسمت میں اس سے سیراب ہونا لکھا ہے۔ . . . کسی کا پیاری تارا پر کیا حق ہے۔ . . . . میں اس کا ہو چکا وہ میری آج اس کو . . . . اتنے میں گھنٹے نے ٹن ٹن کر کے آٹھ بجا دیئے۔ مہندر کے خیالات پریشان کا طلسم ٹوٹ گیا ہے آٹھ بج گئے اس نے خط میں ساڑھے سات کا وقت دیا تھا. . . . کہیں آکر تو نہیں چلی گئی (آنکھیں پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا) شاید دیر ہو گئی ہے۔ آدھا گھنٹہ اور انتظار کر لوں

منتظر عاشق کی طبیعت چور کی خصلت کے مشابہ ہے جس طرح ذرا سی آہٹ سے چور یہ سمجھتا ہے کہ کوئی بیدار ہو گیا۔ ٹھیک اسی طرح عاشق اپنے محبوب کے انتظار میں ذرا سی آہٹ پر چونک اٹھتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ اس کا معشوق آگیا۔ مہندر بھی ذرا سی آواز پر ادھر ادھر دیکھنے لگ جاتا اور سمجھتا کہ تارا آگئی۔

آخر آدھ گھنٹہ . . . . . ایک گھنٹہ . . . . . اور دو گھنٹے گذر گئے مگر وہ نہ آئی۔ انتظار نا امیدی میں تبدیل ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا ادھر ادھر نظر دوڑائی مگر وہاں فلک سے سرگوشیاں کرتے ہوئے درختوں اور گھٹا ٹوپ اندھیرے کے سوا کچھ نہ تھا۔ یک لخت ایک طرف سے کوئی آتا ہوا نظر پڑا۔ مہندر کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ رات کی سیاہی میں آنیوالے کا پہچاننا سخت مشکل تھا۔ . . .

آخر تھوڑی دیر کے بعد آواز آئی بھائی مہندر اتنی رات گئے تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ مہندر پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ یہ اس کا دوست نگیندر تھا۔ مہندر نے تارا کی محبت کا راز اپنے دوست سے بھی پوشیدہ رکھا تھا۔ مگر نگیندر کے کانوں میں بہت عرصہ ہوا اس کی بھنک پڑ چکی تھی۔ اور وہ موقعہ کی تلاش میں تھا نگیندر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ کیوں حضرت اب بھی نہ بتاؤ گے آج تو عین موقعہ پر پکڑ لیا۔ اب کوئی بہانہ بازی کام نہ کریگی۔

نیابت دیوانی مالسہ

اشتہار بنام رونق مل ولد ہری رام مہاجن ساکن محلہ مدعا علیہ

کریلو مل ولد بینی مل مہاجن ساکن محلہ ... رونق مل ولد ہری رام مہاجن ساکن محلہ

مدعی بنام مدعا علیہ

دعوے زر قرضہ

اندرین مقدمہ بمقرر تاریخ پیشی ۲۹ بھادوں سمت ۹۱ تم کو بذریعہ اشتہار ہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ تم حاضر عدالت آکر پیروی وجوابدہی مقدمہ مندرجہ عنوان کرو بصورت عدم حاضری بتاریخ پیشی پر حکم مناسب دیا جاویگا تحریر ۲۳ ساون سمت ۹۱

دستخط حاکم مہر عدالت

از منصفی سوئم پٹیالہ

نگو مل پسر نانک مل اگروال سکنہ کا ہن گڑھ بنام رونق مل پسر تلسی مل قوم اگروال ساکن

مدعی بنام بخشی والہ مدعا علیہ

دعوے مالغ ۲ صد روپیہ

اندرین مقدمہ ۱۵ بھادوں سمت حال تاریخ پیشی مقرر کی جا کر اشتہار شائع کیا جانا ضروری ہے۔ کیونکہ رپورٹ چپڑاسی مورخہ ۱۴ ہاڑ سمت حال سے ظاہر ہے کہ مدعا علیہ مذکور دیہہ بخشی والہ میں موجود نہیں ہے نہ معلوم کہاں آباد ہے۔ لاپتہ ہے۔ بذریعہ اشتہار مدعا علیہ مذکور کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ تاریخ مذکورہ بالا پر حاضر عدالت ہو کر مقدمہ ہذا میں پیروی کرے۔

بعد گذرنے میعاد اشتہار کوئی عذر سماعت نہ ہوگا۔ اور کارروائی ضابطہ عمل میں لائی جاویگی مورخہ ۱۶ ساون سمت ۹۱

دستخط حاکم مہر عدالت

از نیابت دیوانی برنالہ

اشتہار بغرض اطلاعیابی مسئول علیہم

اشتہار بنام گلزارہ ولد پریمان۔ جیون سنگھ ولد اوتم سنگھ۔ لال سنگھ کہر سنگھ پسران سندر سنگھ۔ کشنا ولد رتنا۔ دولا سنگھ عرف کاکا سنگھ ولد ہری سنگھ۔ شرتا ولد عطر سنگھ کرپال سنگھ ولد کاکو سنگھ مسماۃ پنجاب کور بیوہ نتو سنگھ۔ بختاور سنگھ بذاتہ و سرپرست بلور سنگھ جرنیل سنگھ نابالغان پسران اوتم سنگھ ہزارہ ولد بھوپ سنگھ۔ نرائن سنگھ ولد جواہر۔ فتنا ولد کالو۔ کرتار سنگھ بذاتہ و نیز ولی سرپرست دربارہ نابالغ برادر حقیقی خود پسران فتنا عرف مہتاب سنگھ گنڈا سنگھ ولد گوردت سنگھ جٹ سکنہ ایضاً مسئول علیہم

بختاور سنگھ پسر متبنیٰ پنجاب سنگھ سکنہ محوکے م گلزارہ وغیرہ سکنہ ایضاً

مدعی سائل | بنام | مسئول علیہم

درخواست تقرری رسیور مقدمہ دخیابی اراضی و مکان

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مسئول علیہم مذکور دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتے ہیں جن پر معمولی طریق سے تعمیل سمن دشوار ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مسئول علیہم مذکور بتاریخ ۲۲ بھادوں سمت ۹۱ کو حاضر عدالت ہو کر۔ پیروی وجوابدہی نہ کریں گے۔ تو ان کے خلاف حکم مناسب دیا جاوے گا۔

آج بہ ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔ تحریر ۵ بھادوں سمت ۹۱

دستخط حاکم

مہر عدالت

اشتہار بحکم سردار اجیر اسنگھ صاحب نائب ناظم دیوانی صدر پٹیالہ واقعہ ۵ بھادوں سمت ۹۱

فرم باجرامل بہالگیر بذریعہ ... ساہوکاران پٹیالہ بذریعہ م سوہن سنگھ خلعت سردار سندر سنگھ قوم رودڑہ سکنہ سیجھ گنگا نشن مدعی

بنام

... پٹیالہ مدعا علیہ

دعوےٰ دلاپانے ... روپیہ۔ مقدمہ صدر میں سمن بنام مدعا علیہ جاری ہوئے لیکن مدعا علیہ مذکور پر تعمیل سمن عدالت ہذا کے اطلاعیابی نہیں ہوئی لہذا بتاریخ ۸ اسوج سمت ۹۱ بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ مذکور تاریخ مقررہ پر اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ ہذا کرے بصورت دیگر حکم مناسب نافذ کیا جاویگا۔ تحریر ۰ سمت مذکور۔ دستخط حاکم۔ مہر عدالت

اشتہار بحکم سردار مہابیر چند صاحب نائب ناظم مال ضلع برنالہ

بنام بھجن سنگھ ولد دیال سنگھ قوم جٹ سکنہ کہوکر خورد

کشن سنگھ ولد لہنا سنگھ قوم جٹ سکنہ | مسمات پرتاپی بیوہ بیر سنگھ بھجن سنگھ ولد دیالا
کہوکہر خورد اپیلانٹ | بنام | قوم جٹ سکنہ ایضاً رسپانڈنٹان

اپیل بناراضی جناب تحصیلدار صاحب مانسہ

مقدمہ انتقال عہ ۱۰۴۴

اندرین مقدمہ رپورٹ حلفیہ صدر سے تعمیل کنندہ سے ظاہر ہے۔ کہ تم عرصہ دو سال ہوا اپنے دیہہ مسکن سے فرار ہو اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا تم کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بتاریخ ۲۲ بھادوں سمت ۹۴ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۳۷ء مقام برنالہ عدالت ہذا میں اصالتاً یا وکالتاً حاضر ہو کر جواب دہی و پیروی مقدمہ کرو بصورت عدم حاضری تمہارے حکم مناسب دیا جاوے گا۔ المرقوم ۲۳ ساون سمت ۹۴

آج ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا

مہر عدالت — دستخط حاکم

از نیابت دیوانی مانسہ

اشتہار بنام سیوا سنگھ ولد وزیر سنگھ جاٹ ساکن رڑ مدعا علیہ

کرملو مل ولد بینی مل مہاجن ساکن بھیلہ | سیوا سنگھ ولد وزیر سنگھ جاٹ سکنہ رڑ حال آباد
مدعی | بنام | بھیلو کہاری مدعا علیہ

دعوائے زر قرضہ

اندرین مقدمہ منعقدہ تاریخ پیشی ۲۲ بھادوں سمت ۹۴ تم کو بذریعہ اشتہار اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ تم تاریخ پیشی پر حاضر عدالت آکر پیروی و جواب دہی مقدمہ مندرجہ عنوان کرو بصورت عدم حاضری تاریخ پیشی پر حکم مناسب دیا جاویگا تحریر ۱۳ ساون سمت ۹۴

مہر عدالت — دستخط حاکم

اشتہار بحکم سردار اچھرا سنگھ صاحب نائب ناظم دیوانی صدر پٹیالہ

واقعہ ۲۴ ساون سنہ ۱۹۹۱

سادن رام خلف کاکو شاہ قوم کھتری سکنہ پٹیالہ دیوالیہ سائل

بنام - داروغہ ہرچند - پنڈت نند رام ایم - اے پروفیسر سناتن دہرم کالج لاہور - گنگو اند اس ولد کاکو شاہ قوم کھتری سکنہ مدوال تحصیل چکوال ضلع جہلم - منشی رام بزاز شملہ - قائم دین سوداگر تورڑی سکنہ سرسا ضلع سہارنپور قارضان مسئول علیہم - پریتم سنگھ موٹر ڈرائیور سکنہ سرہند - دی پنجاب سٹار کنسٹرکشن کمپنی امرتسر - ایشر سنگھ موٹر ڈرائیور سکنہ پٹیالہ - بیر رام موٹر ڈرائیور سکنہ پٹیالہ - مولراج سکنہ دیوال پور ضلع فیروزپور مقروضان مسئول علیہم - منی لال - کنور سین لیہری لال منشی رام ڈیک چند منراج ہرچند پسران لالہ کندن لال وقیمتی چند پسر کنور سین اترام دیش سکنہ پٹیالہ مسئول علیہم

درخواست دربارہ قرار دیا جانے دیوالیہ حسب دفعہ ۱۰ و ۱۳ قانون دیوالیہ

مقدمہ مندرجہ صدر میں سائل نے درخواست بغرض قرار دیا جانے دیوالیہ عدالت ہذا میں پیش کی ہے - لہذا بتقرر ۲۹ بہادوں سنہ ۱۹۹۱ ماسوائے داروغہ ہرچند و منی لال مسئول علیہم دیگر مسئول علیہم کو بذریعہ اشتہار ہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ تاریخ مقررہ پر عدالت ہذا میں حاضر آ کر پیروی مقدمہ ہذا کریں - بصورت عدم حاضری مسئول علیہم یا کسی ایک مسئول علیہ کے خلاف کارروائی یکطرفہ کی جا کر حکم مناسب دیا جاویگا - تحریر ۲۴ صدر سنہ صدر

دستخط حاکم .... مہر عدالت

از نیابت دیوانی مالنہ

اشتہار بنام گاماں ولد میراں قوم تیلی ساکن عالم پور مضافات مدعا علیہم

بدہا وا سنگھ ولد رام سنگھ زمیندار ساکن عالم پور مضافات مدعی — بنام — گاماں ولد میراں قوم تیلی ساکن عالم پور مضافات مدعا علیہ

دعویٰ زر قرضہ

اندرین مقدمہ بتقرر تاریخ پیشی ۲۴ بہادوں سنہ ۱۹۹۱ تم کو بذریعہ اشتہار اطلاع دی جاتی ہے کہ تم حاضر عدالت آکر پیروی و جواب دہی مقدمہ مندرجہ عنوان کرو بصورت عدم حاضری تاریخ پیشی پر حکم مناسب دیا جاویگا تحریر ۲۳ ساون سنہ ۱۹۹۱

دستخط حاکم

مہر عدالت

ترجمہ (۲۵) وہ شخص قرآن کی قسم پر آجائے اعتبار کرے، پھر اس کو باندھنا یا مارنا نہیں چاہیئے۔

(۲۶) مکھی کے رنگ کی طرح سیاہ پوش (کثیر التعداد ٹڈی دل) آگئے (حملہ آور ہوئے اور دفعۃً شور مچا دیا۔

(۲۷) اور جو کوئی دیوار سے باہر نکلا ایک ہی تیر کھا کر لہو لہان ہوگیا (مرگیا)

(۲۸) کون تھا جو اس دیوار سے باہر نہیں آیا۔ اور تیر کھا کر خوار نہیں ہوا۔

(۲۹) جب میں نے دیکھا کہ سپہ سالار ناہر خاں میدان کارزار میں نکلا ہے اور اپنے بدن پر ایک ہی تیر کھا کر چلتا بنا۔

(۳۰) آخرکار وہ بھی لڑائی سے بھاگ نکلے جو کہ باہر بیٹھے خاں (مغل سپاہ ان اشتہی (بگھار رہے تھے

(۳۱) پھر او پٹھان میدان کارزار میں آئے۔ جو سیلاب اور تیر و بندوق (کی سی سرعت کے ساتھ) آئے تھے۔

(۳۲) انہوں نے بہت سے حملہ مردانہ وار کئے ہوشمندی سے بھی اور بیوقوفی (بدحواسی) (آپ سے باہر ہوکر) سے بھی۔

(۳۳) بہت سے حملے کئے۔ اور بہت سے زخم کھائے۔ دو آدمیوں (مراد صاحبزادگان جھوجھار سنگھ جی و جیت سنگھ جی) کو مار کر خود بھی مرگئے۔

(۳۴) مگر وہ نکما خواجہ (ظفریاب بیگ خان بخشی سپہ سالار افواج مغلیہ) دیوار کے پیچھے چھپا رہا۔ مردوں کی طرح میدان جنگ میں نہیں نکلا۔

(۳۵) مجھے افسوس ہے۔ کیونکہ اگر میں اس کا منہ دیکھ پاتا۔ تو کم از کم اسے ایک ایک تیر تو مار دیتا۔

(۳۶) آخر تیر اور بندوقوں کے زخموں کی زیادتی سے طرفین کے بیشمار آدمی جھٹ پٹ مرگئے۔

۳۷	بسے بان[1] بارید تیر و تفنگ	زمین گشت ہمچو گل لالہ رنگ
۳۸	سر و پائے انبوہ چنداں شدہ	کہ میداں پر از گوئے چوگاں شدہ
۳۹	تن[2] نگار تیر و تفنگ کماں	بر آمد یکے ہائے ہو از جہاں
۴۰	دگر شور ہش کیبرے کینہ کوش	ز مردانہ مرداں برون رفت ہوش
۴۱	ہم آخر چہ مردی کند کارزار	کہ ہر چہل[3] تن آیدش بیشمار
۴۲	چراغ جہانی[4] شدہ برقع پوش	شب[5] شاہ بر آمد ہم جلوہ جوش
۴۳	ہر آنکس[6] کہ قول قرآں آیدش	کہ یزداں برو رہنما آیدش
۴۴	نہ پیچید[7] موئے نہ رنجیدہ تن	کہ بیروں خود آورد دشمن شکن
۴۵	ندانم کہ ایں مرد پیماں شکن	کہ دولت پرست است ایماں فگن
۴۶	نہ ایماں پرستی نہ اوضاع دیں	نہ صاحب شناسی نہ محمد[8] یقیں
۴۷	ہر آنکس کہ ایماں پرستی کند	نہ پیماں خود ش پیش[9] پستی کند
۴۸	کہ ایں مرد را ذرہ[10] اعتبار نیست	چہ قسم قرآں است یزداں یکیست

درست چراغ جہاں چوں شدہ

عله بان ۔ تیر بے بار بھی لکھا ہے۔ عله یزدوں کے چلنے کی آواز

عله اس معرکہ میں کثیر التعداد شاہی فوج کے مقابل میں گرو صاحب کے ہمراہی صرف چالیس کی تعداد میں تھے۔ عله سورج چھپ گیا عله چاند نکل آیا۔ عله ہر آنکس بقول ہی درست ہے ۔ ایک جگہ آمدش لکھا ہے۔ عله مراد بال بیکا عله نبی المغفین

عله بمقابلہ پیشین پستی یہ پیش پستی یہ پیش ولیستی صحیح ہے

ترجمہ ۔ (۳۸) تیرا ور بندوقوں کی بہت بارش ہوئی ۔ خون سے زمین (یوست سرخ) بہول لال ہوگئی ۔ (لاشوں کے) سر اور پاؤں اسقدر اکٹھے ہوگئے کہ گویا میدان جنگ گیند بلوں سے معمور تہا۔

(۳۹) تیر و کمان کے چلنے کی خوفناک آوازوں سے (جو ان کی حرکات سے نکلتی تھیں) جہاں ہائے ہو کا شور دفعتہً اٹھا ۔

(۴۰) پھر انتقام لینے والا سینہ توڑ جوش اٹھا جس سے جوانمرد سے جوانمرد کے بھی ہوش اُڑ گئے۔

(۴۱) آخر (خالصہ فوج) میدان جنگ میں کیا بہادری کرتی ۔ جب کہ چالیس آدمیوں پر لاتعداد فوج آپڑے۔

(۴۲) دنیا کا چراغ برقعہ پوش ہوگیا (سورج چھپ گیا) اور رات کا بادشاہ (چاند نکلا) پوری چمک دمک سے نکلا ۔

(۴۳) جو آدمی کہ قرآن کے قول پر اعتبار لادے (یعنی قرآن کریم کی قسم کو پورا کرے) خدا اس کا رہنما ہوتا ہے۔

(۴۴) نہ اس کا بال بیکا ہوا ۔ اور نہ کسی قسم کی بدن کو تکلیف پہنچی کیونکہ دشمن کو شکست دینے والا خود اسے باہر لے آیا ۔ (یعنی حریف کی فوج میں کھا گڑھ ڈال کر سب سنگٹ ہمارے دور کر دیئے

(۴۵) میں نہیں جانتا کہ یہ اقرار کو توڑنے والا شخص جو کہ دولت کی پوجا کرنیوالا اور ایمان کو گرانیوالا ہے

(۴۶) نہ ایمان ہے نہ دین کے طور ۔ نہ خدا کی معرفت اور نہ ہی حضرت محمد صلعم پر یقین ہے۔

(۴۷) جو شخص کہ اپنے ایمان کی پرستش کرتا ہے ۔ وہ اپنے اقرار کو آگے پیچھے نہیں کرتا یعنی نہیں معاہدہ توڑتا ۔

(۴۸) ایسے آدمی کا ذرا اعتبار نہیں ہے ۔ قرآن کی قسم کیا ہے ۔ اور خدا ایک ہے ۔ (وحدہٗ لاشریک اور قسم کہنا اس کا کیا معنی رکہتا ہے)

۴۹ چو قسم ع۱ قرآں صد کند اختیار — مرا قطرہ نا ع۲ ید از و اعتبار

۵۰ اگرچہ ترا اعتبار آمدی — کمر بستہ پیشوا آمدی

۵۱ کہ فرض است بر سر ترا ایں سخن — کہ قول خدا ع۳ است قسم است من

۵۲ اگر حضرت خود ستادہ شود — بجان و دل ع۴ کار دادہ شود

۵۳ شمار چو فرض است کار کنی — بموجب نوشتہ شمار کنی

۵۴ نوشتہ رسید و بگفتہ زبان — بیا ع۵ ید کہ کار ایں بر راحت رساں

۵۵ ہمو ع۶ مرد باید شود سخنور — نہ شنایم دگر ع۷ در دہان دگر

۵۶ کہ قاضی ع۸ مرا گفتہ بیرون نیم — اگر راستی خود بیاری قدم

۵۷ ترا اگر بیاید بقول قرآں — بہ نزد شما را رسانم ہماں

۵۸ کہ تشریف در قصبہ کانگڑہ کند — وزاں پس ملاقات باہم شود

۵۹ نہ ذرہ ع دریں راہ خطرہ تراست — ہمہ قوام بیر اڑ حکم ع۹ مراست

ع۱ چو بہ نسبت چہ موزوں ہے

ع۲ باید غلط ناید درست

ع۳ کہ قول قرآن است قسم من صحیح ہے

ع۴ بجان دل و کار داخل شود۔ اگر دل نے لکہا ہے وہ غلط ہے۔ دادہ شود صحیح ہے۔

ع۵ بیاید یعنی چاہیے صحیح ہے۔

ع۸ کہ قاضی بمن گفت۔ صحیح ہے۔

ع۶ ہمون اور ہماں دونوں درست ہیں

. . . .

کہ ذرہ غلط ہے۔ نہ ذرہ درست

ع۹ بحکم مراست

ع۷ زبان دگر در دہان دگر یا نشنکم کی بجائے قلب ہوگا۔

گذشتہ سے پیوستہ — [illegible]

ترجمہ

(۱) وہ بزرگ کامل (جس کی بزرگی یا طاقت حد کمال کو پہنچی ہوئی ہے) پیدا کرنیوالا۔ اور بخشش کرنیوالا ہے (جو بندے کو) رضا بخشنے والا۔ روزی دینے والا (رہائی آزادی کرنیوالا) رؤف (نہایت مہربان) اور رحیم یا مہربان ہے۔

(۲) پناہ دینے والا بخشش کرنیوالا۔ اور مدد کرنیوالا۔ خطا سے درگزر کرنیوالا۔ رزق دینے والا۔ اور دل کو پسند ہے۔ (۳) بادشاہوں کا بادشاہ۔ روزی دینے والا اور رہنمائی کرنیوالا ہے جو رنگ روپ سے بالا اور عدیم المثال ہے۔

(۴) ساز و سامان اور فوج نیز فرش (خیمہ ڈیرہ) تک کا محتاج نہیں۔ یعنی وہ تزک و احتشام سے مستغنی ہے۔ وہ آرام اور آنند نیز بہشت کے بخشنے والا ہے۔

(۵) وہ تمام جہان کی پاکیزہ تر طاقت (سامرتھ) ہر کل سخن کرنیوالا ظاہر اور عیاں ہے۔ جو علم کھلا بخشش کرتا ہے۔ (۶) وہ پاک پروردگار (ایشور) بخشش کرتا ہے۔ جو رحم کرنیوالی ہر ملک کے لوگوں کو روزی دینے والا ہے۔

(۷) جو ملک کا مالک یا سوامی اور بڑے سے بڑا ہے۔ جمال کی خوبی کا مالک۔ رزق دینے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

(۸) جو ہر امر کے جاننے والا اور عاجزوں کی پرورش کرنیوالا۔ مسافروں پر مہربانی کرنیوالا اور دشمن کو تباہ کرنے والا ہے۔ (۹) شریعت (یعنی مریادا) والا۔ اور بزرگی کا منبع ہے حقیقت کے پہچاننے والا اور الہامی کتاب کی خبر دینے والا ہے۔

(۱۰) عقل اور ادراک اسی کے لئے ہے حقیقت یا اصلیت کے جاننے والا ظاہر اور عیاں ہے (۱۱) تمام جہان کے علوم کے جاننے والا خود ہے۔ جہان اور جہان کے مشکل کاموں کے کھولنے والا (آزاد یا سوتنتر کرنیوالا ہے) (۱۲) اس سے بڑے عالم کے کاموں کے انجام دینے والا اور تمام جہان کے علوم کے جاننے والا جو حاکم ہے۔ (میں اس کے نام سے آغاز کرتا ہوں)

۱۳	مرا اعتبارے بریں قسم نیست		کہ ایزد گواہ است یزداں یکے ست
۱۴	نہ قطرہ مرا اعتبارے براوست		کہ بخشی[۱] و دیواں[۲] ہمہ کذب[۳] گو است
۱۵	کسے قولِ قرآں کند اعتبار		ہمہ[۴] روز آخر شود مرد خوار
۱۶	ہمارا کسے سایہ آید بزیر		بر و دست دارد نہ زاغ دلیر
۱۷	کسے پشت افتد پس شیر نر		نگیرد[۵] بز و میش و آہو گزر
۱۸	قسم مصحفِ[۶] خوش سخن مے خورم		نہ فوج ازیں زیر سمِ الخم
۱۹	گرسنہ چہ کارے کند چہل نر		کہ دہ لک برآید برو بے خبر
۲۰	کہ پیماں شکن[۷] بے درنگ آمدند		میاں تیر و تیغ و تفنگ آمدم
۲۱	بہ بے چارگی[۸] درمیاں آمدم		بہ تدبیر و تیر و تفنگ آمدم[۹]
۲۲	چو کار از ہمہ حیلتے درگزشت		حلال است بُردن بہ شمشیر دست
	چہ قسم قرآں من کنم اعتبار	(۲۳)	وگرنہ تو گوئی من ایں را چہ کار
	ندانم کہ ایں مرد روباہ پیچ	(۲۴)	مگر ہرگز ایں رہ نیارد بہ ہیچ

لے ورزادی کی طرح بچے گا تھے خدا والا مرد

۱؎ فوج کا اعلیٰ افسر ۲؎ فنانس سکریٹری ۳؎ دروغ گو ۴؎ بعض نے ہمین لکھا ہے جو غلط ہے۔ ۵؎ یہ عبارت بالکل غیر مسلسل ہے۔ شاید اس سے یہ مراد ہے۔ کہ ہم پر ہما کی طرح ایشور کا سایۂ عاطفت رہے۔ جو تیرے جیسے کوؤں سے خوفزدہ نہیں ہوسکتے۔ ۶؎ بعض نے .... نگیرد بزدری شکاری گزر" بھی لکھا ہے مگر "بگیرد بزور بے سوائے گزر" ممکن ہو سکتا ہے۔ ۷؎ قسم مصحف حنفیہ گر خورم "بھی لکھا ہے مراد یہ ہے کہ مغلیہ سلطنت کے سردار اور سپاہی جنہوں نے اقرار توڑ کر لڑنا شروع کیا۔ ۸؎ بہ لاچارگی درمیاں آمدم بھی لکھا ہے۔ ۹؎ بہ تدبیر تیر و تفنگ آمدند بھی لکھا ہے جو صحیح ہے۔

ترجمہ (۱۳) مجھے تمہاری اس قسم پر اعتبار نہیں ہے (جو کہتے ہو) کہ خدا گواہ ہے۔ اور واحدۂ لاشریک ہے۔ (۱۴) مجھے اس پر ذرہ بھر بھی اعتبار نہیں ہے کیونکہ تیرے تمام سپہ سالار اور دیوان دروغ گو (جھوٹ بولنے والے ہیں) (۱۵) اُن کے قول اور قرآن کی قسم پر جو شخص بھی اعتبار کرے گا۔ آخرکار وہ ہمیشہ کے لئے ذلیل اور خوار ہوگا۔ (۱۶) جو شخص ہما کے سایہ تلے آجاتا ہے۔ اُس پر (تیرے جیسا) کوئی باحوصلہ کوا ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ (۱۷) جس کی پشت (مدد) پر یزید ہوتا ہے۔ اُسے مکری بھیڑیا اور ہرن مغلوب نہیں کرسکتے۔ (۱۸) اگر میں بھی فصیح یا خوش بیان دہرم لیتک (گرنتھ) کی قسم کھاتا ہوں تو اس فوج کے گھوڑوں کے سموں سے (مراد مغلیہ فوج کے سردار اور سپاہی جنھوں نے قول و قرار اور قرآن کریم کو بالائے طاق رکھ کر لڑنا شروع کیا) (۱۹) چالیس بھوکے آدمی (مراد ہمراہیان گرو صاحب بمقام چمکور) کیا کچھ کرسکتے تھے۔ جب کہ ان پر دس لاکھ کی فوج دفعتہً حملہ آور ہوئے (۲۰) وہ عہد و پیمان کو توڑنے والے بلا تاخیر (سرعت کے ساتھ) حملہ آور ہوئے۔ اور ہم تلواروں۔ تیروں کے اور بندوقوں کے درمیان گھر گئے۔

نوٹ۔ اگر دونوں مصرعوں میں آمدند قافیہ رہے۔ تو علم العروض کی صحت لاکلام ہو جاتی ہے۔ تب کہا جائے گا۔ مسلح ہو کر لڑنے لگے۔

(۲۱) میں بھی مجبور ہو کر) لاچار (میدان جنگ میں) آیا۔ تیر و تلوار اور بندوق کی تدابیر عمل میں لایا۔ (۲۲) کیونکہ جب کام تمام تدبیروں سے گزر گیا (یعنی اور کوئی تدبیر جب کارگر نہ ہوئی) تو موتو پر مجبور اور اضطرار کی حالت میں تلوار پر ہاتھ بڑھانا جائز ہے (۲۳) میں قرآن کریم کی قسم پر کیا اعتبار کروں (اے اورنگ زیب) ورنہ تو ہی کہہ۔ کہ مجھ کو ایسا کرنے (سلطنت سے مقابلہ) کی کیا ضرورت تھی۔

(۲۴) میں نہیں جانتا تھا کہ لوگ لومڑی جیسے مکار ہیں۔ ورنہ کوئی دوسری بات مجھے اسطرف نہ لا سکتی (یعنی میں قول و قرار اور قسموں پر بھروسہ کرکے یہ مصیبت نہ سہتا)

۲۵	ہر آنکس کہ قول قرآں آید ش	نہ زو بستن و کشتن و باید ش
۲۶	برنگ مگس[۱۰] سیاہ پوش آمدند	بیکبارگی در خروشش[۱۱] آمدند
۲۷	ہر آنکس ز دیوار آمد بروں	بخوردن یکے تیر شد غرق خوں
۲۸	کہ بیروں نیامد کسے زاں[۱۲] دیوار	بخوروند[۱۳] تیرو نگشتند[۱۴] خوار
۲۹	چوں دیدم کہ ناہر[۱۵] بیامد بجنگ	چشیدن یکے تیر شد بیدرنگ
۳۰	ہم آخر گریزد بجائے مصاف	بسے خانہ[۱۶] خوراند بیروں[۱۷] گزاف
۳۱	کہ افغان (ندم) دیگر بیامد بجنگ	چو سیل رواں ہمچوں تیرو تفنگ
۳۲	بسے حملہ کردند بمردانگی	ہم از ہوشگی ہمچو دیوانگی
۳۳	بسے حملہ کردند بسے زخم خورد	دو کس را بجاں کشت[۱۸] جاں ہم سپرد
۳۴	کہ آں خواجہ مردود[۱۹] سایہ دیوار	بمیداں نیامد بمردانہ وار
۳۵	دریغا اگر روئے او دیدی	بیک تیر لاچار بخشیدی[۲۰]
۳۶	ہم آخر بسے زخم تیرو تفنگ	دو سوئے بسے کشتہ شد بیدرنگ

۱۰ مکھی کے رنگ کی مانند مراد کثیر التعداد ۱۱ ٹڈی دل کی طرح سیاہ لباس زرہ بکتر سے ملبوس فوج آپہنچی ۱۲ شور اور نعرے مارنے لگے ۱۳ زدم زاد بھی لکھا ہے۔
۱۴ بخوردند بھی ہو سکتا ہے۔ کہ تیر کھائے اور خوار ہو گئے۔ جو صحیح ہے۔ ۱۵ اورنگزیب کے ایک جرنیل کا نام ناہر خاں تھا ۱۶ خان۔ افغان ۱۷ شیخی
۱۸ یہ شعر نقل در نقل ہوتا ہوا غلط اور بے ربط ہو گیا ہے۔ جو دشمن کے کسی واقعہ حملہ آوری کو یاد دلاتا ہے۔ یا تو مذکورہ ناہر خاں سے متعلق ہے اور یا کسی اور سے۔
۱۹ محدود بھی لکھا ہے مگر وزن بھی تقطیع سے گرا ہوا ہے اور عبارت بھی بے ربط نقل در نقل ہونے کا یہ نتیجہ ہے۔ ۲۰ دیدی اور بخشیدی درست ہے۔

گھاوا صندل سوپ

گھاوا صندل سوپ کی ہو لاکھ بیاں کیونکر عیاں
اسکی ہر خوبی میں مخفی جب ہوں لاکھوں خوبیاں

اس سے شان کائنات حسن دوبالا ہوئی
اسکو آنکھوں پر بٹھاتے ہیں حسینان جہاں

اس سے ہوتا ہے تر و تازہ مشام زندگی
ہر رگ و ریشہ بدن کا ہوتا ہے عنبر فشاں

میل کیا دل کی کدورت بھی مٹاتی ہے یہ سوپ
اور بناتی ہے حسیں سے بھی حسیں تر بیگماں

داد-جھائی - داغ پھنسی کا تو ہے کہنا ہی کیا
ہے سیاہی تک کا چہرے سے مٹاتی یہ نشاں

حسن والوں کے لئے یہ تحفۂ نایاب ہے
مستفید ہوتے ہیں اس سے آج سب خورد و کلاں

اس کے وصفوں کا ہر اک کے لب پہ اب افسانہ ہے
کیا حسینان جہاں کیا مہ جبینان جہاں

اس کے ہی دم سے ہیں سب لطف بہار زندگی
اسکے ہی دم سے ہے باغ زندگی دور از خزاں

کائنات حسن کی رونق اسی صابن سے ہے
حسن کی دوبالا ہوتی ہے اسی صابن سے شاں

ہے صفائی پہ مدار زندگانی دوستو!
اسلئے تم اپنی صحت کا رکھو ہر دم دھیاں

خوبیوں کا اسکی گر نہ آپ کو آئے یقیں
بات کیا ہے دیکھ لو اکبار کر کے امتحاں

اس لئے کم اس کی قیمت ہمنے رکھی ہے جناب
فائدہ تاکہ اٹھائیں اس سے سب خورد و کلاں

دیکھکر مقبولیت اور حسن و خوبی کو تری
کہتے ہیں اے سوپ تجھکو آج سب دوکاں

ایک ہم ہی اس کی صفتوں کے نہیں ہیں معترف
معترف ہے اسکی صفتوں کا ہر اک پیر و جواں

گر تمہیں منظور ہو اے دوستو اس کی خرید
پوچھ لو تم آکے پٹیالہ میں گھاوا کی دکاں

جس نے سرمہ کو دیکھا اپنی چمکتی آنکھوں میں لگایا ہمیشہ

گھاوا سرمہ نمبر ۲۶

جب نظر چشمِ شان پر اس کی پڑی جائے تو دل

آ رہی چھوٹی آپ کی صورت کو لے کر کیا کریں — آنکھ میں سرمہ نہیں چہرہ پہ کھلی تل تنی جی

سرمۂ منتظر ہوں میری قیمت یہ ہے — کر رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

سب سے بڑی نعمت دنیا میں آنکھیں ہیں جن کے ذریعہ انسان اچھے برے میں تمیز کر لیتا ہے جب ان میں کسی قسم کی خرابی ہو جاتی ہے تو پھر دنیا ہیچ اور زندگی وبال ہو جاتی ہے۔ زمانہ میں کچھ ایسی ہوا چل پڑی ہے کہ جس طرف دیکھو آشوب چشم کی شکایت ہے۔ ضعف بصارت کا شاکی ہے دفتر کے نوجوانوں کو دیکھا جو دماغی محنت کی وجہ سے آنکھوں کی بینائی کھو کر عینکیں چڑھائے پھرتے ہیں غرض جن پر نظر ڈالو سبھی کسی نہ کسی مرض چشم میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اس لئے ہم جملہ مریضان چشم کو توجہ دلاتے ہیں کہ ہمارا گھاوا سرمہ

آنکھوں

کے تمام امراض کے لئے یعنی ضعف بصارت خارش آنکھوں سے پانی جانا، دھند، جالا، تاریکی چشم اور سنف کوری وغیرہ کو دور کر کے آنکھوں میں روشنی پیدا کر کے تیز نظر بنا دیتا ہے۔ چند روز کے متواتر استعمال سے عینک بھی چھوٹ جاتی ہے یہ سرمہ ہی نہیں بلکہ اس میں بیر اشر جنگل کی جڑی بوٹیوں کا رس نکال کر جو آنکھوں کے لئے از حد مفید ہے کیمیاوی طریقہ سے جذب کر کے سرمہ کی شکل میں تیار کیا ہے سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ طفل جوان پیر یکساں طور پر آشنا ہیں طالب علموں اور دماغی محنت کرنے والوں کیلئے یہ گھاوا سرمہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے آنکھوں کو خوبصورت بناتا پلکوں کو نرم اور پختہ کرتا ہے۔

باوجود صفت اس کی قیمت بہت قلیل یعنی فی شیشی جس میں ایک تولہ سرمہ ہے صرف آٹھ آنہ نمونہ کا پیکٹ جس میں تین ماشہ سرمہ ہے دو آنہ آزمائش کے لئے دکان پر روزانہ تشریف لا کر ایک سلائی مفت خراب ہونے پر قیمت واپس یہ ہمارا بائیس سال کا تجربہ ہے اس کو خرید لیجئے ہماری ایمانداری پر بھروسہ کر کے فوراً خرید لیجئے ہر ایک شہر میں بڑے بڑے دکانداروں سے بھی مل سکتا ہے۔

نوٹ۔ گھاوا سینٹ کا ڈھیر خریدیئے۔

المشتہر ——— استاکسٹ

پتہ:۔ گھاوا رام اینڈ سنز جنرل مرچنٹ

پٹیالہ (پنجاب)

اشتہار مجریہ بعدالت جناب بابو دھنی رام صاحب تحصیلدار مالنہ

درخواست اجاگر سنگھ۔ سپورن سنگھ پسران مہاں سنگھ قوم جٹ سکنہ گہمن خورد

دربارہ عطائے اجازت فروختگی ۴ بگہ خام اراضی نمبری خسرہ ۱۹۹ قسم بارانی

رام گڈھو گہمن تحصیل مالنہ بالعوض مبلغ مالا دو صد روپیہ بدست سپورن سنگھ

ولد ہیرا سنگھ جٹ سکنہ گہری بارہ سنگھ تحصیل بھٹنڈہ

اشتہار بنام اشخاص زراعت پیشہ بغرض آگاہی

مقدمہ صدر میں بذریعہ اشتہار ہذا تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اوجاگر سنگھ۔ سپورن سنگھ سائلان اپنی ۴ بگہ خام اراضی از قسم بارانی کو مالا دو صد روپیہ میں نزد سپورن سنگھ ولد ہیرا سنگھ ساکن گہری بارہ سنگھ تحصیل بھٹنڈہ بیع قطعی کرنا چاہتے ہیں۔ اسکے متعلق اگر کسی کو کوئی عذر ہو تو تاریخ مقررہ ۹ اسوج سمہ ۹۱ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۳۴ء بروز سوم حاضر تحصیل مالنہ آکر عذر پیش کرے اگر کوئی حاضر نہ ہوگا تو یہ متصور ہوگا کہ کسی کو کسی قسم کا کوئی عذر نہیں ہے حکم مناسب دیا جاوے گا۔ تحریر ۱۰ بھادوں سمہ ۹۱

دستخط حاکم

مہر عدالت

بعدالت نیابت دیوانی مالنہ بحکم مسٹر ارشو کمار صاحب وششٹ بی۔ اے ایل۔ ایل بی نائب ناظم دیوانی مالنہ واقعہ ۱۰ بھادوں سمہ ۹۱

مرلا مل دیپکرام پسران بھولا مل اگروال ساکن کشن گڑھ بنام ارجن سنگھ ولد سوندھی سنگھ جاٹ ساکن پیپانہ مدعا علیہ

دعوائے زر قرضہ

اندریں مقدمہ متنازعہ تاریخ پیشی ۸ اسوج سمہ ۹۱ مدعا علیہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے اور عدم پتہ ہونیکے سبب سے عرصہ سے مدعا علیہ سمن پر تعمیل نہیں ہوتی ہے۔ مدعی بذریعہ اشتہار ... مدعا علیہ پر تعمیل کروانی چاہتا ہے اسلئے بذریعہ اشتہار ارجن سنگھ مدعا علیہ مندرجہ عنوان کو اطلاع دیجاتی ہے کہ وہ تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت آکر پیروی و جوابدہی مقدمہ کرے۔ بصورت عدم حاضری تاریخ پیشی پر حکم مناسب دیا جاویگا تحریر ۱۰ بھادوں سمہ ۹۱

دستخط حاکم

مہر عدالت

ڈرائیور کی کمزوری سے وشَن گھائل

اگر آپ

چشم لطیف سے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے تمام کاروبار دس اندریوں سے چل رہے ہیں ان اندریوں کا تمام تر دار و مدار منی پر ہے منی ہی اندریوں کو تقویت دیتی ہے لیکن جب منی کمزور ہو جاتی ہے تو دسوں اندریاں پریشان اور ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ اگر آپ کی منی کمزور ہے تو آج سے ہی مقویات سرتاج عالم

آتنک نگرہ گولیوں کا

استعمال شروع کر دیں یہ گولیاں جملہ خرابیوں کو دور کر کے جسم میں خون اور منی کا دریا موجزن کر دیتی ہیں۔ جریان۔ احتلام وغیرہ کو دور کر کے تمام اندریوں کو مضبوط کر کے دنیا میں فتحمند بناتی ہیں۔ قیمت فی ڈبیہ ۳۲ گولیاں صرف پانچ روپیہ

اگر بچپن کی غلط کاریوں

سے

بیرونی شکایتیں پیدا ہو گئی ہوں تو ایک شیشی طلاء سواجی کرن منگوا کر استعمال کریں صرف

دو ہفتہ

کے

اندر پوری مردی عطا کریگا —————— قیمت فی شیشی پانچ روپیہ

نوٹ صفحات

کی

کتاب کام شاستر بالکل مفت طلب کریں

المشتہر

ویدشاستری جام نگر کاٹھیاوار

بحکم سردار لالہ نند کشور صاحب بی اے ایل ایل بی نائب ناظم دیوانی بھٹنڈہ

(اشتہار زیر دفعہ ۲۰ ضابطہ دیوانی) واقعہ ۔ جولائی ۱۹

رام چندداس ۔ حاکم چند پسران شنکر مل قوم روڑہ ساکن فرید کوٹ مدعیان

بنام ۔ مسماۃ لبھ کنور بیوہ بیر سنگھ رنجیت سنگھ نابالغ ولد بھاگ سنگھ بسرپرستی مسماۃ مہندر کنور بیوہ دکھر مل سنگھ متوفی حقدار بازگشت بھاگ سنگھ متوفی قوم جٹ سکنہ فرید کوٹ

دعوائے دلا پانے مبلغ تین سو روپیہ

اندریں مقدمہ بتقرر ۱۲۔اسوج سمت ۱۹۹۱ بیان حلفی مدعی سے عدالت کو اطمینان ہو گیا ہے کہ مدعا علیہ مذکور دیدہ دانستہ حاضری عدالت سے گریز کرتے ہیں اور روپوش رہتے ہیں لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ مدعا علیہم مذکور تاریخ پیشی مقررہ پر حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کرے ورنہ مقدمہ یکطرفہ سماعت ہو گا ۔ اور حکم مناسب ہو گا ۔

آج بہ ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا ۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

اشتہار بغرض حاضری دیوا سنگھ جٹ سکنہ منڈی بالی بحکم سردار میر محمد ذکی صاحب ایڈیشنل ناظم برنالہ واقعہ ۱۲ بھادوں ۱۹۹۱

مسماۃ رام کور بیوہ بیلا سنگھ جٹ ساکن ... گورچر سنگھ پسر مہنہ کا بلا سنگھ جٹ سکنہ ایضاً موضع منڈی بالی مدعا علیہا اپیلانٹ بنام دیوا سنگھ پسران ہیم سنگھ وغیرہ ساکن ایضاً

اپیل مقدمہ استقرار حق

اندریں مقدمہ رپورٹ چپراسی سے پایا جاتا ہے کہ مسمی دیوا سنگھ ولد ہیم سنگھ جٹ سکنہ منڈی بالی محتاط تو ہے دانستہ حاضری سے گریز کرتا ہے اور روپوش ہو جاتا ہے اپیلانٹ اندریں اشتہار مدعا علیہ دیوا سنگھ کی حاضری کی خواہش کرتے ہیں ۔ لہٰذا حسب خواہش اپیلانٹ بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جا کر دیوا سنگھ رسپانڈنٹ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ بتاریخ ۱۰ اسوج سمت کو اصالتاً یا وکالتاً حاضری عدالت ہو کر پیروی و جواب دہی مقدمہ کرے ۔ ورنہ اس کے خلاف یکطرفہ کارروائی کی جا کر یکطرفہ سماعت مقدمہ کیا جاویگا ۔ تحریر ۔۔۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

مرآۃ الغیب

یعنی

بھرگو سنگتا کا اُردو ترجمہ

یہ سنسکرت کی علم جوتش کی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ دھرم کرم میں مالداری و مفلسی، عزت و دولت، عورتوں کے رنج و راحت تجارت کا فائدہ و نقصان۔ ازدیاد و کمی نسل تعداد سالہائے عمر متوسلین دوستوں اور دشمنوں کا حسن و قبیح بآسانی معلوم ہوسکتا ہے۔ آئینہ سکندری یا جام جم ہے۔ سنسکرت کی پراچین کتابوں کا عطر د دیگر موزونیات جوتش کا پانچواں حصہ ہے۔ لمحہ لمحہ سے گھنٹے بنا کر دن سے رات اور رات سے دن کر کے آنکھوں سے محبت کا تیل ٹپکا کر لکھی گئی ہے، بے تعداد نقشے انظار ستارگان وغیرہ کمال محنت سے فراہم کئے گئے ہیں اعلیٰ کاغذ پر خوش خط چھاپی گئی ہے۔ **قیمت ایکروپیہ چار آنہ عہ**

چند جلدیں باقی رہ گئی ہیں

نگرنت پرکاش پریس دہلی میں پنڈت پیارے لال شرما پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا

دسمبر ۲۹ء

ہندوستان کا واحد ممتاز الاثر علمی و ادبی و اخلاقی

ماہوار صحیفہ

رئیس ہند

دار السلطنت دہلی

یعنی

گوناگوں دلچسپیوں کا بہترین مجموعہ

پروپرائٹر ساحر شنامی

گلزار بہار (باتصویر)

معروف بہ

بزم نظم برہمن

یعنے

بلبل ہندوستان ہندوئے فارسی داں رائے رایاں پنڈت چندربھان برہمن میر منشی

شہزادہ داراشکوہ دیوان شاہجہاں و دیوان اعظم اور انگریزی

کلیات کلام نظم

مشتملبر

مکمل دیوان شریف ۲۰۳ غزلیات ۷۴ ۵ رباعیات ۲۱ اشعار ۴ قصائد، مثنوی ہفت بحر معہ مفصل سوانحعمری

جامع و اکمل مزین بہ تصویرات شاہجہاں، داراشکوہ برہمن و نمونہ خط نستعلیق آمیز شکستہ حجم ۲۸۴ صفحے قیمت ۳

مراۃ الغیب

یعنے

بھرگو سنگتا کا اردو ترجمہ

یعنی یہ وہ کتاب ہے جس کی شہرت شرق سے غرب تک ہر گوشۂ دنیا میں پھیل چکی ہے۔ اسے

آئینہ سکندر کہو یا جام جم

اگر آپ

آئیندہ واقعات و حالات قبل از وقت معلوم کرنا چاہتے ہیں اور خواہش ہے کہ آپ کی زندگی ہر طرح سے کامیاب ثابت ہو۔ تو آج ہی مشہور عالم کتاب مراۃ الغیب یعنی سنسکرت کی مستند کتاب کا اردو ترجمہ منگوا کر مطالعہ فرمائیں قیمت صرف عہ

نپتہ:۔ چیف مینجر رئیس ہند دہلی

باہتمام مسٹر کے ایل۔ یکتا۔ اڈیٹر۔ پرنٹر۔ پبلشر دلی پرنٹنگ ورکس میں طبع ہو کر شائع ہوا۔

شریمد بھگوت گیتا کا اردو نظم میں دلکش و بینظیر ترجمہ

کلام ربانی

خاص رئیس ہند کے لئے

قسط دوم

مترجمہ سید العلوم پنڈت دیگمراج صاحب نظرؔ سوہانوی مصنف شعلۂ راز

باب دوم

سنجے بولا راجہ بے چشم سے قلب ارجن پر ہوا یہ رحم سے
آنکھ میں آنسو زباں پر آہ تھی طبع ڈانواڈول تھی گمراہ تھی
ارجن پر غم کا عالم دیکھ کر یوں ہوا ارشاد ذات پاک تر
عرصۂ پیکار میں وقت جدل کیوں ہوا دل پر محبت کا عمل
آریوں کا یہ کبھی شیوہ نہ تھا آریا پیکار سے ڈرتا نہ تھا
بند ہے اس پر در خلد بریں جی بچے جو چھوڑ کر رن کی زمیں
باعث نفرت ہی یہ طرز عمل مرد میداں بن بہادر بن سنبھل
ہو گیا ہے دل کا تو نامرد کیوں تیرے لب پہ ہی یہ آہ سرد کیوں

تیرا یہ طرزِ عمل اچھا نہیں — بزدلی تیرے لئے زیبا نہیں
صف شکن ہو برسرِ پیکار ہو — ہاتھ میں لے کر کماں تیار ہو
عرض کی ارجن نے ای ربِّ من — خرمنِ اتحاد پر شعلہ فگن ہے
بھیشم بابا پر درون استاد پر — کس طرح اونچا کروں دستِ تبر
ہم خوشی سے شاداں ہوں — تیر ان کے جسم میں پیوست ہوں
یہ تو ہرگز مجھ سے ہوسکتا نہیں — اپنے ہاتھوں انکو کھو سکتا نہیں
اس سے بہتر ہے جہاں میں عمر بھر — بھیک کے ٹکڑوں پہ کرلوں دن بسر
یہ ہیں طالب دنیوی آرام کے — زخم خوردہ اس خیالِ خام کے
قتل کرکے ان کو اے جانِ سپاس — خون میں لتھڑا ہوا پہنوں لباس
پھر شکست و فتح کا یہ امتیاز — میرے حق میں ہے ابھی اک حرفِ راز
مار کر جن کو نہیں جینا پسند — ہیں وہی پیشِ نظر حق ناپسند
ہے محبت سے مرا حالِ زبوں — جوش ہے دل میں نہ شوقِ کشت و خوں
فرض کیا ہے اس سے میں واقف نہیں — میں بھٹک جاؤں نہ رستے سے کہیں
جسطرح میرا بخیر انجام ہو — عاقبت میں خلد کا انعام ہو

آپ وہ پند و نصائح دیجئے ۔۔۔ وہم میرے دل سے خارج کیجئے
دل سے ہوں میں آپکا تابع غلام ۔۔۔ آپکا بندہ ہوں اے رب انام
بیکسی ہیں بیکسوں کے کارساز ۔۔۔ اس طرف بھی اک نظر بندہ نواز
اے خدائے پاک و ذات پاک تر ۔۔۔ آپ دیں مجھکو وہ پند پر اثر
جس سے اپنے فرض کو میں جان لوں ۔۔۔ نیک و بد، اچھا برا پہچان لوں
خلد پر نصرت ملے مجھکو اگر ۔۔۔ چاکِ دل کا ہی رفو دشوار تر
آتش غم سے پھنکا جاتا ہوں میں ۔۔۔ درد کے مارے جھکا جاتا ہوں میں
سر بسر میرا بدن بسمل سا ہے ۔۔۔ اب علاج درد دل مشکل سا ہے
گفتگو پہنچے سے جاری تھی اُدھر ۔۔۔ تھا جہاں وہ شاہِ نابینا نظر
حال ارجن ہو رہا تھا یوں بیاں ۔۔۔ وہ دلاور صاحب تیر و کماں
لرزہ براندام ہیں جس سے عدو ۔۔۔ جس کے ڈر سے کانپتے ہیں تفنہ جو
کرشن سے یوں کر رہا تھا عرض حال ۔۔۔ اے علیم کل خدائے ذوالجلال
جنگ کرنا نہیں زنہار میں ۔۔۔ مارنے مرنے سے ہوں بیزار میں
اس طرح کہکر لب خاموش تھا ۔۔۔ مضمحل تھا بے سکون بیہوش تھا
رزمگہ میں درمیانِ ہر دو فوج ۔۔۔ دیکھکر اس پارتھ کی من کی سوج
ہنس کے فرمایا خدائے پاک نے ۔۔۔ محفل آرائے نجوم و خاک نے

فکر ان کے واسطے کرتے ہو تم / ان کے غم میں بے سبب مرتے ہو تم
فکر جنکی ہے سراسر ناروا / غم ہے جن کی ذات ہی کوسوں جدا
اس پہ طرّہ یہ ہے تم اے نیکخو / عالموں کی سی ہو کرتے گفتگو
فرض ہی آگاہ ہیں جو اصلِ دیں / وہ مرے جینے کا غم کرتے نہیں
اس سے پہلے کیا نہ تھے تم اور ہم / اور یہ سب پر اجرۂ عالی ہمم
خلق کیا یہ سب نہ ہونگے بعد فوت / ہست کا مطلب حقیقت میں ہے موت
جسطرح طفلی و پیری و شباب / اس کتاب جسم کے ہیں تین باب
بس یونہی جب چھوڑتے ہیں یہ بدن / دوسرا پاتے ہیں پھر ملبوس تن
اسلئے ہر صاحبِ ہوش و حواس / جینے مرنے سے ہے بے پاس و ہراس
شوق ہے جس کے سبب لذت فزا / یہ تعلق ہے حواس و نفس کا
گرمی سردی عیش و غم رنج و تعب / ہوتے ہیں محسوس انہی دو کے سبب
آمد و رفت اِنکو ہے فانی ہیں یہ / گو یہاں وجہِ تن آسانی ہیں یہ
بے غم و آلام تم اِن کو سہو / بھول جاؤ عشرت و تکلیف کو
جس کو تکلیفات کی پروا نہیں / عشرتوں کا والا و شیدا نہیں
ایسا صابر بعد مرگِ ناگہاں / کرتا ہے حاصل نجات جاوداں
کوئی شے ہو جو فنا ہونے کو ہے / جسکی ہستی بے بقا ہونے کو ہے

رہ نہیں سکتا یہاں اسکا وجود ہے فنا آمیز اسکی ہست و بود
اور وہ شے جو فنا سے دور ہے غیر فانی ہے بقا مستور ہے
اسکی ہستی کو نہیں ہوتا زوال موت ہے ہرگز نہیں اسکا مآل
یاد رکھ یہ بات اے عالی ہمم روح کوئی شے اگر ہے اور جسم
ان کو ہو سکتی ہے پھر کیونکر فنا دسترس پھر موت کا ان پر کیا
حق و باطل کا ہے جو سر نہاں عارفوں کی ذات پر ہے سب عیاں
یعنی حق کے ماسوا کچھ بھی نہیں جو ہے باطل وہ شے کیا کچھ بھی نہیں
حق ہی حق ہے اس جہاں میں چار سو غیر فانی لاتبدل رو برو
اس جہاں کے بیچ میں جو موجود ہے جو تمہارا منزل مقصود ہے
غیر فانی ہے وہ ہے بے مثل ذات ہے اسی کے دم سے دنیا کو ثبات
جو کبھی گھٹتا نہیں بڑھتا نہیں موت کے ہاتھے کبھی چڑھتا نہیں
روح ہے نام اس وجود پاک کا جسکے بس میں ہے یہ قالب خاک کا
روح ہے بے ابتدا بے انتہا خاک کے ان قالبوں کو ہے فنا
اسلئے فانی کا تو ماتم نہ کر جنگ کر ان خاکیوں کا غم نہ کر
روح کو مقتول و قاتل جو بشر جانتا ہے وہ ہے بالکل بے خبر
کیونکہ اس موجود برحق کا وجود بے سرہ ہے ذات مطلق کا وجود

مار سکتا ہی نہ مر سکتا ہے یہ ۔۔۔ قائم و موجود ہی سکتا ہے یہ

روح ہی خلق و فنا سے بے نیاز ۔۔۔ ابتدا و انتہا سے بے نیاز

زندہ جاوید اپنی ذات سے ۔۔۔ دور تر موت و فنا کی ہات سے

جسم کے مرنے سے یہ مرتی نہیں ۔۔۔ موت کے گھر میں گذر کرتی نہیں

جو بشر اس راز سے آگاہ ہے ۔۔۔ جسکے دل میں جلوۂ اللہ ہے

وہ کسی کو قتل کرتا ہی نہیں ۔۔۔ دوسروں سے آپ مرتا ہی نہیں

جسطرح انسان بوسیدہ لباس ۔۔۔ یا پرانا یا کوئی میلا لباس

دور کر کے اپنے جسمِ خاک سے ۔۔۔ زیب پاتا ہی لباسِ پاک سے

بس یونہی یہ روح بھی اسیرِ جان ۔۔۔ دیکھتی ہی جسم کو جب ناتوان

کر لیا کرتی ہی جسمِ نو حصول ۔۔۔ اسلئے یہ جینا مرنا سب فضول

تیغ سے زنہار یہ کٹتی نہیں ۔۔۔ بادِ طوفاں خیز سے گھٹتی نہیں

آتشِ شعلہ فشان و شعلہ ریز ۔۔۔ کرتی ہے خود اسکے شعلوں سی گریز

پانیوں میں گل نہیں سکتی ہے یہ ۔۔۔ آتشوں میں جل نہیں سکتی ہی یہ

آگ میں جلنا ہوا سے سوکھنا ۔۔۔ آب میں گلنا تبر سے ٹوٹنا

اِس کا دم ان سب کی زد سے دور ہے ۔۔۔ اسکی ہستی ابسرمد نور ہے

بے فنا و ساکن و قائم ہے یہ ۔۔۔ بے شروع و المطف و دائم ہی یہ

اس کے دامن کا ہے ہر رشتہ قدیم ہے اسی گل سے یہ دنیا پر شمیم
ہے بہر تاریکیوں سے دور تر عقل کی باریکیوں سے دور تر
ہے بہر اس میں نہیں ہوتا کبھی اس کا اک ذرّہ نہیں گھٹتا کبھی
پاک تر عصبیات سے اور دور از ہوس نفس و دل کی افترا سے بہر اس
اسلئے اے ارجن عالی وقار فکر چھوڑو ہے بہر تسکین و قرار
آہیں بھرنے سے تو کچھ حاصل نہیں روح یہ مقتول و قاتل کچھ نہیں
اور اگر مانند قالب جا بجا مانتے ہو اس کی تم خلق و فنا
پھر بھی اس کا رنج کرنا ہے عبث لب کو نالہ سنج کرنا ہے عبث
جو ہے زندہ جو یہاں پیدا ہوا وہ فنا کی راہ پر چلتا ہوا
اور بعد زندگی مرتا ہے جو موت کے گھر میں گذر کرتا ہے جو
بیگماں ہوتا ہے وہ پیدا یہاں دیکھتا ہے منظر باغ جہاں
جبکہ یہ فطرت بدل سکتی نہیں یہ بلا سر پر سے ٹل سکتی نہیں
پھر دلِ پُر درد سے حاصل ہے کیا اس غمِ بے سود سے حاصل ہے کیا
سب کے سب اس بات سے ہیں بیخبر تھے کہاں تخلیق سے ہم پیشتر
اس سے بھی واقف نہیں اہل جہاں جائیں گے ہم سب پس مردن کہاں
ہاں مگر اس وقت سے ہیں باخبر حالِ موجودہ پہ ہے سب کی نظر

جب نہیں معلوم پہلے کیا تھے ہم ‎ اور کیا ہونگے پس دورِ عدم
پھر یہاں رنج و الم کا ذکر کیا ‎ ہونیوالی ہی جو اسکی فکر کیا
کوئی انسان دیکھ کر اس کا ظہور ‎ حیرتی ہوتا ہی بے چشم قصور
کوئی اس کا ذکر کرتا ہے تو یوں ‎ ہی تعجب خیز شئے بے مثل و چوں
اور کوئی سن سنا کر روز و شب ‎ کہتا ہی اس روح کو ازبس عجب
لیکن ایسی رو میں بہتے ہی اسے ‎ دیکھنے سننے سی کہنے سے اُسے
درحقیقت جانتا کوئی نہیں ‎ کیا ہی یہ پہچانتا کوئی نہیں
سب کے قالب میں یہ اک روحِ پاک ‎ مرگ و پیدائش سی ہی کب یہ چاک
یہ کسی کو قتل کر سکتی نہیں ‎ مارنے والے سی مر سکتی نہیں
اسلئے یہ رنج و غم فکر و ملال ‎ ہے فقط کم ظرفیٔ عقل و خیال
پھر تمہارا فرضِ افضلتر ہے یہ ‎ قدرتی تلوار کا جوہر ہی یہ
اس سے بہتر چھتری کیواسطے ‎ زندگی کی بہتری کے واسطے
اور ہوگا جنگ کا میدان کیا ‎ اس ادائے فرض کا ساماں کیا
جنگ جس کا ہر طرف آوازہ ہے ‎ یہ تو جنت کا کھلا دروازہ ہے
زندگی میں جنگ کا ایسا سماں ‎ نیک بندوں کو ہی ملتا ہی یہاں
جنگ سے اب بھی اگر ہٹتے ہو تم ‎ اپنی پہلی بات کو رٹتے ہو تم



قدرت کا فیصلہ

از رشحات قلم حضرت ساحر صاحب سامی

سیتارام معمولی آدمی نہ تھے، انبالہ کا بچہ بچہ آپکے نام سے واقف تھا، سینکڑوں بے زر مگر تشنہ کامانِ درس و تدریس ان کی بدولت اپنے ارادوں میں کامیاب ہو رہے تھے، بہت سی بیوائیں آپ کی بدولت زندگی کے تلخ و بدترین ایام خوشی سے بسر کر رہی تھیں، بہت سی سوسائیٹیاں، قومی سبھائیں آپکے دستِ کرم کی مرہونِ منت تھیں، ہر روز بیسوں سائل آپکے درِ دولت سے بامراد لوٹتے تھے، آپکے اخراجات پر جگہ جگہ یتیم خانے، دھرم شالائیں اور سدا برت کھلے ہوئے تھے، جن سے خلقِ خدا بلا امتیاز مذہب و ملت یکساں فائدہ اٹھا رہی تھی، یہ مشہور ہو گیا تھا کہ لالہ سیتارام کے در پر آ کر کوئی سوالی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔

لالہ سیتارام کا خیال تھا کہ یہ دولت، یہ سامان یہ کوٹھیاں اور دیگر آرام دہ اشیاء قدرت نے مجھے اس لئے نہیں عطا کیں کہ ان سے صرف میں ہی لطف اندوز ہو سکوں بلکہ ان میں دوسروں کا بھی حصہ ہے۔ ان کی انصاف پسند و نیک طبیعت کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی، کہ وہ خود تو دنیاوی عیش و عشرت، آرام و راحت سے ہمکنار ہوں اور ہمسایہ لوگ نانِ شبینہ کیلئے بھی محتاج رہیں۔

اس وقت لالہ سیتارام کے روئی کے کارخانے ہندوستان کے بہت سے بڑے

بڑے شہروں میں پھیلے ہوئے تھے، آج سے بیس سال پیشتر لالہ خود ایک بیکس و نادار بے یار و مددگار کی سی زندگی بسر کرتے تھے، اس وقت کسی کو کیا خبر تھی، کہ وہ شخص جو آج صرف اپنا پیٹ بھرنے کیلئے ہر کس و ناکس کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے وہ کبھی لاکھوں انسانوں کی پرورش کا ذریعہ بن جائیگا۔ مگر دوربین اور فطرت شناس نگاہیں تاڑ جاتی تھیں کہ یہ ذرہ کبھی نہ کبھی ضرور آسمان شہرت پر سخاوت کا خورشید بن کر چمکیگا، حکومت کی طرف سے بھی آپ کا انتخاب بطور سشن جج ہونیکی تحریک ہو چکی تھی۔ قدرت بڑی انصاف پسند ہے جو کچھ اب لالہ سیتا رام کی حیثیت و عزت ہے وہ سب ان کی نیت کا پھل ہے۔

ایک دن کا ذکر ہے دن کے بارہ بجے ہونگے لالہ سیتا رام کھانا کھا کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ ان کے ملازم ہریش نے ایک تار لا کر دیا، انہوں نے اسے پڑھنا شروع کیا لکھا تھا۔

"فوراً چلے آؤ" (رام کشن)

اگرچہ تار میں چند مبہم سے الفاظ تھے مگر لالہ سیتا رام اس کا مطلب بتمام و کمال سمجھ گئے، انہوں نے گھنٹہ کی طرف دیکھا بارہ بج چکے تھے، دہلی جانے والی ٹرین میں صرف پندرہ منٹ باقی تھے انہوں نے جلد نوکر کو موٹر لانے کا حکم دیا، ہریش سے سفری سوٹ کیس تیار کرنے کے لئے کہا اور خود اپنے پرائیویٹ کمرے میں جا کر کیش بکس کا منہ کھولا اور ہزار ہزار روپیہ کے دس نوٹ نکال کر جیب میں ڈال لئے اور بکس کو تالا لگا کر باہر آ گئے، موٹر تیار کھڑی تھی جھٹ سوار ہو گئے سٹیشن پر چلنے کیلئے کہا، موٹر تیزی سے سٹیشن کی طرف روانہ ہوئی لالہ سیتا رام نے جیب سے گھڑی نکال کر دیکھی تو ریل کی روانگی میں صرف سات منٹ باقی تھے موٹر نے ابھی کچھ زیادہ فاصلہ طے نہ کیا ہو گا کہ ریل کی روانگی کی سیٹی سنائی دی

لالہ سیتا رام یکدم چونک سے پڑے تعجب کے عالم میں گھڑی کو دوبارہ جیب سے نکال کر دیکھا مگر ریلوے ٹائم ٹیبل کے مطابق ابھی گاڑی کی روانگی میں پانچ منٹ باقی تھے سوچنے لگے ممکن ہے میری گھڑی غلط ہو...... مگر نہیں... بیس سال میں اس ایک منٹ کا بھی آج تک کبھی فرق نہیں نکلا، شاید یہ کسی کارخانے کے انجن نے سیٹی دی ہے، اتنے میں پھر سیٹی کی آواز سنائی دی اب تو لالہ سیتا رام کو یقین ہو گیا کہ گاڑی آ کر چل پڑی ہے، انہیں اپنی سستی پر از حد افسوس ہوا دل میں خیال آیا تیاری میں بھی کچھ دیر نہیں لگی وہ واپس ہونا ہی چاہتے تھے مگر پھر دل میں خیال آیا کہ شاید کوئی مال گاڑی خالی ہو یا کچھ اور ہی بند و بست ہو جائے تھوڑی دیر کے بعد موٹر ریلوے سٹیشن پر پہنچ گئی پلیٹ فارم خالی تھا۔ اب تو لالہ سیتا رام کو کامل یقین ہو گیا کہ ریل آ کر ضرور نکل چکی ہے خیر موٹر سے نیچے اُترے اور ریل کے متعلق بابو سے دریافت کیا جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ابھی دہلی جانیوالی گاڑی نہیں آئی اور آدھ گھنٹہ لیٹ ہے، تو ان کی جان میں جان آئی کیونکہ وہ بنا بنایا کام جس میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے وہ اک مدت سے سرگرداں تھے ان کی صرف چند منٹ کی سستی سے بگڑ جاتا۔

بارہ بجکر پینتالیس منٹ پر ریل پلیٹ فارم پر آئی لالہ سیتا رام سوار ہو گئے ریل نے روانگی کی سیٹی دی اور چھک چھک کرتے ہوئے اپنا راستہ طے کرنے لگی...... ریل جوں جوں دہلی کی جانب اُڑی جا رہی تھی لالہ سیتا رام کے جسم میں زندگی کی نئی لہر دوڑتی جا رہی تھی انہیں اپنی کامیابی پر بڑا ناز تھا وہ اپنی اس غیر معمولی مسرت کو چھپا نہیں سکتے تھے، گویا ہر نفس انکو پیغام مسرت دے رہا تھا فطرت کی ہر شے انہیں حسین معلوم ہو رہی تھی۔

شام کے سات بجے ریل جاکھل کے پلیٹ فارم پر پہنچی، جہاں انہیں دہلی جانے کیلئے گاڑی تبدیل کرنی تھی، انہوں نے قلی کو آواز دی مگر جب یہ خبر لگی کہ دہلی والی گاڑی اس گاڑی کا انتظار کئے بغیر جا چکی ہے تو سخت قلق ہوا۔ اب ان کی حالت ایسی تھی جیسے کوئی شخص باوجود کوشش بسیار منزل مقصود کے بالکل قریب پہنچکر گمراہ ہو جائے یا جیسے کوئی کشتی دریا کے کنارے کے قریب پہنچ کر طوفان کی نذر ہو جائے انہیں معلوم تھا کہ اب صبح چار بجے سے پیشتر کوئی گاڑی دہلی نہیں جاتی انہوں نے قلی سے مسافر خانے میں اسباب لیجانے کیلئے کہا۔ گو لالہ سیتارام نے ہندوستان کے شہروں کے علاوہ ممالک غیر کی سیاحت بھی کی تھی مگر اپنی زندگی میں انہیں جاکھل دیکھنے کا یہ پہلا موقعہ تھا "بھائی کیا یہاں کوئی سرائے وغیرہ ہے؟"

لالہ سیتارام نے پریشانی کے لہجہ میں قلی سے پوچھا تھا قلی بولا

"ہو حضور! سرائے ہے تو مگر اس کا انتظام اچھا نہیں۔ یہاں ایک پریم ناتھ سیٹھ ہے جو امیر ہونے کے علاوہ بڑا مہمان نواز ہے، مسافر اس کے گھر جاکر آرام پاتے ہیں اس نے مسافروں کیلئے مکان بنوا رکھے ہیں اور مسافروں کے آرام و آسائش کا بڑا خیال رکھا جاتا ہے بہتر ہے کہ آپ بھی اُن کے پاس چلے جائیں ہر قسم کا آرام ملیگا۔ مسافر خانے میں آپ کو تکلیف ہوگی، سردیوں کا موسم ہے اندھیری راتیں ہیں اور یہ اسٹیشن بھی محفوظ نہیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ پریم ناتھ کے پاس چلے جائیں وہ آپکی بڑی خاطر مدارات کریگا بلکہ سیٹھ نے تو شہر میں اپنے آدمی چھوڑ رکھے ہیں جن کا کام صرف مسافروں کو آرام پہنچانا ہے لو! وہ سامنے سیٹھ کا آدمی کھڑا ہے ابھی آپکا سب انتظام کرائے دیتا ہوں۔"

قلی نے اس آدمی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا بھیّا! رام چند لالہ جی انبالہ سے آئے ہیں دہلی جائیں گے گاڑی نکل گئی ہے اور اب چونکہ صبح چار بجے والی گاڑی سے پہلے اور کوئی گاڑی دہلی نہیں جاتی اس لئے یہ صبح جائیں گے انکے رات گذارنے کا سب انتظام کرا دو۔" رام چند نے نہایت ادب و انکسار سے لالہ سیتا رام کو اپنے ساتھ چلنے کیلئے کہا...... دو تین فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک نہایت عالی شان کوٹھی نظر آئی لالہ سیتا رام رام چند کے اشارہ کے مطابق کوٹھی میں داخل ہو گئے، کوٹھی کی سج دھج اور شان و آرائش ایک دلفریب منظر لئے ہوئے تھی، ہال میں داخل ہوتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چالیس پچاس سال کا پُر وقار بزرگ فرش مخمل پر گاؤ تکیہ کے سہارے بیٹھے ہے اس کے چہرہ سے متانت، قدیمی شان اور وضعداری کے آثار نمایاں ہیں، سامنے روپوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے صندوقچی نوٹوں کے بنڈلوں سے بھری پڑی ہے۔

جب اس بزرگ.... ہستی نے لالہ سیتا رام کو آتے دیکھا تو خیر مقدم کے طور پر کھڑے ہو کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا جب مزاج پرسی ہو چکی تو رام چند نے کہا لالہ جی کو دہلی جانا تھا ریل نکل گئی صبح چار بجے جائیں گے رات بسر کرنا چاہتے ہیں" "کمرہ ۱۰ میں لالہ جی کا سب انتظام کرا دو کوئی تکلیف نہ ہو" پریم ناتھ نے رام چند کو حکم دیا۔

لالہ سیتا رام بھی پریم ناتھ کے ہم عمر تھے اور تقریباً طبیعتیں بھی یکساں ہی تھیں اور یہ لازمہ قدرت ہے کہ ہم عمر بہت جلد آپس میں گھل مل جاتے ہیں چنانچہ یہ بھی قدرتی اصول سے مستثنیٰ نہ تھے نو بجے تک آپس خوب باتیں ہوتی رہیں لالہ سیتا رام پر پریم ناتھ کی دولت پرور سنجیدگی نے خاص اثر کیا، وہ انہیں ان سے ملکر ایسی

ہی مسرت حاصل ہوئی جیسی کہ ایک نیک انسان کو نیک انسان سے ملکر ہوتی ہے..... اتنے میں نوکر نے کھانے کیلئے کہا "دو تھال یہاں ہی لے آؤ" تھوڑی دیر میں دو تھال آ گئے اور لالہ سیتارام و پریم ناتھ کھانا کھانے میں مشغول ہوگئے، لالہ سیتارام پریم ناتھ کی مہمان نوازی سے از حد خوش ہوئے دل میں خیال کیا کہ یہ آدمی کیا ہی فرشتہ ہے یہ دولت یہ عزت یہ رتبہ اور پھر اس پر یہ اخلاق اور انکساری.. کھانے سے فارغ ہو کر پریم ناتھ نے لالہ سیتارام کو اپنے ساتھ آنکو کمرے سے نکالکر دو کمرے چھوڑ کر پھر سامنے والے کمرے کی طرف اشارہ کر کے پریم ناتھ نے فرمایا کہ یہ کمرہ آپکے لئے ہی آرام کیجئے میں ذرا اور مہمانوں کی بھی خبر لے آؤں پھر حاضر ہوتا ہوں

لالہ سیتارام کمرے میں داخل ہوئے تو کمرے کی شان دیکھکر حیران رہ گئے سفر کی تھکان کیوجہ سے جھٹ پلنگ پر لیٹ گئے پھر اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر نوٹوں کے بنڈل کو دیکھا خیال آیا کہ کیوں نہیں یہ نوٹوں کا بنڈل پریم ناتھ کی سپرد کردوں صبح لے لونگا، نیند اور موت برابر ہوتی ہے اور انہیں دینے میں ہرج ہی کیا ہے، یہ کروڑوں روپیہ کے آدمی ہیں مگر خیال آیا کہ روپیہ بری چیز ہے اور نیت کو بدلتے ہوئے بھی دیر نہیں لگتی، ایک آدمی کے پاس انتہا درجہ کی دولت ہونے پر بھی اسے صبر نہیں ہوتا اور اسے ہر وقت اور دولت جمع کرنے کی دھن لگی رہتی ہے اس لئے نوٹوں کا نہ دینا ہی مناسب ہے لیکن پھر خیال آیا کہ اول تو پریم ناتھ کو روپیہ کی پرواہ ہی نہیں منٹوں میں لاکھوں روپیہ لٹا دیتے ہیں دوسرے یہ نوٹ لیکر مکر نہیں سکتے، کیونکہ انہیں خیال ہے کہ میں ان کا مہمان ہوں اگر روپیہ نہ دیا تو شور مچ جائے گا خواہ لوگ یقین ہی نہ کریں مگر شہرت میں ضرور فرق آجائے گا اور ممکن ہے کہ کسی مصیبت کا ہی سامنا کرنا پڑے کیونکہ سچ سچ ہے۔

غرضیکہ وہ اسی کشمکش و پیچ میں پڑے سوچتے رہے، آخر انہوں نے دل میں یہ فیصلہ کرلیا کہ نوٹ لالہ پریم ناتھ کی سپرد کرنے میں کوئی نقصان نہیں، اتنے میں پریم ناتھ بھی آ گئے آپس میں باتیں ہونے لگیں، گھنٹہ نے ٹن ٹن دس بجائے " اچھا اب آپ آرام کیجئے کیونکہ آپ کو صبح جانا ہوگا اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو فرما دیجئے۔ لالہ پریم ناتھ نے ہمدردانہ لہجہ میں کہا۔

لالہ ستیا رام نے اپنی جیب سے دس ہزار روپیہ کے نوٹوں کا بنڈل نکالا اور پریم ناتھ کے آگے رکھ کر کہا صبح جاتے ہوئے لے لونگا" جیسی منشا" پریم ناتھ نے کہا اور نوٹوں کا بنڈل ہاتھ میں لیکر اٹھ کھڑے ہوئے اور اسے اپنے کمرے میں آکر صندوقچی میں مقفل کر دیا۔ اور اپنے سونے کے کمرے میں جاکر اپنے پلنگ پر لیٹ گئے مگر وہ سو نہ سکے نہ جانے انہیں نیند کیوں نہ آئی دل میں خیال آیا کہ یہ کیسا بیوقوف آدمی ہے ایک دن کی واقفیت پر بلا کسی کے سامنے دسہزار روپیہ کے نوٹ میرے سپرد کر دیئے، اگر میں ان کو واپس نہ دوں تو یہ میرا کیا بگاڑ سکتا ہے ضمیر نے آواز دی نہیں ایسا کبھی نہیں کرنا چاہیئے یہ تو ایک امتحان ہے مگر پھر خیال آیا دسہزار کے نوٹ ایک لاکھ روپیہ کا دسواں حصہ پورے دس ہزار روپیہ .... یہ خیال آتے ہی اس کے پاک و نیک دل میں تلاطم بپا ہوگیا اس کے دل میں نہایت برے اور گھناونے خیالات پیدا ہونے لگے، اس کا دل پھر اسی خیال کو دہرانے لگا اگر میں نوٹ واپس نہ دوں تو وہ میرا کر بھی کیا سکتا ہے، ضمیر نے کہا کہ تجھے ایسا نہ کرنا چاہیئے اول تو لوگ ضرور شک کرینگے اور ممکن ہے کہ کوئی بلا ہی نازل ہو جائے اگر ایسا بھی نہ ہو تو پرماتما ضرور تجھے سزا دیگا، بے ایمانی کو ہمیشہ نادیدہ مصائب کا پیش خیمہ سمجھنا چاہیئے، عقل نے کہا بھلا یہ کون باور کر سکتا ہے کہ ایک ایسی حیثیت کے آدمی کے پاس

اس قدر رقم ہو۔ اگر یہ بھی دو منٹ کیلئے مان لیا جاوے تو یہ کون یقین کر سکتا ہے کہ کوئی شخص ایک دن کی واقفیت پر بلا کسی کے روبرو اس قدر رقم کسی کے سپرد کر دے، ضمیر نے کہا کچھ بھی ہو بے ایمانی کا انجام اچھا نہیں ہوتا اور امانت میں خیانت کرنا تو انتہا درجہ کا گناہ ہے، دیر تک ضمیر اور عقل میں لڑائی ہوتی رہی، کبھی عقل کوئی دلیل پیش کرتی تو ضمیر اُسے خدا کا خوف دلا کر ایسا کرنے سے باز رکھنے کی تلقین کرتی، پھر عقل کہتی کہ دس ہزار روپیہ تھوڑے سے نہیں ہوتے اور ایسے موقعہ بار بار ہاتھ نہیں آتے۔۔۔۔۔ مگر وہ ملزمانہ خیالات کے زیر اثر اُٹھا۔ اور رام چند کو آواز دی۔

پریم ناتھ کا دل گوناگوں خیالات کا مرکز بن چکا تھا۔ نفس امارہ اس کی نیک طبیعت پر فتح پاکر اسے پستی کی طرف دھکیل رہا تھا اور وہ اب اس پستی کو ہی اپنی بلندی خیال کرتا تھا، وہ اس لاعلمی میں بربادی کے گڑھے کی طرف قدم بڑھائے جارہا تھا مگر وہ سمجھتا تھا کہ اس میں ہی اس کی بہتری ہے، اس کے دل کی عجیب کیفیت تھی وہ بلا کی تاریکی اور وحشتناک سکون میں گھنٹے کی ٹن ٹن کی آواز پر کان لگائے ہوئے تھا، اتنے میں گھنٹہ نے بارہ بجائے وہ اٹھا اور کانپتے ہوئے ہاتھوں اور دھڑکتے ہوئے دل کیساتھ سیتارام کے کمرے کی طرف بڑھنے لگا، اس کا ضمیر اس کے بد ارادہ پر لعنت ملامت کر رہا تھا مگر نفس امارہ بازی لے جاچکا تھا، نیک نیتی اور شرافت انسانی نے اس کے پاؤں میں رستے ڈالے مگر نفس امارہ کی بلا کی تیز مقراضوں نے انہیں دم زدن میں کاٹ ڈالا، اس وقت اس کی ایسی ہی حالت تھی جیسی کہ کسی نیک نیت آدمی کی کسی بڑے بھاری جرم کا

ریاست پٹیالہ کا ایک ہر دلعزیز افسر

جس قدر قلیل عرصہ میں سردار شوکمار صاحب وشسٹ نائب ناظم مال نے پبلک میں لاثانی ہر دلعزیزی حاصل کی تھی وہ قابل ہزار ستائش ہے آپکی قانونی لیاقت و فہم رسانی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ایک نوجوان بھی ونیز یہ قانونی قابلیت رکھنے والے اصحاب پر بڑی سبقت لیجا سکتا ہے۔ رعایا کا ہر طبقہ آپکے طرز سلوک سے ہر طرح مطمئن ہے۔ امید ہے کہ افسران ذی شان آپ کی قانونی قابلیت اور ہر دلعزیزی کی پوری پوری قدر کریں گے۔

مرتکب ہوتے وقت ہوئی ہے۔ بڑی ہمت اور دلیری سے اس نے لالہ سیتارام کے کمرے کے دروازہ کو کھٹکھٹایا اور پھر آہستہ سے ایک آواز بھی دی، لالہ سیتارام چونک پڑے "کون ہے" انہوں نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا "میں پریم ناتھ" ساڑھے بارہ بج چکے ہیں دہلی والی گاڑی دو بجے آتی ہے اب آپ کو جلد تیار ہو جانا چاہیئے لالہ سیتارام اٹھے اور کہا کہ گاڑی تو چار بجے جاتی ہے لیکن پریم ناتھ بولے آپ کو کسی نے غلط بتایا ہے ہمارے تو ہر روز کوئی نہ کوئی آدمی دہلی جاتا ہی رہتا ہے" لالہ سیتارام نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہ دی اٹھکر چلنے کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ پریم ناتھ اپنے کمرے کی طرف چل دیئے، ابھی لالہ سیتارام تیار ہی ہوئے تھے کہ پریم ناتھ نے دس ہزار روپیہ کے نوٹوں کا بنڈل جیب سے نکال کر ان کے آگے رکھکر کہا "گن لیجیئے" لالہ سیتارام نے کہا گننے کی خوب رہی مگر پریم ناتھ کے بار بار اصرار پر انہوں نے نوٹوں کو گن کر جیب میں ڈال لیا۔

گھنٹہ نے ایک بجایا، پریم ناتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے انھیں جلدی جانے کیلئے کہا لالہ سیتارام نے ان کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا اور ہاتھ ملا کر سٹیشن کی طرف روانہ ہو گئے۔

آدھی رات اِدھر آدھی رات اُدھر، دل ہلا دینے والا اندھیرا، بلا کی خاموشی، وحشت انگیز سکوں، ہو کا عالم، راستہ دکھائی نہ پڑتا تھا، لالہ سیتارام نے ابھی کچھ زیادہ فاصلہ طے نہ کیا ہوگا کہ آوارہ کتوں نے ان کا تعاقب کرنا شروع کیا، رات کی تاریکی و خاموشی سے ایک تو وہ بیچارے پہلے ہی گھبرائے ہوئے تھے اب تو ان کے رہے سہے ہوش بھی جاتے رہے، صحیح راستہ کو چھوڑ کر قصبہ کے ویران حصہ کی طرف بھاگ نکلے دس بیس قدم بھاگنے کے بعد گردن پھیر کر دیکھا تو کتے اور بھی تیزی سے تعاقب میں تھے یہ پھر بھاگے گھبراہٹ میں پاؤں نشیب میں جا پڑا، بے اختیار ہو کر گرے سنبھلے اٹھ کر نشیب سے باہر نکلے گھٹنوں سے خون جاری تھا، کتوں کو قریب ہی بھاگتے آتے ہوئے دیکھ کر پھر تیزی سے بھاگنا شروع کیا، دو فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد کتوں کے بھونکنے کی آواز بند ہوئی، پیچھے مڑ کر دیکھا کوئی نہ تھا، جس سے خوفزدہ دل کو قدرے تسکین ہوئی،

روپیہ کی موجودگی، رات کی تاریکی، اپنی بیچارگی، راستہ سے لاعلمی یہ ایسے امور تھے کہ جنہوں نے ان کو پریشانی کی منہ بولتی تصویر بنا دیا تھا حیران تھے کہ کدھر جائیں، آگے تاریک سنسان جنگل تھا، پیچھے کتوں کا خوف، چند قدم آگے چلکر ایک پگڈنڈی سی نظر پڑی اور پھر کوئی آدمی لالٹین لئے جاتا دکھائی پڑا وہ اسکی طرف بڑھے پاس جا کر پوچھا "بھئی! سٹیشن کو کون راستہ جاتا ہے"؟ اجنبی ہمدردانہ لہجہ میں بولا "میرے ساتھ ساتھ آجاؤ میں خود سٹیشن پر جا رہا ہوں"! وہ اس کے ساتھ ساتھ ہو لئے، دو تین فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد سٹیشن کے لیمپوں کی روشنی دکھائی دی جنہوں

نے گویا لالہ سیتارام کی امیدوں کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ میں تیل ڈال دیا حیرانی اور پریشانی کی جگہ فرحت اور مسرت نے جگہ لے لی، اجنبی شخص نے لالہ سیتارام کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا؟ کہاں جاؤ گے؟ جواب ملا "دہلی" "یہ اسٹیشن آگیا مسافرخانہ میں بیٹھ جاؤ گاڑی تو چار بجے آئیگی" لالہ سیتارام نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس سے رخصت ہو کر مسافرخانے کی طرف بڑھے۔

(۲)

گھنٹہ نے ٹن ٹن کر کے دو بجائے، پریم ناتھ کے دل کے تار ہل گئے اس کی رگ رگ میں بجلی کی لہر دوڑ گئی، خیال آیا ہو سکتا ہے کہ راجیندر نمک حرام ثابت ہو اور روپیہ دیکھکر اس کی نیت میں فرق آگیا ہو، ورنہ ممکن نہ تھا کہ اب تک واپس نہ ہوتا، سیتارام کو یہاں سے گئے ہوئے ایک گھنٹہ سے زیادہ ہو گیا، اب تک تو راجیندر کو واپس ہو جانا چاہیئے تھا، ان کے خیالات کی دنیا میں ہلچل مچ گئی، گھبرا کر اٹھے اور اپنے لڑکے کرم ناتھ کے کمرے کی طرف بڑھے۔

ان کے گلستان امید میں صرف ایک ہی پھول نے شباب دیکھا تھا، وہ غنچے کہ شباب کی منزل میں قدم ہی رکھنا چاہتے تھے باد خزاں کے سنگدل جھونکوں نے مرجھا دیئے تھے، لے دے کر خزاں کی دست برد سے صرف یہی اک پھول بچا تھا جو اس وقت تک دنیا کی اکتیس بہاریں دیکھ چکا تھا، پریم ناتھ اس کو دیکھکر جامہ میں پھولا نہ سماتا تھا۔ اسے ازدواجی زندگی میں داخل ہوئے ابھی صرف چند ماہ ہی گذرے تھے۔

پریم ناتھ نے دروازہ کھٹکھٹایا کرم ناتھ گھبرا کر اٹھا اور اس نے

پوچھا کون ہے؟ آواز آئی بیٹا میں ہوں۔ کرم ناتھ اپنے پتا کی آواز پہچان کر آنکھیں ملتے ہوئے چارپائی پر سے اُٹھا، بجلی روشن کی اور دروازہ کی کنڈی کھولدی، پریم ناتھ اندر داخل ہوا اور پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا، اور سیتا رام والا سب ماجرا کہہ سنایا، اور اپنے گندے ارادہ کا بھی اظہار کردیا۔ رام ناتھ کے نیکدل پر بجلی سی گر پڑی، اسے اپنے پتا کی نادانی پر سخت افسوس ہوا، اسے اپنے پتا سے ہرگز ہرگز ایسی امید نہ تھی مگر اب کیا ہوسکتا تھا، بات مُنہ سے نکل چکی تھی۔

پریم ناتھ نے پریشانی کے لہجہ میں کہا "رام ناتھ تم فوراً جاؤ، مجھے شک ہے کہیں رام چند دغا نہ دے"، رام ناتھ کے دل پر اس واقعہ نے زبردست اثر کیا تھا، مگر پتا کے باربار کہنے پر مجبوراً اٹھ کھڑا ہوا جلدی میں قمیص بھی نہ پہنی کمبل اٹھا کر چلدیا "جلد واپس آنا میں تمہاری انتظار میں ہوں" پریم ناتھ نے کہا "بہت جلد آنے کی کوشش کروں گا" کرم ناتھ نے چلتے ہوئے کہا۔

رام ناتھ رات کی تاریکی میں پریم ناتھ کی آنکھوں سے اوجھل ہوگیا، پریم ناتھ اس کی واپسی کا بڑی بیقراری سے انتظار کرنے لگا اچانک اسکے دل میں ایک خیال پیدا ہوا، جس کے پیدا ہوتے ہی اس کے رگ و ریشہ میں بے چینی کے جذبات دوڑ گئے، وہ اٹھا اور بے اختیار ہوکر دروازہ کی طرف لپکا اور رام ناتھ... رام ناتھ... کہکر آوازیں دیں، جب کچھ جواب نہ آیا، تو دروازہ سے باہر نکل کر سٹیشن کی طرف دوڑ پڑا۔ آوازیں دیں مگر وہ سب رات کی خاموشی کی گہرائیوں میں ملکر رہ گئیں، اچار و ناچار کانپتے ہوئے جسم اور دھڑکتے ہوئے دل کیساتھ واپس ہوئے اور اپنے کمرے میں آکر کسی گہرے فکر میں مستغرق ہوگئے، اس وقت

ان کی عجیب کیفیت تھی، انہیں رامچند کے روانہ کرنے پر از حد افسوس ہو رہا تھا، سینکڑوں وسوسے ان کے دل میں طوفان برپا کر رہے تھے، خیال آتا ہو سکتا ہے کہ رام چند روپیہ کے لالچ میں آکر میرے بیٹے پر ہی حملہ کر بیٹھے، روپیہ کا لالچ بری چیز ہے، اس کے زیر اثر انسان کیا کچھ نہیں کر گذرتا، اور کن کن گناہ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہو جاتا، اب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا، ان کا ضمیر انہیں ملامت کر رہا تھا، اس وقت ان کی حالت ایسی ہی تھی جیسی کہ کسی نیک دل آدمی کی بڑے گناہ کر چکنے کے بعد اپنی غلطی کا احساس ہونے پر ہوتی ہے۔

انہیں ذرا سی آہٹ، معمولی سی پتوں کی سرسراہٹ پر رام ناتھ کے آنے کا گمان ہوتا تھا، وہ اٹھ کر دروازہ کی طرف دیکھتے، ایک دفعہ آواز بھی دی بیٹھے رام ناتھ... مگر کچھ دیر میں ہی یہ طلسم ٹوٹ جاتا۔

گھنٹہ نے تین بجائے، اس آواز نے گویا ان کے خرمن دل پر بجلی گرا دی وہ بیقرار ہو کر اٹھے اور اپنی جان کی مطلق پرواہ نہ کرتے ہوئے رام ناتھ کی تلاش میں روانہ ہو گئے، ان کا دل اس گنہگار کی طرح جسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہو کانپ رہا تھا، منہ فق ہو گیا تھا، پاؤں سن سن کے بھاری ہو گئے تھے۔

دو فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد انہیں سامنے جنگل کی طرف دو آدمیوں کا سایہ سا نظر آیا، انہوں نے دفور اضطراب میں رام چند رام چند کہکر آواز دی، ادھر رام چند اور شیام چند کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی، دل اس طرح دھڑکنا شروع ہوا گویا اب نکلا چاہتا ہے، حواس جاتے رہے، ہاتھوں نے کام سے جواب دیدیا، نعش دھڑام سے زمین پر گر پڑی، اتنے میں پریم ناتھ نے پھر آواز دی، رام چند نے آواز پہچان کر سہمے ہوئے انداز میں کہا: "لالہ جی آجاؤ" رام چند و شیام چند کے اب ذرا ہوش بجا ہوئے، نعش کو دوبارہ اٹھایا اور

قریب کے گڑھے میں ڈال دیا۔ اتنے میں پریم ناتھ آن پہنچے اور رام چند کے قریب جاکر پوچھا "سب کام ہو چکا بڑی دیر لگی" رام چند نے مایوسانہ انداز میں کہا، انتظار کرتے کرتے تھک گئے مایوس ہو کر جانے ہی لگے تھے کہ ایک آدمی نظر آیا ہمیں خوشی ہوئی کہ ہماری انتظار اور محنت آخر رنگ لے ہی آئی دو منٹ میں کام تمام کیا مگر...... بات کا ٹکر "مگر کیا" پریم ناتھ نے گھبراتے ہوئے کہا لالہ جی آپ نے خواہ مخواہ خون کروایا، اس کے پاس تو ایک کانی کوڑی بھی نہ تھی" رامچند نے مایوسانہ لہجہ میں کہا "کانی کوڑی غلط بکتے ہو" پریم ناتھ کا شک یقین کی صورت میں تبدیل ہو گیا، رام چند بھی تاڑ گیا کہ لالہ جی کو ہم پر شک ہو گیا اس نے ایک کمبل لالہ جی کے آگے رکھ کر کہا لالہ جی اس کی تو عجب حالت تھی بھلا وہ نوٹ کہاں رکھتا، اس کے بدن پر تو کرتہ تک بھی نہ تھا، صرف یہ کمبل اوڑھے ہوئے تھا، ٹارچ کی روشنی کر کے بولا دیکھ لیجئے اگر اس کمبل میں نوٹ ہوں، کمبل کو دیکھ کر لالہ پریم ناتھ کے ہوش و حواس بجا نہ رہے، ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، ان کے جسم سے گویا جان سی نکل گئی، گرتے گرتے بچے ٹارچ لیکر نعش کیطرف بڑھے، دیکھا تو وہ نعش رام ناتھ کی تھی، وہ اس کی اس حالت کو دیکھ نہ سکے اور چکر آکر گر پڑے، رامچند نے اٹھایا، منہ سے ایک حرف تک نہ نکلا، رام چند اور اس کے ساتھی کو معلوم ہو گیا کہ سیتا رام کی بجائے رام ناتھ قتل ہو گیا، ان کے دل پر بھی گہری چوٹ لگی، مگر انہوں نے اپنے اوسان سنبھالتے ہوئے کہا "لالہ جی جو ہونا تھا ہو گیا اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں" شام چند نے جلد جلد گڑھے کو بند کیا اور وہ پریم ناتھ کے گھر کیطرف روانہ ہوئے جب گھر کے قریب پہنچے تو رامچند نے کہا "اگر ہم ذرا گھر ہو آئیں پھر آتے ہیں"۔ یہ کہہ کر وہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ لالہ پریم ناتھ بھی گرتے پڑتے اپنے

مکان کے اندر داخل ہوئے۔

رام چند و شام چند اپنے گھر کے پاس جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ مکان کا دروازہ کھلا ہے، حیران و ششدر رہ گئے، اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ تالے ٹوٹے پڑے ہیں، جگہ جگہ خون بہ رہا ہے وہ ذرا اور آگے بڑھے ہی تھے کہ پیچھے سے کسی نے دو ہاتھ بھرپور مار کر رامچند اور شام چند کو بھی رام ناتھ کے پاس پہنچا دیا۔

صبح ہوتے ہی تمام شہر میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی، تھوڑی دیر میں ہی رامچند و شام چند کے مکان کے آگے آدمیوں کا ہجوم لگ گیا، یہ روح فرسا نظارہ دیکھ کر ہر ایک دل پر ہیبت سی چھا گئی، آٹھ بجے کے قریب اس سانحہ جانکاہ کی خبر لالہ پریم ناتھ کو ملی، جس کے سنتے ہی ان کے رہے سہے ہوش و حواس بھی جاتے رہے، آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا، انہیں معلوم ہونے لگا کہ وہ زمین میں گڑے جا رہے ہیں

پانچ روز گذر گئے مگر رام چند و شام چند کے قاتلوں کا کچھ پتہ نہ چلا، اور نہ وجہ قتل معلوم ہو سکی، شہر بھر میں اس واقعہ سے سنسنی اور سخت بے چینی پھیل رہی تھی اور رام ناتھ کے گھر سے اچانک غائب ہونے اور امتحان میں شامل نہ ہونے سے تو اس میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ پولیس کی انتہا درجہ کی کوششوں کے باوجود سراغ نہ چل سکا۔ اگر ملنے جلنے والے پریم ناتھ سے پوچھتے کہ رام ناتھ کہاں ہے، امتحان میں کیوں شامل نہیں ہوا، تو پریم ناتھ یہی جواب دیتے کہ سسرال گیا تھا، بیمار پڑ گیا، قسمت کے آگے کسی کی کیا پیش جاتی ہے۔

دس روز گذر گئے، مگر پولیس ابتک رامچند و شام چند کے قاتلوں کا

سراغ لگانے میں ناکام رہی، اگلے روز ایک نمبردار نے تھانہ میں آکر رپٹ لکھائی کہ اسٹیشن والی سڑک کی دائیں طرف ایک لاپتہ نعش پڑی ہے کتے گھسیٹتے پھرتے ہیں، پولیس موقعہ پر پہنچی اور نعش کا بغور ملاحظہ کیا، نعش بالکل بے شناخت ہو چکی تھی، شناخت کی کوئی نشانی باقی نہ تھی، اتنے میں ایک سپاہی نے کہا وہ دیکھو انگلی میں انگوٹھی ہے، انگوٹھی نکالی گئی تو اس پر کندہ تھا "رام ناتھ ایم - اے سٹوڈنٹ"۔ پولیس نے انگوٹھی اپنے قبضہ میں کرلی اور نعش ڈاکٹری معائنہ کیلئے بھیجدی۔ رام ناتھ ایم اے سٹوڈنٹ یہ الفاظ تفتیش کنندگاں کے کانوں میں گونج رہے تھے۔

لالہ منوہر لال انسپکٹر نے اوم پرکاش سب انسپکٹر سے مخاطب ہوکر کہا مسٹر اوم! رام ناتھ تو لالہ پریم ناتھ کے لڑکے کا نام ہے اور اگر میں غلطی نہیں کرتا تو وہ میرے خیال میں ایم - اے میں ہی پڑھتا ہے، چلو! کسی اور سے بھی اس کی تحقیق کرلیں، اتنے میں انہیں لالہ پریم ناتھ کے چچا کے لڑکے گیان ناتھ آتے دکھائی دئیے اوم پرکاش نے اس کے پاس جاکر دریافت کیا کیوں بابو جی! لالہ پریم ناتھ جو آپ کے رشتہ دار ہیں ان کے لڑکے کا کیا نام ہے؟ جواب ملا "رام ناتھ"، "کونسی جماعت میں پڑھتا ہے" "ایم - اے میں" آج کل کہاں ہے۔ "سنا ہے کہ سسرال گیا تھا بیمار ہوگیا، اسی وجہ سے سالانہ امتحان میں بھی شامل نہ ہوسکا"۔ یہ دریافت کرکے لالہ منوہر لعل اور اوم پرکاش آگے چلدئیے مگر حیرت تصدیق ہوگئی کہ لالہ پریم ناتھ کے لڑکے کا نام رام ناتھ ہے اور وہ ایم اے میں بھی پڑھتا ہے اور چند یوم سے شہر میں بھی نہیں تو ان کے دل میں خیال پیدا ہوگیا کہ کہیں یہ نعش اسی رام ناتھ کی نہ ہو اور پھر یہ بھی خیال آیا کہ رامچند و شام چند بھی لالہ پریم ناتھ کے ملازم تھے

ہونہ ہو رام ناتھ اور رامچند و شام چند کے قتل کے پردہ میں ضرور کوئی سازش ہے، انہوں نے فوراً لالہ پریم ناتھ کو تھانہ میں طلب کیا، لالہ پریم ناتھ آئے تو ان کے چہرہ کا رنگ زرد پڑا ہوا تھا، دل دھڑک رہا تھا، ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے لڑکے کا کیا نام ہے، جواب ملا "رام ناتھ" کس جماعت میں تعلیم پاتا ہے؟ "ایم-اے" آجکل کہاں ہے اور امتحان میں کیوں شامل نہیں ہوا" سسرال گیا تھا بیمار ہوگیا اس لئے امتحان نہیں دے سکا۔ آخری خط اس کا کب آیا ہے!
"تین چار روز ہوئے"

لالہ منوہر لعل نے انگوٹھی لالہ پریم ناتھ کے ہاتھ میں دیکر کہا کیا آپ شناخت کر سکتے ہیں کہ یہ انگوٹھی کس کی ہے؟ انگوٹھی کا دیکھنا تھا کہ لالہ پریم ناتھ کے چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں، جسم پر لرزہ طاری ہوگیا اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے صرف یہ نکلا ہاں.... لالہ منوہر لال تاڑ گئے کہ ہونہ ہو اس سازش میں لالہ پریم ناتھ کا ضرور ہاتھ ہے، دروازے بند کر دیئے گئے اور سختی کے لہجہ میں کہا کس کی ہے؟ جواب ملا کہ انگوٹھی تو رام ناتھ ہی کی معلوم ہوتی ہے

لالہ منوہر لال "کل ایک لاپتہ نعش ملی ہے جو دس پندرہ یوم کی معلوم ہوتی ہے اگر یہ انگوٹھی واقعی رام ناتھ کی ہے تو اس کو قتل ہوئے دس پندرہ روز گذر گئے، تم کہتے ہو کہ تین چار روز ہوئے اس کا خط آیا تھا، اچھا وہ خط دکھاؤ کہاں ہے؟" یہ سننا تھا کہ لالہ پریم ناتھ کے رہے سہے ہوش بھی جاتے رہے، جسم بید کی طرح کانپنے لگا، کانپتے ہوئے کہا خط تو چاک کر ڈالا"!

منوہر لال (کنسٹبل سے) لگالو اس بدمعاش کے ہتکڑی بس پھر کیا تھا.... کنسٹبل نے دونوں ہاتھوں میں ہتکڑیاں لگا دیں، لالہ منوہر لال بولے لالہ جی! ہم کو سب حالات معلوم ہو چکے ہیں تم تمام حالات صاف صاف بیان کر دو،

ورنہ تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا، پہلے تو لالہ نے کچھ ظاہر نہ کیا پھر پولیس کی
سختی برداشت نہ کرتے ہوئے آخرزرات کو سب حالات بعن وعن بیان کر دیئے

بیان لالہ پریم ناتھ ———

سیتارام پیٹیالہ سے دہلی کو روانہ ہوئے گاڑی آدھ گھنٹہ لیٹ تھی، اس لئے
جاکھل میں دوسری گاڑی نہ مل سکی، اس کے بعد چار بجے صبح سے پیشتر اور
کوئی گاڑی دہلی نہ جاتی تھی، میرا ملازم انکو میرے مکان پر لے آیا، وہ میری
مہماں نوازی کی شہرت سُن چکے تھے، رات کو سوتے وقت جب میں اُن
سے ملنے گیا تو انہوں نے دس ہزار روپیہ کے نوٹ میرے سپرد کرکے کہا صبح
لیلو لنگا"، میں نے واپس آکر نوٹ صندوقچی میں رکھ دیئے، میری نیت میں فرق
آگیا، میں نے روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے یہ ترکیب نکالی کہ ان کو راستہ
میں قتل کروا دیا جاوے، چنانچہ میں نے اپنے ہر دو ملازمان رام چند وشام چند
کو اس کام کے لئے مقرر کیا، اور گاڑی روانہ ہونے سے تین گھنٹہ پیشتر
لالہ سیتارام کو جگا کر کہا کہ جلدی جاؤ گاڑی دو بجے جاتی ہے ورنہ رہ جاؤگے
وہ تیار ہو گئے، میں نے نوٹ ان کے سپرد کر دیئے، جب ریلوے سٹیشن
کیطرف روانہ ہوئے جب، ان کے جانے کے ایک گھنٹہ بعد تک رام چند وغیرہ
واپس نہ آئے، تو مجھے شک ہوا کہ کہیں ان کی ہی نیت میں فرق نہ آگیا ہو
میں نے اپنے اکلوتے بیٹے کو واقعات کی خبر لانے کیلئے بھیجا، جب وہ
بھی ایک گھنٹہ انتظار کرنیکے بعد نہ آیا تو میں جذباتِ محبت سے بے اختیار
ہو کر گیا، وہاں مجھ سے رام چند اور شام چند نے کہا کہ آپ نے خواہ مخواہ قتل
کروایا اس کے پاس تو کالی کوڑی تک نہیں مجھے شک ہوا وہ بھی تاڑ گئے
انہوں نے کمبل میرے آگے رکھ کر کہا کہ وہ نوٹ کہاں رکھتا، اس کے

بدن پر لوکر نہ بھی نہ تھا۔ صرف یہ کمبل اوڑھے ہوئے تھا اس میں دیکھ لیے اگر نوٹ ہوں، جب اس نے ٹارچ سے کمبل دکھایا تو میرے ہوش جاتے رہے، کیونکہ وہ کمبل رام ناتھ لیکر گیا تھا پھر اس کی نعش دیکھکر مجھے اپنے دل پر قابو نہ رہا، ہم نے خون کی سزا سے بچنے کیلئے اس کی لاش کو اب مٹی سے ڈھانپ دیا۔ رامچند نے کہا اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں، ہم سب روانہ ہوئے، میرے مکان کے پاس پہنچکر رام چند نے کہا کہ ہم ذرا اپنے مکان کی خبر لے آئیں، اس کے بعد مجھے ان کی کچھ خبر نہیں، اگلے دن ان کے اچانک قتل کی خبر سن لی۔

پولیس نے لالہ پریم ناتھ کے بیان قلمبند کر کے چالان مجسٹریٹ کے پیش کر دیا۔ جب یہ حقیقت شہر کے لوگوں پر ظاہر ہوئی وہ انگشت بدنداں ہو کر حیران رہ گئے۔

———۰(۰x۰)۰———

جب چالان مجسٹریٹ کے پیش ہوا، تو اس نے پریم ناتھ کیلئے پھانسی کی سزا کی رائے لکھی، سشن سے سزا بحال رکھی گئی، پھر ہائیکورٹ میں اپیل دائر کیگئی، اور رحم کی درخواست گذرانی گئی، ہائیکورٹ کے فاضل ججوں نے تمام روئداد پر بنظر تعمق غور کیا، اور متعلقہ حالات کا مکمل جائزہ لیا، پریم ناتھ کی گزشتہ عزت وحیثیت کا موجودہ حالات سے موازنہ کیا، آخر معاملہ کی تہ کو پہنچ گئے، روئداد مقدمہ پر ہر طرح غور کرنے کے بعد پریم ناتھ کو بری کر دیا اور فیصلہ لکھا۔

واقعی پریم ناتھ ایسے جرائم کا مرتکب ہوا ہے کہ جن کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے کم از کم پھانسی کی سزا دیجائے مگر چونکہ

قدرت نے اس کو پہلے ہی اس کے فعل کی کافی سے زیادہ
سزا دیدی ہے کہ جس سے اسکو اپنی غلطی کا اچھی طرح احساس
ہو چکا ہے اور اس کے دونوں ہمراز راجچند و شام چند کو
بھی اپنی حرکات کا بدلہ مل چکا ہے، گویا قدرت نے خود ہی اس
مقدمہ کا لاجواب فیصلہ کر دیا ہے، اس لئے پریم ناتھ کو بری
کیا جاتا ہے "

شہر میں اس فیصلہ کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی، کسی کو پریم ناتھ کے
بری ہونے کا گمان تک بھی نہ تھا، پریم ناتھ کو فیصلہ کے بعد معلوم ہوا
کہ فاضل سینیر جج وہی لالہ سیتا رام ہیں کہ جن کو قتل کرنے کیلئے اس نے
اپنی شریفانہ اور نیک زندگی کو ایک ذلیل اور ڈاکو کی زندگی بنایا تھا،
اس کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ اُٹھ گیا۔ اس نے اپنی تمام جائداد
منقولہ اور غیر منقولہ اور کل جمع شدہ روپیہ ایک کمیٹی کے سپرد کر کے
جس کی تعداد نو لاکھ سے زائد تھی یہ وصیت لکھی کہ

مکانوں اور زمینوں کی آمدنی اور جمع شدہ روپیہ کے سود کے
چوتھائی حصہ سے سدا برت کھولا جائے، جس سے ہر قوم کے
افراد بلا کسی امتیاز کے مستفید ہو سکیں۔ اور بقایا رقم آمدنی و سود کے
نصف سے ان ہندو قوم کے افراد کی لڑکیوں کی شادیاں کی جائیں
کہ جنکے والدین ان کی شادی کرنے سے معذور ہوں، اور بقایا نصف
رقم آمدنی و سود سے اُن بے روزگاروں کی امداد کیجاوے کہ جو
مفلسی کے آہنی پنجہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اس وصیت کے لکھنے کے بعد لالہ پریم ناتھ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی

اور اپنی زندگی کے بقایا ایام ایشور بھگتی کیلئے وقف کر دیئے۔ اس واقعہ کو آج پچاس سال گذر گئے مگر لوگوں کے دلوں میں اس واقعہ کی یاد ابتک تازہ ہے اور سب قدرت کے اس لاجواب فیصلہ اور فاضل ججوں کی دانشمندی اور معاملہ فہمی اور حق رسی کی خصوصاً راجہ ہیتارام صاحب سیشن جج کی تعریف کرتے نہیں تھکتے۔

(ساحر سنامی)

مشکل دور ہو گئی

پٹیالہ پبلک کو یہ معلوم ہی ہے کہ ڈاکٹر رامداس صاحب ایم۔ بی۔ ایس برادر عزیز بابو گوربچن سنگھ صاحب بی۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ایڈووکیٹ نے چوک رو تاس (موڑ بازار دھرمپورہ) میں ایک میڈیکل ہال کھولا ہے جس کی رسم افتتاح یکم کاتک سمہ ۹۲ کو بوقت صبح بموجودگی شرفاء شہر۔ اہلکاران ریاست اور وکلاء صاحبان ہوئی ہے۔ پٹیالہ پبلک کی یہ مزید خوش قسمتی ہے۔ کہ انہوں نے علاوہ ہر قسم کے پیچیدہ اور کہنہ امراض کے علاج کے جن کو وہ بڑی توجہ سے کرتے ہیں۔ پاخانہ۔ پیشاب۔ تھوک وغیرہ کو سائنٹیفک طریقہ پر امتحان کا بھی مکمل انتظام کیا ہے جس کا انتظام سوائے راجندر ہسپتال کے شہر میں اور کسی جگہ نہیں۔ اس لئے پٹیالہ پبلک کو ان کی قابلیت سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ ڈاکٹر صاحب موتیا بند۔ دھند۔ جالا۔ پڑوال۔ ناخونہ۔ آنکھوں کا سوج جانا۔ آشوب وغیرہ کے علاج میں بھی خاص طور سے ماہر ہیں۔ غریب بیماروں کا علاج مفت کرتے ہیں۔

نوٹ فرمالیں

رسالہ ہیٹ ہند عدالتی اشتہارات کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے بہترین ذریعہ ہے اسلئے آپ عدالتی اشتہارات بھیجتے وقت اس کا ضرور خیال رکھا کریں۔ مینیجر

ہمارے قدیم سوراج

جشن عباسی

یعنے

کپتان ہز ہائینس رکن الدولہ نصرت جنگ حافظ الملک مخلص الدولہ نواب سر صادق محمد خاں عباسی بہادر کے سی وی او والی ریاست بہاولپور

جشن سالگرہ تاجدار بہاولپور اپنی بلند پروازیوں اور اولوالعزمیوں کی وجہ سے ملک میں روز بروز شہرت نیک حاصل کر رہا ہے، ذاتی شرافت اور اعلیٰ اخلاق بھی مستحق ہیں، اسی لئے حلقۂ احباب وسیع ہو رہا ہے۔

آپ جشن اور تقاریب منانے میں سخت پابند ہیں آپ کا جشن سالگرہ ۲۹/ اور ۳۰/ ستمبر کی تاریخوں میں بڑی شان سے منایا گیا، ۲۹/ تاریخ کی شام کو کل شہر میں چراغاں کی روشنی سے شہر بہاولپور بقعۂ نور بنا دیا تھا، یہ روشنی مٹی کے دیئوں اور سرسوں کے تیل سے بطرز قدیم نہایت سلیقہ سے کی گئی تھی، ہزارہا اشخاص دیدار مبارک کیلئے دکانوں، برآمدوں، بازاروں اور چھتوں پر جمع ہو گئے تھے ۹ بجے شب کے قریب پروسیشن نکلا، آپ لینڈو پر سوار تھے، اس نورانی شب میں جب آپ کا چاند سا چہرہ جواہرات کی چمک دمک میں درخشاں نظر آیا۔ تو پبلک نے سر عقیدت جھکایا۔ رات کو عالیشان دعوت طعام تھی۔

اگلی صبح دربار کی تیاریوں نے ایک خاص رونق پیدا کر دی تھی۔ ایک وسیع گراؤنڈ میں

دربار کا اہتمام تہا، وقت مقررہ سے پیشتر سب درباری اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے یہ درباری قدیم وضع کے سردار تہے۔ جن کی زردوزی پوشاک بڑے بڑے عمامہ اور گھنبہ داڑھیوں نے دیکھنے والے پر یہ اثر پیدا کیا کہ دربار بہاولپور تاحال اپنی قدیم وضع کا محافظ ہے، خدا یہ محافظت قائم رکہے، یہ سب انتظام میجر میر مقبول حسن صاحب ایم۔ اے، ایل ایل بی علیگ پرائیویٹ اینڈ ملٹری سکریٹری کے سپرد تہا۔ کہ جنہوں نے اپنا یہ اہم اور نازک فرض نہایت خوبی سے سرانجام دیا۔

نواب صاحب کی سواری وقت مقررہ پر بڑی شان سے آئی مسند زرنگار پر جلوس فرما ہوئے۔ نذرانات پیش ہونا شروع ہوئیں جنہیں چیف منسٹر اور پرائیویٹ سکریٹری نے پیش کرایا، یہ سلسلہ نہایت منتظم اور اطمینان کا تھا۔

حال ہی میں مسٹر محمد احمد انور صاحب بی۔ ایس اے بیرسٹرایٹ لاء پبلسٹی آفیسر مقرر ہوئے ہیں۔ جناب موصوف چونکہ ابھی ابھی آئے ہیں اس لئے بہت سے قدیمی خیرخواہ اخبارات کے نام سے بہی واقف نہیں۔ صاحب موصوف بظاہر شریف دانشمند معلوم ہوتے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ اپنے آپکو ایک کامیاب افسر ثابت کرینگے۔ (ساحر سنامی)

ریاست کلسیہ کا نیا وزیر اعظم

ریاست کلسیہ گو آمدنی کے لحاظ سے بڑی نہیں مگر انتظامی حیثیت سے مشہور ہے حال ہی میں نئے وزیر اعظم صاحب نے قلمدان وزارت کا چارج لیا ہے۔

دفتر ہذا میں رعایا ریاست کیطرف سے ایک شکایتی مراسلہ موصول ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ نئے وزیر صاحب ریاستی اہلکاروں خصوصاً ہندوؤں کو چُن چُن کر نکال رہے ہیں اور جن افسروں نے اپنی عمریں صرف کردیں۔ وہ پنشنوں سے محروم رکھے جاتے ہیں ہم وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ صحیح حالات و واقعات کیا ہیں مگر سردست یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاید وزیر صاحب کو بدنام کرنے کے لئے یہ فضول پروپیگنڈہ ہو رہا ہو۔ ہم واقعات

کی تصدیق کر رہے ہیں۔ متعدد لیق ہونے پر مکمل روشنی ڈالی جائیگی

بھائی صاحب پاگڑیانی درویشانہ زندگی

بھائی صاحب پاگڑ یاں ایک سیدھے خدا ترس بزرگ ہیں۔ آپ زمانہ قدیم کی بہترین یادگار ہیں۔ زمانہ کو ایسے بزرگوں کی ابھی بہت ضرورت ہے آپ اسقدر رئیس ہوتے ہوئے بھی درویشانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ریاست شہزادپور اور اسکا بیدار مغز حکمران

منوجی فرماتے ہیں کہ جو لوگ سچ بولتے ہیں سب کے بھلے کی چاہتے ہیں۔ ایشور کی یاد میں مگن ہیں میں انہیں نمسکار کرتا ہوں۔

یہ حقیقت ہے کہ کرنل رام سنگھ صاحب آف شہزاد ان تمام خوبیوں کے مالک ہیں مبارک ہے ایسا خاندان کہ جس کی آغوش میں ایسی ہونہار ہستی نے پرورش پائی اور مبارک ہے ایسی رعایا کہ جس کو ایسے فرشتہ خصلت کے زیر سایہ رہنے کی عزت حاصل ہوئی۔ واہگورو آپ کو تاقیامت سلامت رکھے اور آپ کے فیض سے عوام یونہی فیض یاب ہوتے رہیں۔

ریاست ملود کا دانا صفت حکمران

جہاں راجہ اور مشیر دونوں اچھے ہوں ایسی ریاست کا کیا کہنا۔ گویا اس کی رعایا کے لئے زندگی میں بہشت ہاتھ آیا۔ چنانچہ ریاست ملود کے ہر دلعزیز حکمران سردار دل سنگھ صاحب پر یہ مثل صادق آتی ہے۔ آپ کی دلی خواہش ہے کہ آپ کے در فیض پر سے کوئی تشنہ کام نہ آئے ہندو مسلم رعایا آپ سے یکساں طور پر فیض اٹھا رہی ہے۔ اہکار ریاست منشی جان محمد سردار صاحب بہادر کے دلی ہمدرد اور سچے جانثار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رعایا شاد و آباد ہے۔

رعیت ہند ریاست پٹیالہ کا خاص وفادار رسالہ ہے۔ آپ کا فرض اولین ہے کہ آپ عدالتی اشتہارات بھیجکر مشکور فرمائیں۔ کیونکہ اس کی بہبودی آپ کی بہبودی ہے

منیجر:-

اقبال کا شاعرانہ زوال

یعنی

از حضرت گوشہ نشین صاحب

وزیر آبادی

قسط ۵

خامیاں ← از → بانگ درا

مذکورہ شعر میں شاعر شمع سے مخاطب ہے۔ شاعر نے مصرعۂ دوئم میں "ہر حال" لکھ کر ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ حشو و زوائد کی قباحت کو محاسنِ سخن میں شمار کرتا ہے۔ ورنہ ایسے زائد از ضرورت اور بھرتی کے الفاظ ہرگز استعمال نہ کرتا۔ اس شعر کے متعلق پیشتر ازیں تفصیل سے لکھ آیا ہوں کہ "ہر حال" مصرعۂ مذکور میں ایسے دکھائی دیتا ہے جیسے سلک مروارید میں پتھر کا دانہ۔ اگر شاعر کچھ بھی غور و خوض سے کام لیتا تو مصرعہ کی صورت یوں ہوتی اور بے عیب ہوتی ہے

ہو شمع بزم عیش کہ شمعِ مزار تو
سیلاب اشکِ غم سے رہی ہمکنار تو

(۱۹) صفحہ پر ذیل کا شعر مرقوم ہے ؎

یک ہیں تری نظر صفتِ عاشقانِ راز
میری نگاہ مایۂ آشوبِ امتیاز ہے

مذکورہ شعر میں بھی شاعر شمع سے مخاطب ہے۔ مصرعۂ دوم میں 'مایۂ' اس کے بجائے 'محشر' موزوں اور مناسب ہے۔ یہاں 'مایہ' سُست اور کمزور لفظ ہے۔ اصلاح ملاحظہ ہو ؎

یک بین تری نظر صفتِ عاشقانِ راز
میری نگاہ محشرِ آشوبِ امتیاز

(۱۰) صفحہ ۱۲ پر ذیل کا شعر مرقوم ہے ؎

کعبے میں بتکدے میں ہے یکساں تری ضیا
مَیں امتیاز دیر و حرم میں پھنسا ہوا

مصرعۂ اولی میں چستی نام کو نہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو کچھ بلا تامل قلم سے نکل گیا۔ جوں کا توں رہنے دیا۔ دوبارہ غور نہ کیا۔ کاوش نہ کی۔ یہ بھی پرواہ نہ کی کہ یہ مصرعہ کہیں اعتراضات کے تیروں کا نشانہ نہ بنے۔ ورنہ معمولی سی کوشش سے یہ مصرعہ ذیل کی بے عیب صورت اختیار کر سکتا تھا ؎

کعبہ ہو یا کہ بتکدہ یکساں تری ضیا
مَیں امتیازِ دیر و حرم میں پھنسا ہوا

نمبر (۴)

(۱۱) صفحہ ۱۲ پر ذیل کا شعر مرقوم ہے ؎

ہے شان آہ کی ترے دودِ سیاہ میں
پوشیدہ کوئی دل ہے تری جلوہ گاہ میں

اس شعر میں بھی شاعر شمع سے مخاطب ہے۔ عجب شاندار اور بامعنی شعر ہے۔ عروسِ سخن اس پر ہزار جان سے قربان ہے۔ مطلب ملاحظہ ہو۔

۱۔ اے شمع تیرے سیاہ دھوئیں میں آہ کی شان ہے۔ یعنی تو بھی مہجور عشاق کی طرح آہیں بھر رہی ہے۔ تیرا یہ اضطراب ظاہر کرتا ہے۔ کہ تیری جلوہ گاہ میں کوئی دل موجود ہے۔ "جلوہ گاہ" قابلِ اعتراض ہے۔ شمع کی جلوہ گاہ وہ بزم یا مکان ہو سکتا ہے۔ جہاں شمع جل رہی ہو۔ خود شمع جلوہ گاہ نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ شعر کا مفہوم یہ ہے۔ کہ شمع تیرے سینے میں بھی ہماری طرح بیقرار دل ہے۔ اگر شاعر کے خیال کے مطابق شمع کی جلوہ گاہ شمع ہو سکتی ہے۔ تو تماشا گر کی تماشا گاہ میدان تماشا نہ ہوگا۔ بلکہ خود تماشا گر۔ اسی طرح مردِ غازی کی رزم گاہ میدان کارزار نہ ہوگا بلکہ خود مردِ غازی کا وجود۔ جتنا غور چاہیں کریں۔ مذکورہ شعر درست اور بامعنی نہیں ہو سکتا۔ الحاصل تخیل کا بے بدل نمونہ ہے۔ اور معنی آفرینی کی بے مثل تصویر ہے۔ اگر اس شعر کے یہ معنی لئے جائیں کہ اے شمع تیری بزم میں کوئی نامراد عاشق موجود ہے۔ جس کی حالتِ زار دیکھ کر تیرا دل بھر آیا ہے۔ اور تو اس کی بے بسی پر آہ و فغاں میں معروف ہے۔ تو اس شعر کو شعر کون کہے گا۔ کیونکہ یہ مطلب شاعر کے مفہوم کے مخالف ہے۔

(۲۲) صفحہ ۳۲ پر ذیل کا شعر مرقوم ہے ؎

تھا یہ بھی کوئی ناز کسی بے نیاز کا
احساس دے دیا مجھے اپنے گداز کا

مذکورہ شعر میں بھی شاعر شمع سے مخاطب ہے۔ مصرعۂ اول میں "کوئی" کے بجائے "ایک"، اور مصرعہ دوم میں "اپنے گداز" کے بجائے سوز و گداز چاہیئے۔ کوئی کا استعمال قباحت میں اتنا بلند مرتبہ نہیں ہے۔ جتنا "اپنے گداز" کا "احساس کی موجودگی میں "اپنے" فضول اور لایعنی ہے۔ احساس اپنے گداز کا

ہوگا نہ کہ کسی اور کے گداز کا اس لئے سوز و گداز، بہتر اور موزون ہے۔ اصلاح ملاحظہ ہو سے

تھا یہ بھی ایک ناز کسی بے نیاز کا

احساس دیدیا مجھے سوز و گداز کا

(۲۴۳) صفحہ ۲۲۴ پر ذیل کا شعر مرقوم ہے سے

صیاد آپ۔ حلقۂ دامِ ستم بھی آپ

بامِ حرم بھی۔ طائرِ بامِ حرم بھی آپ

مذکورہ شعر میں شاعر خداوند عالم سے مخاطب ہے۔ اور خداوند عالم کو ستمگر اور ظالم قرار دیتا ہے۔ اپنے گمان میں اس حرکت اور شوخی کو جائز اور درست سمجھتا ہو۔ یہ غلط اور نامعقول مقولہ زبان زدِ خلائق ہے۔ کہ شاعر احکام شرع کا پابند نہیں ہوتا۔ وہ جو چاہے۔ کہدے۔ مختیار ہے۔ اور اس کے توسنِ تخیل کے منہ میں پابندی کی لگام دینا شعر و سخن پر ظلم کرنا ہے۔ اس مقولہ نے شعرا کے دل میں مخالفتِ شریعت کا جذبہ پیدا کر رکھا ہے۔ جو حد درجہ مذموم اور گردن زدنی ہے۔

خاتمِ عالم کی زیب و زینت فقط شریعت کے نگیں سے ہے۔ کوئی ذی عقل اس شاعر کو مفید نہیں جانے گا۔ جو شریعت کو پامال کردے۔ مجھے ایسا شعرا کا کلام دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ جنہوں نے احکام شرع کے مخالف شعر موزوں کیا ہے۔ اور استاد نے بوقتِ اصلاح اس کو قلمزن کر دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا ہے۔ کہ ایسی بے جا شوخی سے پرہیز واجب ہے۔ اگر بانگِ درا بھی بغرض اصلاح کسی استاد کے پاس بھیجی جاتی تو اس میں نہ تو عیوب و نقائص ملتے اور نہ ہی خلاف شرع شوخ طبعی نظر آتی۔

(۲۴۴) صفحہ ۲۲۵ پر ذیل کا شعر مرقوم ہے سے

لذت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچوں میں
چشمے کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہو

مصرعۂ اول میں "چہچوں" غیر فصیح ہے۔ "چہچوں" کے بجائے "چہچہے" چاہیئے۔ اگر چہچوں کو درست مانا جائے تو مندرجہ ذیل جملے بھی بامعنی تسلیم کرنے پڑیں گے۔ خدا نے بلبلوں کے نغموں میں کیا جادو بھر دیا ہے۔ سمندروں کے پانی کھاری ہوتے ہیں۔ تمام رات کتوں کی آوازوں نے سونے نہ دیا وغیرہ

ع
لذت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچہے میں
چشمے کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہو

(۴۵) صہ پر ذیل کا شعر مرقوم ہے ع

حُسن تیرا جب ہوا بامِ فلک سے جلوہ گر
آنکھ سے اڑتا ہے یکدم خواب کی مئے کا اثر

شاعر آفتابِ صبح سے مخاطب ہے۔ سبحان اللہ۔ شعر ہے۔ کہ الماس کا ٹکڑا ہے۔ یا ہیرے کی کنی ہے۔ قواعد اور اصولِ سخن دونوں کے مخالف ہے۔ شاعر کا مفہوم تو یہ تھا۔ کہ اے آفتاب! جب تیرا حسن بامِ فلک سے جلوہ گر ہوتا ہے۔ تو آنکھ سے خواب کی مے کا اثر اڑ جاتا ہے۔ شاعر مفہوم کے ادا کرنے سے قاصر رہا ہے۔ ناظرین دیکھینگے پہلے مصرعہ میں فعل "ہوا" ماضی مطلق ہے۔ حالانکہ فعل حال ہونا چاہیئے تھا۔ اور دوسرے مصرعہ میں یکدم حشو اور لغو ہے۔ ان دونوں قباحتوں کو یوں رفع کیا جا سکتا تھا۔

ع
رُخ ترا ہوتا ہے جب بامِ فلک سے جلوہ گر
آنکھ سے ہوتا ہے رخصت خواب کی مے کا اثر

(۴۶) صہ پر ذیل کا شعر مرقوم ہے ع

اشتہار مجریہ بحکم پنڈت آتما رام صاحب پانڈو نائب تحصیلدار بریتیا

واقعہ ۲۳ اسوج سمہ

کا کا سنگھ عرف گجن سنگھ ولد شاماں قوم جٹ ساکن حاکم والہ سائل بنام رام سنگھ و بھاگ سنگھ پسران مکا سنگھ قوم جٹ سکنائے ایضاً مسئول علیہم تحصیل مانسہ

درخواست تقسیم آراضی مالیہ بیگہ خام

واقع رقبہ حاکم والہ کہاتہ ۵۹ و کہاتہ ۱۵۴ تا ۱۵۷

۲۱۷ و ۲۲۳ من و ۲۲۳ من قطعہ

مقدمہ صدر میں چپراسی رشتہ کی رپورٹ ہے کہ مسئول علیہم میں سے رام سنگھ مسئول علیہ اطلاع کرنے سے انکاری اور بھاگ سنگھ مسئول علیہ دانستہ روپوش ہو جاتا ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مسئول علیہم مذکور کو مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ وہ بتقرر ۹ مگھر سمہ ۹۹۲ تاریخ پیشی پر حاضر عدالت ہو کر اصالتاً یا وکالتاً پیروی مقدمہ کریں۔ بصورت دیگر ان کی عدم حاضری میں مقدمہ سماعت ہو کر یکطرفہ کارروائی عمل میں لائی جاویگی۔ تحریر صدر سنہ صدر

مہر عدالت دستخط حاکم

بحکم سردار ٹھاکر بدھ سنگھ صاحب ایم اے ایل ایل بی نائب ناظم دیوانی بھٹنڈہ

واقعہ ۱۳ اسوج سمہ ۹۲

اشتہار بغرض حاضری کشن سنگھ مدعا علیہ

لالہ پیرداس ولد بیہا واس اگروال سکنہ بنام کشن سنگھ ولد چوہڑ سنگھ جٹ سکنہ گہری بھوتر مدیون بھٹنڈہ

مطالبہ زر قرضہ

پیشی مقدمہ ۱۲ کاتک سمہ ۹۲ تاریخ پیشی مقرر کی جاکر درخواست مدعی بیان حلفی مدعی سے ظاہر ہے کہ دانستہ سے گریز کرتا ہے۔ بذریعہ اشتہار مدعاعلیہ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر وہ حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ نہ کریگا۔ تو مقدمہ یکطرفہ سماعت ہوگا۔ اور حکم مناسب دیا جاویگا۔ بہ ثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت دستخط حاکم

اشتہار مجریہ بحکم پنڈت آتمارام صاحب پانڈو نائب تحصیلدار ریواڑی

واقعہ ۲۸ اسوج سمت ۹۲

موہنا ولد منتھن قوم لوہار ساکن لہرہ تحصیل ... مالنہ سائل) بنام (کاہنا ولد منتھل قوم لوہار مسئول علیہ ساکن ایضاً مسئول علیہ

درخواست تقسیم اراضی کھاتہ ۵۳/۵۲ ۱۰/۱۰۸ تا ۱۰۸۰۹

تعدادی ۱۵ بیگہ و کھاتہ ۵۵/۵۴ ۱۱۰۳/۱۱۰۲ تعدادی

۱۵ بیگہ حق موروث واقعہ رقبہ لہرہ

مقدمہ صدر میں چپراسی سررشتہ کی رپورٹ ہے۔ کہ کاہنہ مسئول علیہ و النتہ روپوش ہو جاتا ہے۔ اور حاضری عدالت سے گریز کرتا ہے۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار اندر کاہنہ مسئول علیہ کو مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ بہ تقرر ۹ مگھر سنہ حال حاضر عدالت ہو کر اصالتاً یا وکالتاً پیروی مقدمہ کرے۔ بصورت دیگر اس کے خلاف یک طرفہ کارروائی عمل میں لائی جاویگی۔

تحریر صدر سنہ صدر۔ دستخط حاکم (مہر عدالت)

بحکم سردار اجمیر سنگھ صاحب نائب تحصیلدار نارنول

صغیر الحسن و منصف علی و خورشید علی و شمشاد علی و صادق علی پسران امداد علی و عنایت علی و عثمان علی پسران محبت علی۔ قائم علی محبوب علی پسران اشرف علی۔ ظہور علی و جعفر علی پسران اعظم علی۔ نصیر علی ولد لونیا بیت علی مردان علی ولد احمد علی نفیس علی ولد رفعت علی اکبر علی عرف سولیا پسران نجم الحسن قوم سید ساکن نارنول سائلان

بنام۔ جیونا ولد حفیظ اللہ۔ مولا بخش و خدا بخش پسران ہما قوم موماری ساکن نارنول مسئول علیہم

درخواست اجازت بیع حصہ داری آراضی ع ۲۰۳۱/۱ ع ۲۰۳۲/۲

ع ۲۰۰۸ ع ۲۰۲۰ ع ۲۰۰۹ ع ۲۰۱۰ ع ۲۰۲۱/۱ ع ۲۰۲۲/۲ قطعہ

۱۲ بیگہ کے منجملہ ۲ بیگہ بعوض اسا رحسب دفعہ ۱۳ ایکٹ ۲ سنہ ۱۹

اندریں مقدمہ ۱۷ اسوج ۹۲ تاریخ سے مقرر ہو کر ہر خاص کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر کوئی زراعت پیشہ شخص اراضی مذکور کو بعوض چار صد روپیہ خرید کرنا چاہتا

بحکم سردار شوکمار صاحب وشسٹ بی اے ایل ایل بی نائب ناظم دیوانی مالسنہ 8 $\frac{7}{92}$

اشتہار بنام مالکھومل و لچھومل پسران شنکرمل اگروال سکنہ اکبر پور کنڈول

رونق مل ولد منشی رام وغیرہ سکنہ ہمالیہ .... مدعی

بنام

مالکھومل ۔ لچھومل وغیرہ سکنہ اکبر پور کھدال .... مدعا علیہ

دعویٰ ا لعما ہی روپیہ

اندرین مقدمہ ۲۰ دسمبر سمت ۹۲ تاریخ پیشی مقرر ہو کر تمکو بذریعہ اشتہار حکم دیا جاتا ہے کہ تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت ہو کر پیروی و جوابدہی مقدمہ اصالتاً یا وکالتاً کرو۔ بصورت عدم حاضری حکم مناسب دیا جاویگا۔ تحریر صدر ستہ صدر

دستخط حاکم

مہر عدالت

بحکم سردار رنبیر سنگھ صاحب بی ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی نائب ناظم دیوانی مالنہ 4 $\frac{7}{92}$

سوہن مل ولد بدھ رام سکنہ ساہو کے سائل

بنام ۔ تلک رام ۔ رونق رام ۔ دہنی رام پسران منگومل اگروال سکنہ موڑ منڈی ہما ۔ رد کہا مل ولد کاکا مل مہاجن سکنہ کرٹلی کلاں ہما

عذرداری واگزاری مکان

اندرین مقدمہ ۳ مگھر سمت ۹۲ تاریخ پیشی مقرر کی جاکر تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت ہو کر پیروی و جوابدہی مقدمہ اصالتاً یا وکالتاً کرو۔ بصورت عدم حاضری حکم مناسب دیا جاویگا۔ تحریر 9 $\frac{7}{92}$

دستخط حاکم

مہر عدالت

از عدالت [illegible]

مقدمہ نمبر [illegible] بابت [illegible]

[illegible] ساکن [illegible] تحصیل پانگی ڈوگر [illegible] مدعی

بنام - [illegible] ساکن [illegible] تحصیل پانگی [illegible]

تحصیل پانگی [illegible]

مطالبہ [illegible]

[illegible] مقدمہ مندرجہ [illegible] کیا ہے [illegible] ہرگاہ [illegible] سے گریز کرتا پایا جاتا ہے - بمقرر تاریخ [illegible] ۱۹۴۷ [illegible] مدعا علیہ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ مقررہ پر عدالت ہذا میں حاضر ہو کر پیروی مقدمہ کریں ورنہ ان کی عدم حاضری میں کارروائی [illegible] عمل میں لائی جائیگی

[illegible] دستخط حاکم [illegible]

بعدالت پنڈت [illegible] رام صاحب [illegible] جج درجہ [illegible]

اشتہار میعادی ایک ماہ بنام مدیون

[illegible] ساکن [illegible] ڈگری دار

بنام - [illegible] ساکن [illegible] مدیون

زر مطالبہ بابت ڈگری [illegible]

[illegible] تاریخ پیشی مقرر کی [illegible] [illegible] کیا جاتا ہے - [illegible] میں کوئی عذر ہے - [illegible] ورنہ کارروائی [illegible] عمل میں لائی جاویگی - اور بعد گزرنے میعاد کوئی عذر [illegible] [illegible] تحریر [illegible]

دستخط حاکم

بحکم سردار شوکی رام صاحب - وششٹ بی اے ایل ایل بی نائب ناظم دیوانی مالشہ ۸ ساون سمت ۹۲

اشتہار بنام سدا سنگھ مدعا علیہ

کاشی رام مدعی بنام اندر وال ... سدا سنگھ ولد گوربکھ سنگھ قوم جٹ ساکن ڈگری والا ... مدعا علیہ خورد ... [illegible]

مطالبہ زر قرضہ

اندرین مقدمہ ۲۶ بھادوں سمت ۹۲ تاریخ پیشی مقرر کی جاکر تم کو بذریعہ اشتہار ہذا اطلاع دی جاتی ہے - کہ بیان حلفیہ سے درخواست مدعی کی تائید ہوتی ہے - اس لئے تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت ہو کر پیروی وجوابدہی مقدمہ اصالتاً یا وکالتاً کرو - بصورت عدم حاضری حکم مناسب دیا جاوے گا - مورخہ ۸ ساون سمت ۹۲

دستخط حاکم

مہر عدالت

بعدالت سردار نند کشور صاحب بی اے - ایل ایل بی نائب ناظم دیوانی دہلی

اشتہار بغرض اطلاع دہی مدعا علیہ

چھجو رام جگت سنگھ پسران راجا رام [illegible] بنام فتح سنگھ ولد سنا سنگھ جٹ ساکن [illegible] ساکن [illegible] تحصیل سرہند مدعا علیہ

دعوے [illegible] روپیہ آٹھ آنہ

ہرگاہ مدعی نے مقدمہ [illegible] عنوان دائر عدالت کیا ہے اور بیان حلفی مدعی سے مدعا علیہ کا تعمیل سمن سے گریز کرنا پایا جاتا ہے - اس لئے [illegible] تاریخ ۱۲ اسوج سمت ۱۹۹۲ بذریعہ اشتہار ہذا مدعا علیہ مذکور کو اطلاع دی جاتی ہے - کہ مقررہ تاریخ پر اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کرے ورنہ اس کی عدم حاضری میں مقدمہ [illegible] ہوگا - تحریر ۱۰ ساون سمت ۱۹۹۲

دستخط حاکم

مہر عدالت

بہ تجویز لوٹ بیتہ رام صاحب پانڈو ... معتمد
بجو پیدرہ فنڈی بریٹار ریاست پٹیالہ دفعہ ۲۳ رسالہ سمت ۲

اشتہار میعادی ایک ماہ بنام اطلاع مدعا علیہم

بجو مل ... نانگو مل قوم اگروال سکنہ سمانہ لیپر ... ولد ... چلی سنگھ

کاہن گروہ مدعی ... بنام ... کاہن گرداو مدعا علیہم

دعوے دلاپانے مبلغ ... روپیہ

چونکہ اندریں مقدمہ میں رپورٹ تعمیل کنندہ سے ظاہر ہے۔ کہ مدعا علیہم گھر پر موجود نہیں ہیں۔ عرصہ تین سال سے لاپتہ ہیں۔ جن کو بذریعہ اشتہار اطلاع دی جاتی ہے اگر مقدمہ مذکور میں کوئی عذر ہووے تو حاضر عدالت ہو کر مقدمہ ہذا میں پیروی و جوابدہی کرے۔ بعد گذرنے تاریخ ۲۲ بھادوں سمت حال کے ... سماعت نہ کیا جاویگا۔ اور کارروائی ضابطہ عمل میں لائی جاوے گی۔ تحریر ... صدور

مہر عدالت — دستخط حاکم

اشتہار مجریہ عدالت نیابت راجپورہ بہ تجویز سردار محمد عبدالوحید خان صاحب نائب ناظم راجپورہ

بغرض اطلاع بنام حاکم خان ولد کرمن خان قوم راجپوت سکنہ جنڈال کلاں تحصیل بھٹنڈہ ضلع برنالہ مدعا علیہ

فرم موسومہ کندن لال - ملا رام - سیاہ ... رام بانیہ واقعہ سوہیر ... تعلقہ راجپورہ بذریعہ ... مالک و کارکن مدعیان - بنام حاکم خان ولد کرمان قوم راجپوت ساکن جنڈال کلاں تحصیل بھٹنڈہ ضلع برنالہ مدعا علیہ

دعوی دلاپانے مبلغ ... روپیہ اصل

اندریں مقدمہ بکم بھادوں سمت ... تاریخ پیشی مقرر ہو کر بذریعہ اشتہار ہذا تم کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تاریخ مقررہ پر اصالتاً یا وکالتاً حاضر ہو کر پیروی و جوابدہی ... کرو۔ بصورت عدم پیروی مقدمہ کا فیصلہ کیا جاویگا۔ تحریر ... ۱۹۹۱

مہر عدالت — دستخط حاکم

بحکم پنڈت آتما رام صاحب پانڈو مجسٹریٹ درجہ سوئم برٹیا دانزو ریاست سمت ۹۲

اشتہار بغرض احضار زیر دفعہ ۸۷ ضابطہ فوجداری

روبکار سررشتہ دار کے سامنے کارروائی پیش ضابطہ فوجداری برخلاف طوطی ولد پرتاپا قوم دہانک سکنہ منڈیر ملزم بمقدمہ جوتی رام سکنہ منڈیر مستغیث بنام کاکا طوطی ملزمان سکنہ ایضاً مجرم ۴۴ قوانین تعزیرات ہند

متقرر ۱۴ ر بھادوں سمت ۹۲ تاریخ پیشی بذریعہ اشتہار مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر طوطی ملزم تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ نہیں کرے گا۔ تو زیر دفعہ ۸۸ ضابطہ اوس کی جائداد کو قرقی و نیلامی کا حکم دیا جاویگا۔ فقط بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت دستخط حاکم

اشتہار مجریہ محکمہ نیابت مال سنام ریاست پٹیالہ بحکم سردار ہرسنگھ صاحب نائب ناظم مال سنام

بغرض حاضری ریسپانڈنٹ

رولیا پسر تیجے اسیر اسنگھ جٹ سکنہ بھوانیگڑھ تحصیل بھوانیگڑھ۔ اپیلانٹ

بنام۔ البتہ سنگھ۔ بھانا سنگھ۔ سیو اسنگھ پسران گھیم سنگھ۔ نکو ولد مگو جٹ سکنہ ایضاً۔ ریسپانڈنٹان

اپیل انتقال ۱۰۹۱ وراثت موضع بھوانیگڑھ

اندریں مقدمہ ریسپانڈنٹان پر معمولی طریق سے حاضری عدالت کی تعمیل نہیں ہو سکتی ہے لہذا اشتہار ہذا جاری کیا جا کر ریسپانڈنٹان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ ۲۶ ر بھادوں سمت ۹۲ تاریخ پیشی پر مقام سنام اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی و جواب دہی مقدمہ کریں۔ بصورت دیگر حکم مناسب دیا جاویگا۔ آج ہمارے حکم و مہر عدالت سے جاری کیا گیا

تحریر ۱۰ ر ساون سمت ۱۹۹۲ء۔ دستخط حاکم

مہر عدالت

اشتہار مجریہ عدالت بابو ملہ یو کرشن صاحب پوری تحصیلدار پٹیالہ

اشتہار بغرض آگاہی ہر خاص و عام اقوام زراعت پیشہ
برائے خریداری اراضی زرعی تعدادی للو بیگہ خام واقعہ رقبہ
موضع گلڑولی تحصیل پٹیالہ بالعوض مبلغ ۱۳۵ روپیہ

سادھو سنگھ ولد ہر رام سنگھ جٹ موضع گلڑولی ذات ہندو جٹ سکنہ ایضاً تحصیل پٹیالہ زراعت پیشہ سائل

بنام

رام ہدایت ولد گنڈا ذات ہندو بیٹری سکنہ ایضاً غیر زراعت پیشہ مسئول علیہ

درخواست اجازت بیع اراضی زرعی تعدادی للو بیگہ خام
واقعہ رقبہ بالعوض ۱۳۵ روپیہ بدست مسئول علیہ غیر زراعت پیشہ

درخواست سائل دربارہ عطائے اجازت بیع اراضی زرعی مندرجہ صدر بدست مسئول علیہ غیر زراعت پیشہ پیش ہو چکی ہوئی ہے۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہٰذا ہر خاص و عام اقوام زراعت پیشہ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر زراعت پیشہ اقوام سے کوئی شخص اراضی مذکورہ بالا بیع خرید کرنا چاہے۔ تو بتاریخ ۱۲ ساون سمت ۱۹۹۲ حاضر عدالت ہٰذا ہو کر اپنے عذرات خریداری پیش کرے۔ ورنہ بصورت دیگر کارروائی قاعدہ عمل میں لائی جاویگی۔ تحریر ۱۳ ہاڑ سمت ۹۲ء

مہر عدالت
دستخط حاکم

اشتہار مجریہ بحکم سردار گورو دلیو سنگھ صاحب تحصیلدار نارنول مورخہ ۱۰ ساون سمت ۹۲

گاہر سنگھ ناہر سنگھ و شہزاد سنگھ و رام ناتھ سنگھ پسران امرنا راجپوتان سکنہ موضع جگرولی

بنام۔

درخواست دربارہ عطاء اجازت بیع اراضی زرعی للہ بنمبر خسرہ ۲۶۹
اراضی ملحقہ ۱۶ بیگہ و نمبر خسرہ ۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵
۲۶۹ ۶ قطعہ بیگہ واقعہ رقبہ جگرولی

اشتہار بغرض آگاہی اشخاص زراعت پیشہ

مقدمہ صدر میں بذریعہ اشتہار ہٰذا اشخاص زراعت پیشہ کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ کہ جس کسی اشخاص زراعت پیشہ کو اراضی ہٰذا خرید کرنی ہو وہ حاضر سررشتہ ہٰذا ہوکر درخواست پیش کرے اور ۳۰ ساون سمت ۹۲ تک حاضر سررشتہ ہٰذا ہو جاوے۔ تحریر ۱۰ ساون سمت ۹۲

مہر عدالت
دستخط حاکم

بحکم سردار شوکمار صاحب وششٹ نائب ناظم دیوانی مالنہ واقعہ ۳۱ ہاڑ سمت ۹۲

جیہ سنگھ ولد شام جی مل سکنہ ڈبلواں

بنام - گہلا سنگھ - وزیر سنگھ پسران گلاب سنگھ سکنہ کھیوہ میان سنگھ والا

دعویٰ قرضہ

اندریں مقدمہ ۵ ار بھادوں سمت ۹۲ تاریخ پیشی مقرر ہے - جس میں مدعا علیہم مذکور دیدہ دانستہ تعمیل سے گریز کرتے ہیں - اس لئے بذریعہ اشتہار اطلاع دی جاتی ہے کہ حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ کریں - ورنہ حکم مناسب دیا جاوے گا -

تحریر ۱۳ ر ہاڑ سمت ۹۲

دستخط حاکم

مہر عدالت

بحکم سردار شوکمار صاحب وششٹ بی اے ایل ایل بی نائب ناظم دیوانی مالنہ واقعہ ۹ ر ساون سمت ۹۲

اشتہار بنام رڈگا مل معذور ع

سوہن رام ولد بدھ رام اگروال سکنہ ساہوکے عذر دار

بنام - ننک رام ورونق رام دھنی رام پسران منگو مل اگروال سکنہ موڑ منڈی علاوہ رڈگا مل ولد کامل مہاجن سکنہ کوٹلی کلاں ع۲ معذوران

عذر داری ڈگری داران

اندریں مقدمہ ۲۳ ر بھادوں سمت ۹۲ تاریخ پیشی مقرر کی جاکر تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت ہو کر پیروی و جوابدہی مقدمہ اصالتاً یا وکالتاً کرو - بصورت عدم حاضری حکم مناسب دیا جاوے گا - مورخہ ۹ ر ساون سمت ۱۹۹۲

دستخط حاکم

مہر عدالت

بحکم سردار اجمیر سنگھ صاحب نائب تحصیلدار نارنول

اشتہار بغرض اطلاع عذری مدیون

بابیا ولد ماگھ درزی تلوٹ ڈگریدار بنام مسماۃ سکھی بیوہ لادھو کمالی تلوٹ مدیون

اجرائے ڈگری منجانب [illegible]

۱۰ ساون سمت ۹۲ تاریخ پیشی دیکر بذریعہ اشتہار ہذا اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ مسماۃ سکھی مدیون اندر میعاد ایک ماہ عذرسی ڈگری دائر کردے۔ ورنہ تاریخ مقررہ پر اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہوکر پیروی مقدمہ کرے بصورت دیگر حکم مناسب دیا جاوے گا۔

تحریر ۹ اساڑھ سمت ۱۹۹۲

مہر عدالت

دستخط حاکم

بحکم سردار شوکمار صاحب وششٹ بی اے ایل ایل بی نائب ناظم

دیوانی مالسنہ واقعہ ۵ ساون سمت ۹۲

اشتہار بنام مدعا علیہ

کرتا رام ولد نیبی رام اگروال سکنہ کھاگکلاں بنام چینا کھمن چمار ساکن ایضاً

مدعی — مدعا علیہ

دعویٰ زر قرضہ

اندریں مقدمہ ۱۲ بھادوں سمت ۱۹۹۲ تاریخ پیشی مقرر کی جاکر تم کو بذریعہ اشتہار اطلاع دی جاتی ہے کہ بیان حلفیہ سے درخواست مدعی کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے تاریخ مقررہ پر حاضر عدالت ہوکر پیروی وجواب دہی اصالتاً یا وکالتاً مقدمہ کرو۔ ورنہ بصورت دیگر عدم حاضری حکم مناسب دیا جاوے گا۔

تحریر ۵ ساون سمت ۹۲

مہر عدالت

دستخط حاکم

ریاست پٹیالہ میں بزمِ سخن کا انعقاد

پیارے روشن اور خاکسار کی پیہم کوششیں آخر بار آور ہو ہی گئیں۔ آخرش پٹیالہ میں بزم سخن قائم ہو ہی گئی ابھی اس کا تیسرا ہی اجلاس ہوا ہے مگر جس قدر ہر دلعزیزی اس نے اس قلیل عرصہ میں حاصل کی ہے وہ اس بات کی ضامن ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا!

مگر افسوس ہے کہ پٹیالہ پبلک خصوصاً ادب نواز اصحاب و شعراء صاحبان سے یہ شکایت ہی کرنی پڑتی ہے۔ اکثر شعراء تو شریک بزم ہونا اپنی عزت کے منافی خیال فرماتے ہیں اکثر زعم باطل کا شکار ہو کر تکبر کی آغوش میں جا پڑے ہیں خیر خدا کی رحمت کے سایہ میں یہ غنچہ مراد بہار کی پُر فضا بدستوں کو معطر کرتا ہوا گل مراد بنکر ساغران گلشن علم و ادب کے لئے پیام بہجت و سرور ہوگا۔ مگر یہ ضروری ہے کہ پٹیالہ پبلک خصوصاً ادب نواز اصحاب و شعراء صاحبان اس پر اپنے کرم و احسانات کا آب حیات چھڑک کر اسے حیات ابدی بخش دیں گے۔

بزم سخن کا تیسرا جلسہ [illegible] اساڑھ کو ۹ بجے شب شروع ہوا۔ حضرت عاصی حضرت روشن حضرت [illegible] حضرت [illegible] خاکسار کے علاوہ اور بھی دیگر اصحاب شریک مشاعرہ ہوئے۔

اس اجلاس کیلئے [illegible] پاد [illegible] کیا گیا [illegible] مصرعہ طرح مقرر تھا۔ شعراء نے اپنی طرحی غزلیں سنا کر حاضرین کو محظوظ کیا۔ عاصی۔ روشن۔ خاکسار۔ [illegible] نے غیر طرحی غزلیں پڑھیں۔ طرحی غزلیں درج کی جاتی ہیں۔ حضرت عاصی کی شاعری کی پختگی۔ تازگی خیال۔ رنگینی زبان کے ثبوت کیلئے حضرت عاصی کا نام کافی ہے آپ کا ہر شعر سوز و گداز رنگینی و شوخی کی منہ بولتی تصویر ہوتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں آپ کا دم غنیمت ہے۔

حضرت روشن کی شاعری ہر طرح کی تعریف سے بے نیاز ہے۔ آپ کا [illegible] آپکی روشن [illegible] کا ضامن ہے۔ آپکا کلام جذبات حسیات و کیفیات کا [illegible] ہوتا ہے۔

رہا خاکسار [illegible] عرض ہے کہ [illegible] تو خاکسار شاعر ہی نہیں۔ اگر پبلک میں یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے۔ تو البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے۔ کہ خاکسار کو شاعری [illegible] ضرور ہے۔ کیونکہ یہ چیز [illegible] ہے۔

ساحر شامی

کلامِ ربّانی

شری مدبھاگوت گیتا کا اُردو نظم یعنے نظم میں دلکش و بےنظیر ترجمہ

یہی وہ کتاب ہے جس پر مصنف (پنڈت نظر سوہانوی) کو مبلغ پانچہزار روپیہ نقد انعام ملا ہے اور جسے پنڈت مدن موہن مالویہ سرتیج بہادر سپرو۔ علامہ کیفی دہلوی علامہ منصور احمد ڈیٹر ادبی دنیا مولانا مہیش پرشاد پروفیسر ہندو یونیورسٹی بنارس۔ مولانا ظفر علیخاں ایڈیٹر زمیندار۔ مولانا سالک ایڈیٹر انقلاب لاہور حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی مولانا پطرس پروفیسر گورنمنٹ کالج۔ ڈاکٹر تاراچند ایڈیٹر ہندوستانی اکیڈیمی الہ آباد اور دیگر علمی و فضلا نے متفقہ طور پر بہترین نظم قرار دیا ہے

قیمت

رئیسوں سے	اُن کی ہمت کے مطابق
عوام سے	بارہ آنے (۱۲/)
کالجوں سکولوں کے لڑکوں پروفیسروں اور ماسٹروں سے	آٹھ آنے (۸/)
مسلمان اور دیگر مذاہب والے حضرات سے محصول ڈاک پیشگی	ساڑھے تین آنے (۳/۰)
ہندو غریب طلباء سے ماسٹروں کی تصدیق پر صرف محصول ڈاک پیشگی	ساڑھے تین آنے (۳/۰)

ملنے کا پتہ :-

بی۔ این بجل بانس کا پھاٹک بنارس شہر

آرڈر دیتے وقت رسالہ رئیس ہند دہلی کا حوالہ ضرور دیجئے